رنگیلا وزیراعظم

سیاست میں آمد سے جلاوطنی تک .... نواز شریف کی
حماقتوں، سازشوں اور رنگ رلیوں کی ہوش رُبا داستانیں

امجد حسین



ضیاء الحق (مرحوم) سے شکوہ

یا مجھے آرمی چیف بنایا ہوتا
یا مرا تاج گدایانہ بنایا ہوتا
اقتدار کا دیوانہ نہ بنایا مجھے ہوتا تو نے
کیوں عقلمند بنایا' نہ بنایا ہوتا
وزارتِ عظمیٰ کے لئے گرچہ بنایا تھا مجھے
کاش خاکِ درِ جی ایچ کیوں بنایا ہوتا
مطلق العنان حکمران اگر بنایا تھا مجھ کو
اقتدار کا تنگ پیمانہ نہ بنایا ہوتا
نشۂ حکمرانی کا گر ظرف دیا تھا مجھ کو
ملک بدری کا نہ پروانہ سنایا ہوتا
روز معمورۂ پاک میں خرابی ہے نوازؔ
ایسی بستی کو تو ویرانہ بنایا ہوتا

سعودی عرب سے........!

لگتا نہیں ہے دل مرا سعودی دربار میں
کِس کی بنی ہے اقتدار ناپائیدار میں
عمرِدراز مانگ کے لائے تھے چار دن
دو اٹک قلعہ میں کٹ گئے دو دیارِ غیر میں
نوازؔ کو عوام سے نہ فوج سے گلہ
قسمت میں لکھی تھی جلاوطنی فصل بہار میں
اب "ہم خیال" سارے کہیں اور جا بسیں
ان کی جگہ کہاں ہے دلِ داغدار میں
کتنا ہے بدنصیب نوازؔ رہنے کے لئے
دو گز زمین بھی نہ ملی "رائیونڈ دربار" میں

رنگیلا وزیراعظم

سیاست میں آمد سے جلاوطنی تک ۔۔۔۔۔۔نواز شریف
کی حماقتوں، سازشوں اور رنگ رلیوں کی ہوشربا داستانیں

امجد حسین

انٹیلی جنس پبلشرز
حسن مارکیٹ، اردو بازار، لاہور، فون 7122973

"اے اللہ! ہمیں سچ لکھنے اور اس پر کاربند رہنے کی توفیق عطا فرما"

ہماری کتابیں' معیاری کتابیں' پیاری کتابیں

2004ء

نام کتاب	:	رنگیلا وزیر اعظم
مصنف	:	امجد حسین
مقام اشاعت	:	انٹیلی جنس پبلشرز' حسن مارکیٹ' اردو بازار' لاہور
کمپوزنگ	:	کلاسک کمپوزنگ' حسن مارکیٹ' اردو بازار' لاہور
مقام طباعت	:	اشرف پرنٹرز' لاہور
قیمت	:	135 روپے
بیرون ملک	:	11 امریکی ڈالر

انتساب

مملکت خداداد کے

عظیم سپوت، نامور صحافی اور بے باک قلمکار

جناب ضیاء شاہد کے نام

کہ

باطل کے خلاف ڈٹ جانے...... اور اسے

اس کے منطقی انجام تک پہنچانے کا عزم و حوصلہ

انہی سے مستعار لے کر ہم نے اس خارزار میں قدم رکھا ہے

فہرست

پیش لفظ

اس کتاب میں "شریف حکمرانوں" کی ذاتی زندگی کے ان گوشوں کو بے نقاب کیا گیا ہے' جواب اتنے اوجھل اور خفیہ نہیں رہے۔ مخرب الاخلاق سرگرمیوں پر مشتمل یہ داستان نوک قلم پر آتے ہوئے بار بار حیا کا تقاضا کرتی رہی۔ مگر اسے محض اس وجہ سے نذر قارئین کیا جارہا ہے کہ مغرب کے آوارہ اور بے قید معاشرے میں بھی حکمرانوں سے کردار کی ایک خاص عظمت کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور اس حوالے سے انہیں ذرائع ابلاغ اور عوام کی کڑی تنقید کا سامنا کرنا پڑتا ہے چنانچہ مغربی معاشرے میں بد کردار ووٹرز بھی اپنے حکمرانوں کو بد کردار نہیں دیکھنا چاہتے۔

شریف اینڈ کمپنی نے اسلام اور پاکستان کو در پردہ جتنا نقصان پہنچایا' اس کی تلافی شاید مستقبل بعید میں بھی نہ ہوسکے۔ اس کتاب میں ایسے ہی چند حقائق مختصراً پیش کئے جارہے ہیں ان کا مطالعہ یہ بتائے گا کہ میاں نواز شریف کو اسلام اور پاکستان سے —— کتنی محبت تھی۔

اگرچہ وطن عزیز میں حکمرانوں کی شرائط اہلیت کے لیے آئین کی دفعات 62اور 63 کی چھلنیاں موجود ہیں مگر اس سے تادم تحریر کسی حکمران کو نہیں چھانا گیا۔ اس پس منظر میں ذرائع ابلاغ کی ذمہ داریاں اور بھی بڑھ جاتی ہیں۔

پاکستانی معاشرے اور خاندان کے تحفظ کا مشن پایہ تکمیل تک نہیں پہنچایا جاسکتا تاوقتیکہ معاشرے کی اجتماعی شخصیات اور قیادتوں کو اخلاق کے ایک بلند منصب کا اہل

نہ بنا دیا جائے زیر نظر کتاب میں موجود واقعات کا مقصد اشاعت اس کے سوا کچھ نہیں

نواز شریف جنہیں فوج ہی مسند اقتدار تک لائی تھی فوج ہی کے ساتھ تصادم کے نتیجے میں اپنا دھڑن تختہ کروا بیٹھے گویا اسلامیان پاکستان کی پاک فوج سے یہ استدعا تو من و عن پوری ہو گئی کہ "تمہیں نے درد دیا ہے تمہیں دوا دینا" لیکن وقت کے "نیرو" اس دوران وطن عزیز میں اپنی طرز کی "شرافت' امانت اور دیانت" کے جو بیج بو چکے تھے وہ ان کے اقتدار کی مختصر "حیات مستعار" میں ہی تناور درخت بن چکے تھے اور آج ہم اور آپ انہی کے منحوس سائے میں زندگی کرنے پر مجبور ہیں۔

یہ کتاب اگرچہ کئی اعتبار سے معزز قارئین کو ہماری گزشتہ تصنیف "پارلیمنٹ سے اس بازار تک" جیسی ہی محسوس ہوگی لیکن درحقیقت ایسا نہیں کہ گزشتہ تصنیف میں نہ صرف "اکبر اعظم" بلکہ ان کے "نورتنوں" کے کرتوت شامل تھے جب کہ زیر نظر کتاب میں صرف "مہابلی" کے "کارہائے نمایاں" ان کی سیاست میں آمد سے لے کر جلاوطنی تک' ملک دشمنی' اسلامی دشمنی' محسن کشی' حماقتوں اور سازشوں کی نقاب کشائی کی گئی ہے۔

امجد حسین

شریف خاندان کی سیاست میں پہلی سرمایہ کاری

میاں شریف نے 1960ء کی دہائی میں ایوب خان کی صنعتی پالیسی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے چھوٹے چھوٹے یونٹ لگانے کا سلسلہ شروع کیا اور چند ہی برس کے اندر وہ ملک کے معروف صنعتی گروپ کے مالک بن گئے۔ لیکن بھٹو دور میں جب نیشنلائزیشن کی بجلی کوندنا شروع ہوئی تو تمام بڑے کارخانہ داروں کو اپنے مال و زر کے نشیمن بچانے کی فکر لاحق ہوئی۔ نیشنلائزیشن کی چکی جب حرکت میں آئی تو گیہوں کے ساتھ گھن پسا۔ جہاں سہگل، آدم جی، ہارون اور ولیکا جیسے مگرمچھ قابو میں آئے وہاں اتفاق برادرز جیسے مینڈکوں کو بھی جان کے لالے پڑے۔ اس دور میں جب بیس بڑے خاندانوں کا چرچا تھا اس وقت شریف فیملی کا شمار وطن عزیز کے دو لاکھ بڑے خاندانوں میں بھی نہ ہوتا تھا۔

5 جولائی 1977ء کے بعد جنرل ضیاء الحق مرحوم اس ملک کے سیاسی منظر نامے پر بلاشرکت غیرے سیاہ و سفید کے مالک بن کر ابھرے۔ اس دور میں شریف فیملی جرنیلوں سے تعلقات قائم کرنے کے لئے زیرزمین اور بالائے زمین سرگرم عمل تھی۔ شبانہ روز جدوجہد اور "عرق آور مساعی" کے بعد وہ جنرل غلام جیلانی کے آستانے تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ دساوروں، تحفوں، ڈالیوں اور دعوتوں

نے کام دکھایا جنرل غلام جیلانی اور میاں شریف میں جانے انڈر ہینڈ کیا ڈیل ہوئی کہ ایک بے وقعت اور بے نام سے کاروباری خاندان نے اپنے ایک بے فکرے اور لاابالی نوجوان کو منظم انداز میں سیاست میں اتارنے کا فیصلہ کیا۔ اس نوجوان کا اسم گرامی تھا محمد نواز شریف' نواز شریف کے انتخاب کی وجہ ان کی شخصیت کی وہ خوبیاں تھیں جن میں سرفہرست ان کا ظاہری بھولپن اور معصومیت تھی لیکن اندر سے میاں نواز شریف "پورے....." تھے اور گھر میں بچپن سے ہی "گھنا" مشہور تھے۔ (یعنی جو اوپر سے کچھ اور اندر سے کچھ اور ہوتے ہیں۔)

نورانی میاں سے رابطہ

میاں شریف شروع سے ہی مذہبی رجحان کے حامل تھے اور مذہبی سیاسی جماعتوں اور مدرسوں کو بھاری چندے دیتے رہتے تھے جب 1976ء میں انتخابات کا اعلان ہوا تو میاں شریف سیاسی رخ دیکھتے ہوئے نواز شریف کو مولانا شاہ احمد نورانی کے پاس لے گئے اس وقت جمعیت علمأئے پاکستان اور مولانا شاہ احمد نورانی کی شخصیت سیاسی منظرنامے پر چھائی ہوئی تھی۔ میاں شریف اپنے "معصوم" سے بچے کو لے کر مولانا تک پہنچے اور ان کی خدمت میں حاضر کر کے کہا کہ اسے اپنی پارٹی کی طرف سے ٹکٹ عنایت فرما دیجئے۔ مولانا نورانی ان کی عاجزی اور انکساری سے بہت متاثر ہوئے اور ان تک میاں شریف کی دین داری کے قصے بھی پہنچ چکے تھے' انہوں نے ٹکٹ دینے کی حامی بھرلی' لیکن اٹھنے سے پہلے میاں شریف نے دو لاکھ روپے کا چیک "بطور خدمت و عنایت" مولانا کی خدمت میں پیش کیا۔ مولانا نے جب یہ اطوار دیکھے تو جلال میں آگئے اور غصے سے چیک اٹھانے کو کہا اور فرمایا "میں آپ کی سفید داڑھی

سے بہت متاثر ہوا تھا' لیکن آپ کی اس حرکت نے آپ کا پول کھول دیا آپ مجھے رشوت دینا چاہتے ہیں۔"

"نسخہ کیمیا"

1980ء کے عشرے کے ابتدائی سالوں میں نواز شریف تحریک استقلال لاہور کے خزانچی اور مجلس عاملہ کے رکن تھے۔ اس دور میں تحریک استقلال کے ایک مرکزی عہدے دار نے انہیں فوجی حکمرانوں کے نزدیک ہونے کا "نسخہ کیمیا" بتایا۔ یہ انتہائی دانشمندانہ اور پیداواری لائحہ عمل تھا۔ نواز شریف نے اس مختصر ترین اور آسان ترین لائحہ عمل پر حرف بحرف عمل کیا...... حسب ہدایت چند دنوں بعد وہ کشمیری برادری کے ایک اجلاس میں پہنچے۔ اجلاس کے دوران حسب روایت ایک مرکزی عہدے دار نے برادری کی فلاح و بہبود کے لئے چندہ کی اپیل کی تو نواز شریف نے یکدم کھڑے ہو کر 3 لاکھ کی خطیر رقم بطور چندہ دینے کا اعلان کر کے تمام حاضرین و سامعین اور معززین کو حیران و مبہوت کر دیا...... یہ چندہ نہیں تھا دراصل میدان سیاست میں مخصوص اہداف کے حصول کے لئے شریف فیملی کی "پہلی باقاعدہ سرمایہ کاری" تھی یا یوں کہہ لیجئے کہ پاور پالیٹکس میں یہ ان کی اولین انٹری تھی۔

اجلاس کے اختتام پر ان کی ملاقات بریگیڈیئر قیوم سے ہوئی۔ بریگیڈیئر قیوم اس نوجوان کی برادری کے ساتھ "محبت" اور "فیاضی" سے متاثر ہو چکے تھے۔ چندے کا بے خطا تیر سیدھا نشانے پر لگا...... نوجوان نے لوہا گرم دیکھا تو "موروثی ضرب" لگاتے ہوئے بریگیڈیئر صاحب کو اپنے گھر کھانے کی دعوت دی۔ یہ دعوت بارش کا پہلا قطرہ تھا۔ بعد ازاں تو دعوتوں کی موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ یاد رہے

کہ اس دور میں بریگیڈیئر قیوم گورنر جنرل غلام جیلانی خان کے دست راست اور نفس ناطقہ تھے۔ یہ نفس ناطقہ شریف فیملی کی گرفت میں آگیا تو پو بارہ ہوتے دیر نہ لگی۔ موصوف نے شریف فیملی کے اس "لکھ لٹ" نوجوان اور سربراہ کی ملاقات گورنر پنجاب غلام جیلانی سے کروا دی...... یوں ایک فوجی اور کاروباری خاندان رفتہ رفتہ ایک دوسرے کے اس حد تک قریب آگئے کہ معاملات من تو شدم تو من شدی کی منازل سے بھی کوسوں آگے بڑھ گئے........ گورنر غلام جیلانی خان حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھے...... یارباش قسم کے انسان تھے' جب کوئی ان کے حلقہ رفقاء میں داخل ہو جاتا تو اسے اپنا فیملی ممبر بنا لیتے۔ اس قسم کے فیملی ممبروں سے وہ میل جول' آمدورفت' گپ شپ' نشست و برخاست' طعام و کلام اور مکالمہ و مذاکرہ کا سلسلہ شروع کرتے ہوئے کسی قسم کی ہچکچاہٹ محسوس نہ کیا کرتے تھے۔ مرور ایام کے ساتھ کاروباری فیملی اور فوجی فیملی اس حد تک باہم شیروشکر ہو گئے کہ فوجی فیملی نے بھی اپنے ایک چشم و چراغ کو شکر کے کاروبار میں ان کا شریک کار بنانے کا فیصلہ کیا۔ جنرل جیلانی خان کی شفقتیں شریف فیملی پر پڑھنا شروع ہوئیں اور انہوں نے تحریک استقلال لاہور کے سابق خزانچی کو پنجاب کی ایک اہم اور پیداکاری وزارت کا قلم دان سونپ دیا۔ وزارت ملتے ہی نواز شریف نے تحریک استقلال سے اپنے دیرینہ تعلقات یک قلم ختم کر دیئے۔ بے چاری تحریک استقلال انہیں ڈھونڈتی رہی لیکن یہاں صورتحال کچھ اس قسم کی تھی....... نکل چکا ہے وہ کوسوں دیار حرماں سے...... اب نواز شریف کے دیوانوں سے کون پوچھے کہ کیا ان کے محبوب قائد نے 1983ء میں ایک چھوٹی سی وزارت کے حصول کے لئے اپنی "مادر سیاسی جماعت" سے بے وفائی اور اس کی قیادت سے طوطا چشمی نہیں کی۔ یا یہ بے وفائی اور طوطاچشمی لوٹا گردی کے زمرے میں شامل نہیں۔ مقام حیرت ہے کہ یہ شخص جس کے سیاسی عروج

کا نکتہ آغاز لوٹا گردی بنی اور جس نے چھانگا مانگا آپریشن کے دوران ''صنعت لوٹا سازی'' میں عالمی شہرت حاصل کی' بعدازاں وہ کس منہ سے اصولی اور نظریاتی سیاست کے بھاشن دیتا رہا۔

آل انڈیا کشمیری کانفرنس میں

مولانا نورانی سے مایوس ہو کر میاں شریف نئے سہارے تلاش کرنے لگے۔ اسی دوران انہیں معلوم ہوا کہ آل انڈیا کشمیری کانفرنس نام کی کوئی تنظیم بھی یہاں موجود ہے اور اس میں بہت با اثر افراد شامل ہیں تو میاں نواز شریف کو وہاں بھیجا جانے لگا۔ معروف صحافی خالد کاشمیری اپنی کتاب نواز شریف ''لاہور سے لانڈھی جیل تک'' میں تفصیل بتاتے ہیں مذکورہ کتاب میں ''اس'' کا صیغہ انہوں نے اپنے لئے استعمال کیا ہے۔ اس خبر کی اشاعت کے بعد نواز شریف اور ''اس'' میں دوستی ہو گئی اور معلوم ہوا ان کے خاندان امرتسر میں ہمسائے رہے ہیں اسی دوران کشمیریوں کی ایک تنظیم ''آل انڈیا کشمیری کانفرنس'' کی تنظیم نو کا فیصلہ ہوا۔ اس تنظیم کے صدر میاں امیر الدین اور سیکرٹری جنرل سابق وزیر قانون آزاد کشمیر ڈاکٹر سلام الدین نیاز تھے۔ اجلاس میں صادق بٹ بھی موجود تھے جو اپنے بھانجے نواز شریف کو ساتھ لائے تھے۔ کشمیری کانفرنس کے دفتری اخراجات کے حوالے سے بات ہوئی تو نواز شریف نے ایک ہزار روپے ماہوار چندہ دینے کی حامی بھرلی اور یہ چندہ بعد میں سالہا سال تک کانفرنس کے اہلکار میاں محمد شریف سے چیک کی صورت میں لے کر آتے رہے۔ بہرحال اس تنظیم کو فعال بنانے کی غرض سے نواز شریف کو ''اس'' کی کوششوں سے فنانس سیکرٹری بنا دیا گیا۔ اسی دوران ایک روز صادق بٹ ''اس'' کے گھر تشریف لائے اور چند لمحے توقف کے بعد بولے ''مجھے میاں شریف نے بلایا تھا ان کا کہنا ہے نواز

شریف کو سیاست میں آگے بڑھائیں ہمیں اب نواز کے لئے راستہ بنانا ہے۔" "مگر کیسے" اور کریدنے کے انداز میں' میں نے پوچھا نواز تو تحریک استقلال میں شامل تھے؟ صادق بٹ نے مسکراتے ہوئے کہا "بھئی اب تو مارشل لاء کے بعد سب کچھ ختم ہو گیا ہے آپ کانفرنس کا آئین بنا رہے ہیں جس روز آئین کی منظوری کے لئے جنرل باڈی کا اجلاس ہو گا اسی روز عہدیداروں کا بھی انتخاب ہو گا۔ آپ نواز شریف کو کسی بڑے عہدے پر لائیں۔ صادق بٹ کا خیال تھا نواز شریف کو صدر بنایا جائے۔ اس وقت کانفرنس کے صدر تحریک پاکستان کے ممتاز رہنما میاں امیر الدین تھے مگر "اس" کا کہنا تھا اگر نواز کو صدر بنا دیا گیا تو سیکرٹری جنرل کے لئے کوئی دوسرا آدمی تلاش کرنے میں دقت ہو گی۔ "اس" نے سوچ بچار کے بعد صادق بٹ کے مشورے سے فیصلہ کیا کہ نواز شریف کو سیکرٹری جنرل بنایا جائے۔ برانڈرتھ روڈ کے ویسٹرن ٹریڈرز کے میر علاؤ الدین کو صدر بنوا دیا جائے۔

تحریک استقلال میں

یہاں سے میاں نواز شریف کا حوصلہ بڑھا اور انہی دنوں ضیاء الحق نے ملک میں عام انتخابات کرانے کا اعلان کر دیا۔ ان دنوں افواہ گرم تھی کہ اصغر خان وزیر اعظم بن رہے ہیں۔ میاں شریف اور نواز شریف نے یہ سنا تو وہ خواجہ صفدر کے پاس پہنچے۔ جن کے اصغر خاں سے قریبی تعلقات تھے اور ان سے کہا کہ آپ ہمارا ان سے رابطہ کرائیں۔ یہ واقعہ اقبال احمد خان خواجہ صفدر کی زبانی سناتے ہیں۔

"میں نے خواجہ صفدر سے کہا آپ کی ان کے ہاں بڑی آمد روفت ہے۔ ان کے والد کے ساتھ آپ کی سلام دعا ہے۔ نواز شریف تحریک استقلال میں کیوں شامل

ہو گئے ہیں۔ خواجہ صاحب گئے اور انہوں نے آ کر مجھے بتایا کہ میں نے ان کے والد سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ایئر مارشل صاحب ہمارے پاس آئے تھے۔ انہوں نے کہا تھا کہ "میں ملک کا آئندہ وزیر اعظم بن رہا ہوں۔" ہم کاروباری لوگ ہیں ہم حکومت کے خلاف تو نہیں ہو سکتے۔ حکومت کے ساتھ رہنا ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم نے کہا ٹھیک ہے ہم آپ کی پارٹی میں شامل ہوتے ہیں۔ ہم نے انہیں اتنے لاکھ چندہ بھی دیا اور گوالمنڈی میں انہیں الیکشن بھی آفر کیا اور الیکشن کا خرچہ بھی ہم نے اٹھایا۔ نواز شریف نے کاغذات بھی داخل کئے لیکن الیکشن ہی ملتوی ہو گئے۔ جس پر ہم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے۔

گورنر جیلانی تک رسائی

جب یہاں سے رسوا ہوئے تو میاں شریف کو ایک نئی تحریک سوجھی چنانچہ انہوں نے گورنر جیلانی تک رسائی حاصل کرنے کے لئے صحافیوں کو اپنے ساتھ ملانا شروع کیا تاکہ وہ میاں نواز شریف کو پروجیکٹ کریں اور وہ گورنر کی نظروں میں آ جائیں۔ اس میں صحافیوں تک کیسے رسائی حاصل کی گئی اس سلسلہ میں معروف کالم نگار عبدالقادر حسن ایک واقعہ سناتے ہیں:-

"ایک رات مجھے فون آیا کہ میں نواز شریف بول رہا ہوں اور آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا آ جائیے وہ آئے اور کہا گورنر جیلانی کابینہ بنا رہے ہیں۔ میرے حق میں کالم لکھ دیجئے۔ آپ کے قلم میں بڑی طاقت ہے میں نے کہا وہ اپنی مرضی کے آدمی ہیں اور میں آپ کو جانتا نہیں بہرحال وہ مایوس ہو کر چلے گئے۔"

بہرحال خواجہ صفدر اور دیگر افراد کے تعلق سے ان کی رسائی گورنر جیلانی تک

ہو گئی اور میاں نواز شریف انہیں پسند آ گئے اور انہیں پنجاب کا وزیر خزانہ بنالیا گیا
یوں میاں شریف کی پندرہ سالہ پلاننگ کامیاب ہوئی اور میاں نواز شریف سرخرو ہوئے۔

میاں نواز شریف کی صوبائی وزارت خزانہ سے وزارت اعلیٰ تک کے ادوار کے کئی دلچسپ واقعات خالد کاشمیری نے اپنی کتاب نواز شریف ”لاہور سے لانڈھی جیل تک“ میں بڑی خوبصورتی سے بیان کئے ہیں:

مذکورہ کتاب کے مطالعہ سے بہت سے معاملات اور خصوصا” نواز شریف کی نفسیات کو سمجھنے میں خاصی مدد ملتی ہے۔

حماقتیں اور سازشیں

پاکستان کی بدقسمتی ہے کہ (محض ایک دو حکمران چھوڑ کر) اسے آج تک کوئی حکمران ایسا نہیں مل سکا جو عوام کا نبض شناس ہو اور قومی معاملات کو اولین ترجیح دیتا ہوں۔ ایک مخصوص اسٹیبلشمنٹ اپنے مفادات کے تحفظ اور فروغ کے لئے ایسے حکمران سامنے لاتی رہی ہے جو کونسلر بننے کے بھی قابل نہیں تھے۔ میاں نواز شریف کا تعلق بھی ایسے ہی طبقے سے تھا۔ جب ایسے افراد سامنے آجائیں جنہیں معاملات کی سوجھ بوجھ نہ ہو تو ان سے قدم قدم پر حماقتیں سرزد ہوتی ہیں اور اپنے اقتدار کو بچانے کے لئے ہمہ وقت سازشوں میں مصروف رہتے ہیں میاں نواز شریف کا بھی یہی وطیرہ رہا۔ معزول وزیراعظم میاں نواز شریف کی سیاسی تربیت نہیں ہوئی تھی‘ جب ان کی پہلی خبر اخبار میں چھپی تو ان کے کیا تاثرات تھے‘ آیئے معروف صحافی خالد کاشمیری کی زبانی سنتے ہیں:-

نواز شریف کی پہلی خبر

وہ تقریباً سوا دس بجے ایمپریس روڈ پر واقع ''اتفاق برادرز'' کے دفتر پہنچا۔ نواز شریف نے ''اسے'' دیکھتے ہی بے تابانہ انداز میں کہا ''شکر ہے آپ آ گئے۔'' ''مجھے بتا دیتے ہمارے فیصلے اور پروگرام کی خبر اخبار میں چھپے گی' لوگ مجھے مبارک بادیں دے رہے ہیں اور مجھے علم ہی نہیں۔'' نواز شریف کے چہرے پر انجانی خوشی کے تاثرات نمایاں تھے اتنے میں دروازہ کھلا اور ایک ملازم نے اخبار نواز شریف کے سامنے رکھتے ہوئے کہا ''جناب مبارک ہو سب کہہ رہے ہیں کہ مٹھائی کھانی ہے۔''

نواز شریف کا سرخ و سفید چہرہ دمک اٹھا اور ''خیر مبارک'' کہتے ہوئے اپنی نشست کے بائیں طرف میز کا دراز کھولا اور سو روپے کا سرخ نوٹ نکال کر ملازم کو دیتے ہوئے صرف اتنا کہا ''لیں کھالیں مٹھائی۔''

ملازم کے جانے کے بعد ''اس'' نے کثیر الاشاعت اخبار ''مشرق'' کی دو کالمی خبر نواز شریف کو پڑھائی جو ظفر علی خان میموریل کمیٹی کے اجلاس کے حوالے سے شائع ہوئی تھی۔ نواز شریف اپنے نام سے اپنی زندگی کی پہلی خبر شائع ہونے پر اس قدر خوش تھے کہ ان کے چہرے سے پھوٹنے والے تاثرات کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ وہ بار بار ''اس کا شکریہ ادا کر رہے تھے ان کا کہنا تھا ''آپ نے کمال کر دیا میں تو گھبرا گیا تھا۔''

نواز شریف کا سابقہ کردار

''اس'' نے نواز شریف کو ظاہری شکل و صورت ہی سے نہیں بلکہ باطن میں

بھی معصوم، سیدھا سادھا، بھولا بھالا، صاف گو پایا۔ ایک ایسا شخص جو دوستوں سے اپنی کسی کمزوری یا لاعلمی نہ چھپاتا ہو۔ جس چیز کے بارے میں وہ بے خبر ہو صاف لفظوں میں کہہ دینے والا یا اپنی لاعلمی دور کرنے کیلئے دوستوں سے رہنمائی لینے والا تھا۔ میاں نواز شریف نے میدان سیاست کے تقاضوں سے عہدہ براں ہونے کی خاطر دوستوں کی رہنمائی حاصل کرنے میں کبھی عار محسوس نہ کی۔ اس امر کا اظہار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ جب مارشل لاء دور میں پنجاب کے گورنر لیفٹیننٹ جنرل غلام جیلانی خان نے انہیں وزارت خزانہ کا قلمدان سونپا تو اس وقت نواز شریف کے سوائے "اس" کے کسی اور اخبار نویس سے راہ و رسم تو ایک طرف رہی جان پہچان تک نہ تھی۔ دو ایک مالکان اخبار کے میاں شریف سے مراسم تھے ان کے سوا کوئی اخبار نویس نہیں جانتا تھا کہ وزیر خزانہ نامزد ہونے والا نواز شریف کہاں سے آیا ہے؟

نواز شریف کی گھبراہٹ

جب نواز شریف پنجاب کے وزیر خزانہ تھے تو "اس کی ایک تصنیف "کل کی بات" کی تقریب رونمائی آواری ہوٹل میں منعقد ہوئی۔ مجلس شوریٰ کے چیئرمین خواجہ محمد صفدر کی صدارت تھی۔ نواز شریف اور وزیر قانون چودھری عبدالغفور مہمان خصوصی تھے۔ نواز شریف کے لئے یہ بات باعث مسرت تھی کہ ایک قریبی تعلق رکھنے والا صحافی دوست مصنف بھی ہے اسی وجہ سے نواز شریف نے دو تین بار ٹیلی فون کر کے اپنی خدمات پیش کیں۔

تقریب سے دو یوم قبل نواز شریف کے پرائیویٹ سیکرٹری مسٹر طاہر آئے انہوں نے پیغام دیا کہ کتاب کی تقریب رونمائی کے لئے تقریر لکھ دیں۔ یہ تقریر کل

شام تک مل جانی چاہیئے۔ اگلی صبح ابھی سورج بھی طلوع نہیں ہوا تھا کہ نواز شریف کا فون آیا اور پوچھا ان کیلئے تقریر لکھ دی ہے، حالانکہ ابھی تقریر نہیں لکھی گئی تھی۔ اس تقریر کے لئے "اس" نے اپنے عزیز ترین دوست ڈاکٹر مسکین علی حجازی کو ٹیلی فون پر درخواست کی، جنھوں نے تقریباً" دس بجے تقریر کا مسودہ بھجوا دیا۔

تقریب کے روز نواز شریف پون گھنٹہ پہلے ہی ہوٹل ہلٹن (جو بعد میں آواری ہوا) پہنچ گئے۔ اتنے میں ایک شخص آیا جس نے بتایا کہ خواجہ محمد صفدر ہوائی اڈے سے چنبہ ہاؤس پہنچ چکے ہیں۔ تھوڑی دیر میں آنے والے ہیں یہ سن کر نواز شریف نے کہا "کیوں نہ ہم خود جا کر خواجہ صاحب کو یہاں لائیں۔" "اس" نے حامی بھر لی۔ راستے میں نواز شریف نے بڑی لجاجت سے کہا "دیکھئے مجھ سے آج تقریر نہ کرائیے بڑے اچھے لوگ یہاں تقریر کرنے والے ہوں گے۔" "اس" نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ آپ مہمان خصوصی ہیں۔ نواز شریف اور "اس" کے مابین اسی بات پر بحث ہوتی رہی۔ اتنے میں چنبہ ہاؤس آ گیا۔ خواجہ صاحب بڑی تپاک سے ملے خواجہ صاحب کو نواز شریف ہی نے دروازہ کھول کر پچھلی نشست پر بٹھایا۔ ہوٹل پہنچے تو نواز شریف نے "اس" کی طرف اشارہ کر کے خواجہ محمد صفدر سے کہا "خواجہ صاحب آپ اس سے سفارش کر کے مجھے اجازت لے دیں ایک ضروری کام ہے۔" خواجہ صاحب نے اجازت نہ دی تو نواز شریف نے گڑگڑاتے ہوئے کہا "میری گزارش سنئے واقعی مجھے ایک انتہائی ضروری سرکاری کام یاد آ گیا ہے۔" خواجہ صاحب نے مجبوراً" اجازت دے دی۔ جاتے ہوئے نواز شریف نے "اس" کو سرگوشی کے سے انداز میں کہا " میں تقریر بھول آیا ہوں یہاں ماشاء اللہ اچھے لوگ آئے ہوئے ہیں میں کل صبح ملوں گا۔"

نواز شریف تقریر کرنے کے خواہاں تھے مگر عین موقع پر کنی کترانے کی وجہ یہ

تھی کہ ابھی ان میں یہ اعتماد پختہ نہیں ہوا تھا کہ وہ تقریر میں اچھا لہجہ اختیار کر سکے۔

صحافیوں سے تعلقات

نواز شریف کو وزارت خزانہ کے دور ہی میں یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ سیاسی میدان میں قدم جمانے کیلئے پریس سے مضبوط بنیادوں پر رشتہ استوار کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی مقصد کیلئے نواز شریف نے "اس" سے کہا "آپ تو ہیں ہی' میں چاہتا ہوں آپ کی وساطت سے کچھ اور اخبار نویسوں سے ذرا واقفیت ہو جائے۔" یہ کونسی مشکل بات ہے آپ اپنے محکمے کی کارکردگی یا کسی بھی موضوع پر پریس کانفرنس بلا لیں بہت سے دوست آ جائیں گے" نہیں نہیں ایسے نہیں میں چیدہ چیدہ اخبار نویس چاہتا ہوں جو اعتماد کے آدمی ہوں۔ "اعتماد سے کیا مراد؟" "اس" نے پوچھا۔ "مطلب یہ کہ اچھے لوگ ہوں آپ کے بھی اچھی طرح جاننے والے ہوں کبھی کبھار ان سے گپ شپ ہوا کرے۔" نواز نے گھبرا کر جواب دیا۔ "میں چاہتا ہوں ہر اخبار میں ایک اچھا رپورٹر جاننے والا ہو آپ کا کیا خیال ہے۔" اس کے تین چار یوم بعد "اس" نے چند ایک ملنے والے اخبار نویسوں کو سیکرٹریٹ میں صوبائی وزیر خزانہ میاں نواز شریف کے کمرے میں ملنے کی ہدایت کی۔ نواز شریف نے اس موقع پر کئی ایک اخبار نویسوں اور ان کے اخباروں کے نام اور ٹیلی فون نمبر نوٹ کئے' یوں ان سے براہ راست ٹیلی فون پر رابطہ شروع کر دیا۔ چند ہفتوں کے بعد ان میں سے بعض نے نواز شریف سے اس طرح تعلقات کی گرہ لگائی کہ جیسے "جڑواں دوست" ہوتے ہیں اور پھر وہ وقت بھی آ گیا کہ نواز شریف نے ان راہوں کے اسرار و رموز جان کر بعض اخباروں کے نیوز ایڈیٹروں سے بھی راہ و رسم بڑھا لی اور "اس" نے بارہا ایسے گفٹ پیکٹوں کا نظارہ کیا جو ان کی طرف سے اقتدار کے بعد قریب ہونے والے اخبار نویسوں کو بھجوائے جاتے تھے۔

پہلی تقریر میں ہی گھپلا

10 اپریل 1985ء کی شام نواز شریف جنرل غلام جیلانی کی مہربانیوں سے پنجاب کے وزیر اعلیٰ منتخب ہو گئے مراتب علی شیخ کو ان کا پبلک ریلیشنز آفیسر مقرر کیا گیا۔ اسی روز نواز شریف نے اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ حاصل کیا اور تقریر کی۔ "اس" نے بھی حسب سابق اسمبلی کے اجلاس کی رپورٹنگ کی۔ رات نو بجے کا وقت ہو گا کہ مراتب علی شیخ کا فون آیا اور کہا کہ نواز شریف کی تقریر کی خبر میں اقلیتوں کے حوالے سے دو تین سطریں شامل کر لوں۔ "اس" نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ نے نواز شریف کو بتانا تھا کہ اسمبلی کی کارروائی میں ردو بدل نہیں کیا جا سکتا ہے البتہ یہ تو کیا جا سکتا ہے کہ اس خبر کو نمایاں جگہ دی جائے کہ میاں نواز شریف نے وزارت اعلیٰ کا عہدہ سنبھالنے کے بعد اپنے پہلے بیان میں یہ کہا ہے مگر اس بیان کو اسمبلی کی تقریر کا حصہ بنانا میرے بس کی بات نہیں۔"

"نہیں نہیں ان کا اصرار ہے کہ اسمبلی کی تقریر میں اسے شامل کریں پھر میاں صاحب نے تو خاص طور پر آپ کا نام لے کر یہ لکھانے کو کہا تھا۔"

"مگر مجھ سے ایسا نہیں ہو گا" "اس" نے دو ٹوک الفاظ میں جواب دیا۔ چند منٹ بعد محکمہ اطلاعات کے ایک اسسٹنٹ ڈائریکٹر کا فون آ گیا۔ انہوں نے بھی یہی بات دہرائی۔ تھوڑی دیر بعد پھر محکمہ اطلاعات کے ایک افسر کا فون آ گیا۔ اگلے روز صرف "نوائے وقت" میں "اس کی" "ہٹ دھرمی" کی وجہ سے خبر شائع نہ ہو سکی جبکہ صوبے بھر میں انگریزی اخبارات سے لے کر اردو اخبارات کے متعلقہ اخبار نویسوں نے میاں نواز شریف کی خوشنودی طبع کی خاطر صحافتی اقدار کو دفن کر دیا ایک

اخبار کی ضمنی سرخی تھی ''عوام کے مسائل مجھ تک پہنچنے سے پہلے حل کر دیئے جائیں گے، اقلیتوں کے مسائل حل کروں گا۔'' نواز شریف صحافت کے دیانتدارانہ اصولوں کی اس طرح دھجیاں بکھر جانے پر ''اسے'' صدمہ پہنچا اور 10 اپریل 1985ء کو ایوان میں ہونے والی کارروائی کی لفظ بہ لفظ سرکاری تحریری رپورٹ کی نقل حاصل کر لی۔ اس میں فسانے کا ایک لفظ بھی میاں نواز شریف کی زبان سے ادا نہیں ہوا تھا۔ جسے نواز شریف نے محکمہ اطلاعات کی وساطت سے خواہش کے مطابق اپنی تقریر کا جعلی حصہ بنایا تھا۔

نواز شریف کی عادات

نواز شریف کو بکرے کے گوشت کی بریانی، ساگ گوشت، میٹھی پالک بہت پسند تھی۔ شادمان میں ان کے ایک قریبی دوست انہیں بریانی ساگ کی دعوت پر مدعو کیا کرتے تھے۔ نواز شریف بریانی ساگ ہمیشہ ہاتھ سے کھاتے، میزبان چمچ دیتے تو برملا کہتے کہ جو مزہ بریانی کا ہاتھوں سے کھانے میں ہے وہ چمچے سے نہیں۔

نواز شریف کو پڑھنے سے خوف آتا تھا۔ اپنی خبر کے سوا کوئی دوسری خبر پوری نہ پڑھا کرتے۔ معلومات بالخصوص تاریخی باتوں کو جاننے کیلئے پڑھنے پڑھانے کی بات ہوتی تو گفتگو کا رخ کسی دوسری طرف موڑ دیا کرتے۔ نواز شریف جب پنجاب کے وزیر اعلیٰ بنے تو انہیں اس وقت تک کچھ علم نہ تھا کہ ملک میں کون کون سی دینی یا سیاسی جماعت سرگرم عمل ہے ان کے سربراہوں کے کیا نام ہیں۔ انہیں صرف تحریک استقلال اور اس کے کچھ رہنماؤں کے نام آتے تھے۔ وہ بھی اس لئے کہ 1977ء کے انتخابات میں ان کو تحریک استقلال کے کوٹے سے قومی اتحاد کی طرف سے صوبائی اسمبلی کا ٹکٹ دیا گیا تھا۔ وہ کچھ عرصہ اس جماعت میں شامل بھی رہے تھے۔

"پرنس منسٹر" کا انداز حکمرانی

نواز شریف جب تک وزیر اعلیٰ رہے انہوں نے صوبے کے بڑے سے بڑے عہدے پر تعینات پھنے خان قسم کے افسروں کو اپنے مخصوص انداز حکمرانی سے باور کرا دیا کہ وہ "نواز شریف" کی خوشنودی حاصل کئے بغیر ملازمت میں نہیں رہ سکیں گے۔ اس راہ میں رکاوٹ بننے والے تمام ضابطوں' اصولوں اور روایات کی نواز شریف نے دھجیاں اڑا کر رکھ دیں ویسے بھی نواز شریف بوجوہ گورنر پنجاب لیفٹیننٹ جنرل (ر) غلام جیلانی خان کے لاڈلے تھے جس کا انہوں نے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔

نواز شریف پنجاب کے پہلے وزیر اعلیٰ تھے۔ جنہوں نے پنجاب سول سیکرٹریٹ میں بیٹھنے میں جھجک محسوس کی۔ وہ ایک ایسا سیکرٹریٹ چاہتے تھے جس کا تمام سیٹ اپ ان کی مرضی کے عین مطابق ہو اور اس میں من مانیاں کرنے میں آزاد ہو۔ لہٰذا نواز شریف نے وزیر اعلیٰ ہاؤس واقع کلب روڈ کو اپنا دفتر بنا لیا اور سول سیکرٹریٹ تو جانا ہی چھوڑ دیا۔ وسیع و عریض بنگلے کے ارد گرد کی کئی ایک بڑی بڑی کوٹھیوں کو انہوں نے خالی کرا کے اپنے سیکرٹریٹ کے عملے کے دفاتر بنا دیئے۔ ذاتی عملے میں لمبا چوڑا اضافہ کیا چند ماہ بعد نواز شریف نے اپنے سیکرٹریٹ میں بالکل ایسا ماحول قائم کر کی صنعتی ایمپائر کے دفاتر میں تھا۔

میاں نواز شریف کی وزارت اعلیٰ کے دوران پنجاب کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک کسی بھی سرکاری یا نیم سرکاری دفتر کی کوئی ایسی خالی آسامی نہیں تھی جس کو پر کرنے کیلئے متعلقہ دفتر کے کسی مجاز افسر کے حق کو برقرار رکھا گیا ہو۔ ادنیٰ سے اعلیٰ ہر سطح کے ملازم کا تقرر وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کلب روڈ سے ہوا کرتا

تھا اور ایسی تمام تقرریاں اور تبادلے نواز شریف کے عزیز و اقارب' احباب اور قریبی دوستوں کی سفارش اور مخصوص مفادات کی بنیاد پر ہوا کرتی تھیں۔ وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ اس عرصے کے دوران ایک ایسا مرکز بنا رہا جہاں نوکریاں بٹتیں اور رہائشی و کمرشل بیش قیمت پلاٹوں کی بندر بانٹ ہوتی رہی۔ پنجاب میں تعینات کوئی ایسا افسر نہیں ملے گا' جس کو قیمتی رہائشی آبادیوں میں پلاٹ نہ دیا گیا ہو' اس دور کا ریکارڈ گواہ ہے جو افسر بھی وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ میں تعینات رہا اس کو اور اس کے خاندان کے لوگوں کو نواز شریف نے محض اس لئے پلاٹ دیئے کہ وہ ان کی وفاداری کا دم بھرتے رہیں۔ ارکان صوبائی و قومی اسمبلی کے ایسے لاتعداد ارکان کو بھی سیاسی رشوت کے طور پر پلاٹ دیئے گئے جو لاہور کے رہائشی نہیں تھے۔ ان میں سے اکثر نے پلاٹ بھاری نرخوں پر فروخت کر دیئے۔ نواز شریف کے دوستوں کا ایک حلقہ انہیں "پرنس منسٹر" کے نام یاد کرتا تھا۔

حسن پیرزادہ کی رہنمائی

سید حسن پیرزادہ' نواز شریف کے لئے مکمل سیاسی رہنما کی حیثیت رکھتے تھے جنہوں نے نواز شریف کو مسند اقتدار پر رہ کر نچلے اور متوسط طبقے کے لوگوں کے دل جیتنے کے اسرار و رموز سے آگاہ کیا۔ پیرزادہ صاحب خود بھی متوسط نچلے طبقے سے تھے۔ انہوں نے بڑے بڑے معروف مزدور رہنماؤں کو نواز شریف کے حمایتی گروپ میں لانے کیلئے اہم کردار ادا کیا۔ پیرزادہ نے وزیر اعلیٰ نواز شریف پر زور دے کر محنت کشوں کیلئے 3 مرلہ سکیم منظور کرائی۔ پہلی رہائشی سکیم لاہور کے قریب فیروزپور روڈ پر نشتر ٹاؤن کے نام سے معروض وجود میں آئی۔ اس سکیم میں حسن پیرزادہ نے ذاتی مساعی سے معروف رہنماؤں میں سے چیدہ چیدہ کو وزیر اعلیٰ کی طرف سے رہائشی پلاٹ

مہیا کیئے بعض کو حکومتی خرچ پر مکانات بھی تعمیر کروا کر دیئے۔

نواز شریف حسن پیرزادہ پر اندھا اعتماد کرتے تھے۔ وکلاء میں نواز شریف کے حامی گروپ کی تشکیل کا مشورہ بھی ان کا تھا اوز اس میں ”اس“ کو بھی شامل کیا گیا۔ ”اس“ نے جسٹس ریٹائرڈ ذکی الدین پال کے چیمبر کے ایک دوست کو نواز شریف سے ملوا دیا۔ وہ مسلم لیگ وکلاء محاذ میں تھوڑا عرصہ ہی ایکٹو رہے، کچھ عرصے بعد حکومت نے فوری انصاف کی خصوصی عدالتیں بنانے کا فیصلہ کیا تو متذکرہ دوست کی خواہش پر ”اس“ نے نواز شریف سے سفارش کی اور وکلاء محاذ کے اسی ”ایکٹو“ وکیل کو فوری انصاف کی خصوصی عدالت کا جج بنا دیا گیا۔

عام انتخابات کی ایک انتخابی مہم کے دوران پیپلز پارٹی کا ایک جلسہ بیرون موچی دروازہ ہوا۔ بینظیر نے بھی اس سے خطاب کیا۔ محتاط اندازے کے مطابق بیس سے پچیس ہزار افراد شریک ہوئے تھے ”اس“ نے کہا، پچیس ہزار نواز شریف نے زور دے کر تجویز دی کہ خبر میں پانچ یا چھ ہزار لکھیں اور آپ یہ بھی لکھیں کہ جو لوگ شریک تھے وہ بھی ”نان سیریس“ تھے اور جب بینظیر تقریر کر رہی تھیں تو لوگ جلسے سے اٹھ کر جانا شروع ہو گئے۔ ”اس“ نے کہا میرا خیال ہے اس قسم کے خیالات سے متعلق عبارتی بیان لکھوا دیں جو آپ کے نام سے شائع کر دیں گے لمحہ بھر توقف کے بعد نواز شریف انتہائی رازداری سے بولے اس جلسے کو گول ہی کر دیں۔

”یہ کون سی جماعت ہے؟“

ایک دن نواز شریف نے ”اس“ کو گھبراہٹ میں وزیر اعلیٰ ہاؤس بلوایا اور کہا تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کا ایک جلوس سول سیکرٹریٹ کے مین گیٹ کے سامنے آیا ہوا ہے - پولیس نے اس کو اندر آنے سے روکا ہوا ہے۔ اتنے میں فون آگیا اور پھر ذرا

ٹھہریئے کہہ کر گویا ہوئے۔ ڈی آئی جی خود سول سیکرٹریٹ کے صدر دروازے پر پولیس فورس کے ساتھ موجود ہیں۔ آپ کو میں نے بلایا ہے کہ مجھے علم نہیں کہ جس جماعت کا جلوس ہے وہ کیا ہے اور اس کے مطالبات وفاقی حکومت سے تعلق رکھتے ہیں یا صوبے کی حکومت سے؟ ''اس'' نے مشورہ دیا کہ آپ حکم دیں تشدد یا لاٹھی چارج نہیں ہونا چاہئے۔ وزیر اعلیٰ صاحب خود آپ کے پاس آنا چاہ رہے تھے، مگر میٹنگ میں مصروف ہیں۔ ایک دس رکنی وفد وزیر اعلیٰ ہاؤس آ کر انہیں مل لے۔ نواز شریف کی بہت بڑی پریشانی دور ہو گئی اور ''اس'' نے سمجھانے کے انداز میں کہا جس طرح مسلم لیگ، تحریک استقلال اور جماعت اسلامی وغیرہ جماعتیں ہیں اسی طرح تحریک نفاذ فقہ جعفریہ بھی ایک جماعت ہے۔

''تنخواہ نہیں لیں گے''

نواز شریف وزیر اعلیٰ منتخب ہوئے تو ''اس'' نے پہلا انٹرویو کرنے کیلئے وقت لیا۔ انٹرویو کے دوران شہباز شریف بھی آ گئے۔ چند لمحے تو خاموشی سے کھڑے رہے۔ پھر اچانک تیز تیز لہجے میں کہنے لگے اور یہ بھی لکھئے کہ میاں صاحب تنخواہ نہیں لیں گے۔ نواز شریف رک رک کر جواب دے رہے تھے۔ انہوں نے ہاتھ سے خاموش رہنے کا اشارہ کیا میاں شہباز شریف نے پھر تیز لہجے میں بات دہرائی تو ''اس'' نے کہا فکر نہ کریں لکھ لیا ہے نہیں نہیں یہ ضرور لکھنا ہے بھائی صاحب کی طرف سے کہ میاں صاحب تنخواہ نہیں لیں گے اور اپنی گاڑی استعمال کریں گے نواز شریف نے بات کاٹتے ہوئے کہا شہباز تم جاؤ مجھے بات کرنے دو۔ یہ میں نے کہہ دیا ہے۔ شہباز شریف کی عادات اپنے بڑے بھائی سے مختلف تھیں شہباز شریف ٹیلی فون پر اپنے حاشیہ بردار اخبار نویسوں کو ہدایات دیتے رہتے تھے۔ آہستہ آہستہ انہیں معلوم

ہوا بڑے اخبارات کے ادارتی صفحات کے انچارج کام کی چیز ہیں اور اپنے نام سے مضمون بھی شائع کرائے جا سکتے ہیں۔ ایسے صحافیوں کو بھی رہائشی پلاٹوں کی مار ماری گئی۔



ضیاء الحق سے تعلقات اور مسلم لیگ میں شمولیت

پاکستان مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری اقبال احمد خان میاں نواز شریف کی مسلم لیگ میں شمولیت اور ضیاء الحق سے تعلقات کی تفصیل بتاتے ہیں:

سوال: آپ نے کہا ہے کہ "جنرل ضیاء الحق" نے نواز شریف وغیرہ کو اس بات پر لگایا تھا کہ یہ پارٹی نہ بنے۔" پھر تو خود نواز شریف بھی مسلم لیگ میں آ گئے' بلکہ اس کے صوبائی صدر بھی بنے۔ یہ کیسے ہوا؟

جواب: شروع میں جب ہم نے فیصلہ کیا تو چودھری شجاعت حسین اور پرویز الٰہی مجھے ملے لاہور ایئرپورٹ پر میں آ رہا تھا سکھر سے' جا رہا تھا اسلام آباد۔ رستے میں دو تین گھنٹے کا سٹاپ تھا۔ یہ کہنے لگے' نواز شریف صاحب مسلم لیگ میں شامل نہیں ہوتے۔

انہیں آپ چل کر منائیں۔ میں نے کہا' نہیں شامل ہوتے تو نہ ہوں۔ وہ جانیں اور محمد خاں جانیں۔ یہ دونوں بھائی مجھے زبردستی لے گئے نواز شریف کے گھر' شام کو کوئی پانچ' ساڑھے پانچ' چھ بجے کا ٹائم تھا۔ فلائٹ میری جانی تھی اسلام آباد ساڑھے آٹھ بجے۔ یہ بھی دونوں ساتھی تھے۔ بہتیرے آرگو مینٹ دیئے۔ نواز شریف نے کہا کہ اول تو پارٹی بنانی نہیں۔ اگر بنانی ہے تو میں نئی پارٹی کا نام دیتا ہوں۔ کیوں کہ پریزیڈنٹ ضیاء الحق بھی نہیں مانتے تھے پارٹی کو۔ میں ناکام ہو کے واپس اسلام آباد چلا گیا۔ میں نے جا کے جونیجو صاحب کو بتایا کہ وہ تو نہیں مانتے پارٹی۔ پنجاب کے سارے منسٹر ماتحت ہیں ان کے۔ وہ نہیں مانیں گے تو چٹھہ (حامد ناصر) بھی نہیں مانیں گے۔ مجھے پوچھنے لگے جونیجو صاحب کہ آپ کے خیال میں وجہ کیا ہے؟ میں نے کہا' میرا خیال ہے کہ وہ کچھ گارنٹیاں مانگتے ہوں گے کہ میں چیف منسٹر رہوں اور پنجاب مسلم لیگ کا صدر مجھے کہتے ہیں جونیجو صاحب کہ آپ دے دیں گارنٹی۔ میں نے کہا' میں کون ہوں گارنٹی دینے والا۔ ناصر چٹھہ پاس بیٹھے تھے۔ یہ دونوں وزیر رہے ہیں مارشل لاء میں' پنجاب میں۔ وزیر خزانہ تھے نواز شریف۔ وزیر تعلیم و صحت ہوتے تھے' چٹھہ' چٹھہ صاحب نے کہا کہ میں مناتا ہوں انہیں۔ ٹھیک ہے جائیں منائیں۔ چٹھہ صاحب چلے گئے۔ میں جب فارغ ہو کے باہر نکلا تو چٹھہ صاحب برآمدے میں کھڑے تھے۔ میں نے کہا' آپ گئے نہیں۔ کہتے ہیں' آپ میرے ساتھ چلیں۔ میں نے کہا' میں کیوں جاؤں۔ میں نے تو جونیجو صاحب کو جواب دے دیا ہے۔ خیر انہوں نے میری منت کی کہ آپ بھی ساتھ چلیں۔ اکٹھے چلتے ہیں۔ میں نے کہا' میں نہیں جا سکتا۔ لمبی بحث ہوئی۔ میں نے کہا' آپ جا کے گفتگو شروع کریں۔ میں رات نو بجے کی فلائٹ پر آؤں گا۔ میں لاہور رات دس بجے پہنچا تو چٹھہ صاحب ایئرپورٹ پر کھڑے تھے۔ میں نے کہا' سنائیں کیا گفت و شنید ہوئی۔ کہتے ہیں' کوئی گفت و شنید نہیں کی۔ ان کے

ساتھ ٹائم مقرر کر لیا ہے رات ساڑھے دس بجے کا۔ بات جا کے آپ نے کرنی ہے۔ میں نے کہا' وزیراعظم کو گارنٹی آپ دے کے آئے ہیں' میں تو نہیں۔ کہنے لگے' نہیں نہیں چلیں۔ میرے بھائی ہیں آپ۔ خیر میں چلا گیا ان کے ساتھ۔ ہم رات ایک بجے تک نواز شریف کے ساتھ مغزپچی کرتے رہے' وہ نہیں مانے۔ کہتے تھے' مسلم لیگ کیا ہے؟ مطلب مسلم لیگ کے متعلق اچھے الفاظ نہیں استعمال کیئے۔

سوال: اسے مردہ گھوڑا کہا ہو گا۔ کیوں کہ تب لوگ یہی کہتے تھے۔

جواب: پتہ نہیں۔ مجھے یاد نہیں۔ جونیجو صاحب نے مسلم لیگ کے سلسلے میں فیصلہ کرنے کے لئے اگلے دن سویرے آنا تھا۔ میں نے حامد ناصر چٹھہ سے کہا' یار انہیں ٹیلی فون کر دیں کہ وہ نہ آئیں۔ وہ جو سویرے آگئے خالی ہاتھ جائیں گے۔ رولا زیادہ پڑے گا۔ چٹھہ کہنے لگے' نہیں نہیں آنے دیں۔ وزیراعظم ہے' آوے' آوے' آوے۔ اس کا کیا ہے۔ خیر' ہم ایک بجے رات مایوس ہو کر وہاں سے نکلے۔ جنرل جیلانی (گورنر پنجاب) کو پتہ چلا تو انہوں نے نواز شریف کو منایا۔ مجھے جنرل جیلانی نے کہا کہ جونیجو صاحب جب آئیں تو انہیں کہنا کہ وہ آدھا گھنٹہ نواز شریف سے اکیلے میں مل لیں۔ میں نے کہا' اچھا۔ جونیجو صاحب ایئرپورٹ پر اترے۔ میں نے ان کے کان میں کہا کہ انہیں آپ اکیلے میں مل لیں۔ چنانچہ جونیجو صاحب کی نواز شریف کے ساتھ اکیلے میں ملاقات ہوئی۔ نواز شریف رضامند ہو گئے۔ گورنر ہاؤس میں میٹنگ ہوئی تو سارے ایم پی اے صاحبان نے مسلم لیگ کے فارموں پر دستخط کر دیئے۔ اس طرح یہ مسلم لیگ میں آئے۔

سوال: محمد خاں جونیجو اور نواز شریف کی اکیلے میں کیا بات ہوئی' کیا طے پایا؟

جواب: نہ میں نے پوچھا کیا کل بات ہوئی ہے' نہ جونیجو صاحب نے مجھے بتایا۔ قیاس میرا یہ ہے کہ جونیجو صاحب نے گارنٹی دی کہ جتنی دیر اسمبلی رہے گی آپ چیف منسٹر

رہیں گے۔ اور پنجاب مسلم لیگ کے صدر بھی آپ ہی رہیں گے۔ اس طرح میاں نواز شریف مسلم لیگ میں شامل ہوئے اور اب سعودی عرب میں رہتے ہوئے بھی اس کی صدارت چھوڑنا نہیں چاہتے اور سازشوں میں مصروف ہیں۔

نواز شریف کا انداز سیاست

اقبال احمد خان میاں نواز شریف کی کینہ پروری اور انداز سیاست کا پردہ چاک کرتے ہوئے بتاتے ہیں:

میں لاہور سے فیصل آباد چلا گیا' بلکہ لاہور میں گیا پرویز الٰہی وراں دے گھر۔ یونہی۔ بغیر کسی پروگرام کے۔ او جناب ان کے گھر کوئی بھی ناں۔ اس کا باپ مجھے ملا' پرویز الٰہی کا' چودھری منظور۔ میں نے انہیں پوچھا کہ پرویز کہاں ہے۔ انہوں نے جواب دیا' گجرات گیا ہوا ہے۔ ہمارے ملک میں قانون ہے گا اے کہ وزیر اعظم کہیں جائے اور جس محکمے کا کام ہو اس محکمے کا وزیر وہاں ہوتا ہے۔ محمد خاں جونیجو صاحب نے پلاٹ بانٹنے تھے فیصل آباد میں۔ یہ لوکل باڈیز کا محکمہ تھا۔ اس کا (صوبائی) وزیر تھا پرویز الٰہی۔ جب اس کے باپ نے کہا کہ پرویز گجرات گیا ہوا ہے' میں نے کہا' اس نے فیصل آباد نہیں جانا۔ اس نے کہا' پتہ نہیں۔ میں کوئی عجیب سے چکر میں پڑ گیا۔ میں نے چودھری منظور سے کہا' خیر ہے۔ طبیعت ٹھیک ہے۔ وہ کہنے لگے' دعا کرو اللہ خیر کرے۔ میری جانے بلا کہ یہ وزیر اعلیٰ بننے کے چکر میں پھر رہے ہیں۔ خیر' میں آ گیا۔ فیصل آباد چلا گیا۔ پرویز الٰہی بھی فیصل آباد تھا۔ سمندری مجھے ملا جلسے کے باہر۔ سٹیج پر اس نے شکایت کی تھی کہ نواز شریف ہمارے ساتھ یہ کر رہا ہے' وہ کر رہا ہے۔ بڑی شکایتیں کیں سٹیج پر کھڑے کھڑے' جلسے کے بعد۔

سوال: جلسے کے بعد' آپ کے ساتھ یا جونیجو صاحب کے ساتھ۔

جواب : نہیں جونیجو صاحب کے ساتھ نہیں۔ مجھ اکیلے کے ساتھ۔ پتہ نہیں جونیجو صاحب کو پتہ ہو گا کہ نہیں ہو گا۔ مجھے اس کا پتہ ہی نہیں کہ یہ نواز شریف کو الٹنے کے چکر میں ہیں۔ میں نے کہا' پرویز کسی سے بات نہ کرنا۔ بات بڑھ گئی' یہ کام خراب نہ ہو جائے۔ واپس آ گئے فیصل آباد۔ چناب ریسٹ ہاؤس میں میں نے جونیجو صاحب سے کہا کہ یہ صورت حال ہو رہی ہے۔ پرویز کی لڑائی ہو رہی ہے نواز شریف کے ساتھ۔ جونیجو صاحب کہتے ہیں کہ آپ کے خیال میں وجہ اس کی کیا ہے۔ میں نے کہا' جی وجہ اس کی یہ ہے کہ نواز شریف کسی کو گھاس ہی نہیں ڈالتے۔ انہوں نے کسی وزیر کو کوئی اختیار ہی نہیں دیا۔ وہ سارا کام خود کرتے ہیں۔ ظاہر ہے پھر وزیروں کبیروں کو شکایت تو پیدا ہوں گی۔ لوگ ان کے پاس جاتے ہیں کام کروانے' آگے وزیروں کے اختیار میں کچھ نہیں ہوتا۔ لوگ انہیں گالیاں دیتے ہیں۔ جونیجو صاحب کہنے گے' اس کا اپا کرنا چاہئے۔ میں نے کہا' ٹھیک ہے چل کے بات کرتے ہیں۔ ہم لاہور آ گئے۔

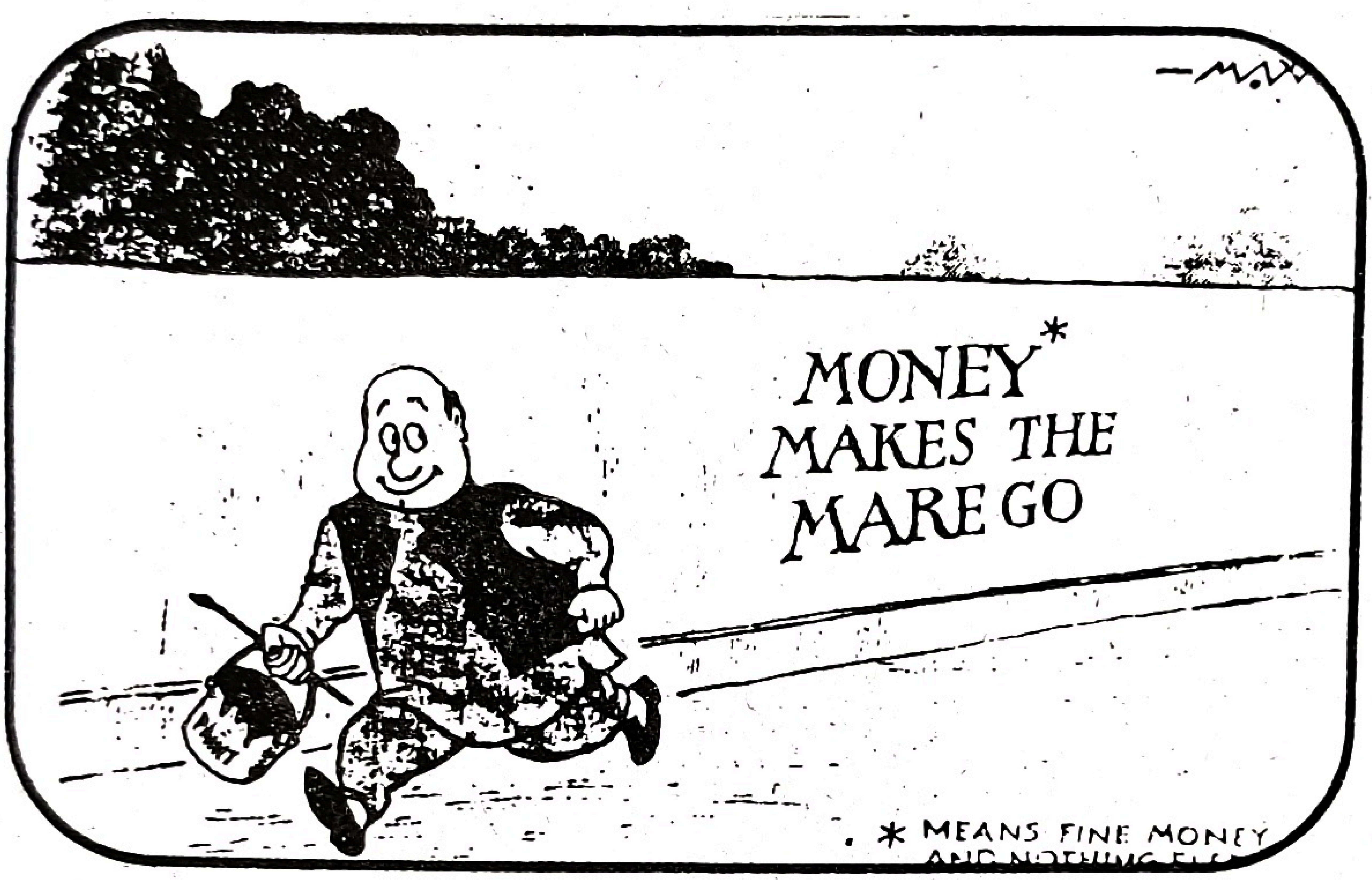
سوال: نواز شریف کے خلاف صرف پرویز الٰہی نہیں تھے اور بھی کئی وزیر وغیرہ تھے۔

جواب : اس وقت نواز شریف کے خلاف محاذ آرائی کی تھی یوسف رضا گیلانی' نصراللہ دریشک' پرویز الٰہی میاں آصف اور ادھر سے یہ رفیق نہیں ایک لغاری ہوتا تھا۔

سوال : رفیق حیدر لغاری' رحیم یار خاں کا۔

جواب : رفیق حیدر لغاری' رحیم یار خاں کا۔ انہوں نے بغاوت کی تھی نواز شریف کے خلاف۔ او جناب' محمد خاں جونیجو صاحب نے ان تینوں چاروں کو بلا لیا۔ اس دن ولیمہ تھا جسٹس اسلم ریاض حسین کے بیٹے کا پروگرام یہ بنا کہ ولیمہ اٹینڈ کر کے ہم سارے چلے جائیں گے اسلام آباد' وزیر اعظم کے ساتھ ان کے جہاز میں بیٹھ گئے۔ میں نے اپنا سامان باندھا اور اپنے پرائیویٹ سیکرٹری کو دے دیا کہ تو چل۔ میں کوئی آٹھ دس دن

بعد آیا تھا سندھ کا دورہ شورہ کر کرا کے، مسلم لیگ کے چکر میں۔ میں نے اپنے سیکرٹری سے کہا کہ تو یہ بیگ وغیرہ ساتھ لے جا۔ چنانچہ میں چیک آؤٹ بھی کر گیا۔ وہاں میرے پاس کچھ بندے آ گئے مجھے ملنے والے، درخواستیں لے کے، میں نے کہا، چنبہ ہاؤس چلو۔ وہاں ڈرائنگ روم میں بیٹھتے ہیں۔ اور کوئی جگہ نہیں۔ کمرہ میں نے چھوڑ دیا ہے۔ وہاں چلے گئے۔ وہاں وائرلیس میسج آیا کہ وزیراعظم نے مجھے طلب فرمایا ہے۔ ڈھونڈتے ڈھانڈتے مجھے وہ لے گئے گورنر ہاؤس۔ جونیجو صاحب نے مجھے کہا کہ حالات تو ہو گئے خراب۔ اب کیا کریں۔ میں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ نئی نئی ہم نے مسلم لیگ بنائی ہے۔ کام ابھی سٹارٹ نہیں ہوا۔ یہ لڑ پڑے ہیں آپس میں۔ ہم ہو



جائیں گے تباہ۔ ان کی صلح کرائیں۔ ان کی لڑائی نہ ہونے دیں۔ نواز شریف کو سمجھائیں اور انہیں بھی سمجھائیں کہ یہ کام نہ کریں۔ ان کے پاس بیٹھے تھے یاسین وٹو۔ یاسین وٹو جونیجو صاحب کے خاص تعلق والے تھے، کیوں کہ دونوں ایوب خاں کے وزیر رہے تھے۔

سوال: صوبائی وزیر، صوبہ مغربی پاکستان میں۔

جواب: وہ ان کا ایک رشتہ تھا۔ اس کے سامنے باتیں ہوئیں۔ میں نے کہا' بات کو بڑھاؤ نہیں' نبیڑو۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ بعد میں نواز شریف نے ہماری ایسی تیسی پھیرنی ہے۔ ورنہ اس وقت تو اس کا معاملہ مک گیا تھا۔ کیوں کہ پیر پگاڑا پیچھے ہو تو محمد خاں جونیجو کیسے ناں کر سکتے تھے۔ میں نے محمد خاں کو قائل کر لیا کہ کچھ نہیں کرنا۔ چنانچہ محمد خاں جونیجو نے سب کو طلب کر لیا۔ یہ تو چھپ گیا دیکھ کے۔ میرے سامنے مکالمے ہوئے۔ دریشک سے پوچھنے لگے' سنائیں بھئی' آپ کی کیا GRIEVANCE (شکایت' رنجش) ہے۔ اس نے کہا' جی میرے باغ میں پانی چھوڑ دیا اور میرے بندوں کے خلاف جھوٹے مقدمے درج کئے۔ محمد خاں کہتے ہیں کہ اگر باغ میں پانی چھوڑ دیا جائے تو پھر حکومتیں تبدیل کر دی جاتی ہیں۔ بھائیوں کی طرح رہو۔ مجھے بتلانا تھا۔ میں انتظام کرتا۔ یہ لڑائیاں ختم کرو۔ ایک ہی پارٹی ہے اس کو مضبوط کرو۔ یوسف رضا گیلانی سے پوچھا' آپ کی کیاGRIEVANCE (شکایت) ہے' وہ کہتا ہے' مجھے کار کا ملتان نمبر1 دے کے واپس لے لیا ہے۔

سوال: نواز شریف نے؟

جواب: ہاں' نمبرون واپس لے لیا ہے۔ وہ پھر نواز شریف نے بتایا نا۔ وہ دوسرا حصہ ہے۔ وہ بھی بتاتا ہوں آپ کو۔ جونیجو صاحب نے کہا کہ اگر گاڑی کا رجسٹریشن نمبر واپس لے لیا جائے تو حکومت توڑ دی جاتی ہے۔ میاں آصف سے پوچھا کہ میاں صاحب آپ کو کیا شکایت ہے۔ وہ ابھی بولا نہیں کہ جونیجو صاحب کہتے ہیں۔ میاں صاحب آپ تو فلاں فلاں زمین کی CONVERSION (تبدیلی) کرنا چاہتے تھے۔ ہاؤسنگ کالونی بنانا چاہتے تھے۔ نواز شریف نہیں مانتے تھے۔ آپ نے مجھے کہا تو میں نے آپ کا کام کروا دیا۔ اس سے آپ کو تین کروڑ روپے کا فائدہ ہوا۔ اگر کوئی اور زمین بھی رہتی تھی آپ کی تو مجھے بتلاتے۔ یہ کون سا طریقہ ہے کہ آپ نے ان کے خلاف مہم

شروع کر دی ہے حکومت توڑنے کی۔

سوال: میاں آصف کا موقف جانے بغیر خود ہی سارا کچھ بتا دیا۔

جواب: خود ہی سارا کچھ بتا دیا۔

سوال: یہی میاں آصف' لاہور والے۔ پرویز الٰہی کی بڑی مخالفت تھی چودھری اختر علی سیالکوٹ والے کے ساتھ۔

سوال: چودھری اختر علی وریو کے ساتھ۔

جواب: وریو کے ساتھ۔ پرویز الٰہی نے اس کے ساتھ شرط لگائی کہ جی پھر ٹیسٹ کر لیتے ہیں نواز شریف کو کہ واقعی وہ صلح کرنا چاہتا ہے۔ اگر وہ وریو کو نکال دے وزارت میں سے یا مشاورت سے تو سمجھیں گے کہ اس کی نیت ٹھیک ہے۔ پھر صلح کر لیں گے۔ وائیں صاحب یہ پیغام لے کے نواز شریف کے پاس چلے گئے اور واپس نہیں آئے۔ کیوں کہ نواز شریف تو کسی کی بات ہی نہیں مانتا تھا۔ وہ تو اپنی مرضی کا مالک تھا۔ اس واسطے وہ صلح نہ ہو سکی۔ لڑائی ہو گئی۔

سوال: نواز شریف نے چودھری پرویز الٰہی کو وزارت سے بھی برطرف کر دیا۔ یہ اسی دوران کی بات ہے؟

جواب: پھر حضور والا کوششیں شروع ہوئیں مسلم لیگیوں کی صلح کے واسطے۔ شجاعت بھی واپس آ گیا۔ انگلینڈ سے۔ خواجہ صفدر دونوں طرف تھے۔ ان کی نواز شریف کے ساتھ بھی سلام دعا تھی۔ شاید کشمیری ہونے کے ناطے یا کیا وجہ ہو گی۔ چودھری شجاعت والوں سے بھی بڑے تعلقات تھے ان کے۔ اس دوران میں جناب والا نواز شریف نے پرویز الٰہی کو ڈسمس کر دیا وزارت سے۔ جس وقت کر دیا تو بات بڑھ گئی۔ میں نے محمد خاں سے جا کے کہا کہ یہ کس طرح کی آپ کی سیاست ہے کہ اس نے ڈسمس کر دیا ہے اور آپ چپ کر کے بیٹھے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ "سائیں میں

کیا کرتا۔" محمد خاں جونیجو قدرے کمزور آدمی تھا۔ شریف آدمی تھا۔ دیانت دار آدمی تھا۔ یہ بات تھی اس میں' ورنہ MEDIOCRE (اوسط درجے کا) سا آدمی تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ MEDIOCRE آدمی بڑا کامیاب حکمران ہوتا ہے۔ کیوں کہ وہ اوور ایکٹنگ نہیں کرتا۔ وہ پوچھتا رہتا ہے سب سے۔ صلاح صلوح کر کے چلتا ہے۔

سوال: اس لئے کہ اسے یہ احساس نہیں ہوتا کہ میں بہت ذہین ہوں اپنی چلالوں گا۔

جواب: جتنے حکمران کامیاب ہوئے ہیں اکثریت ان کی MEDIOCRE لوگوں کی تھی۔ جو زیادہ شارپ ہوتے ہیں وہ آکڑ وغیرہ میں ہی کبھی کسی کی پسلیاں توڑ دیں گے اور کبھی اپنی تڑوالیں گے۔

سوال: جونیجو صاحب نے کہا "سائیں میں کیا کرتا۔" پھر آپ نے انہیں کیا کہا؟

جواب: میں نے کہا جب نواز شریف آیا تھا آپ سے پرمشن لینے کے لئے آپ' ٹیلی فون کرتے پرویز کو۔ اپنا جہاز بھیجتے کہ فوراً واپس آجاؤ۔ وہ ایک گھنٹے میں آپ کے پاس ہوتا۔ وہاں بٹھا کے دونوں کو جھڑکیاں دیتے۔ دو اس کو جھڑکیاں دیتے' دو اس کو جھڑکیاں دیتے کہ جاؤ بھائیوں کی طرح مل جل کے کام کرو۔ کہنے لگے' یہ تو ہو گیا۔

جواب: یہی میاں آصف۔ تو آگے آگیا رفیق حیدر لغاری۔ اس نے بات SENSE (عقل) کی کی۔ کیوں کہ جب اس نے دیکھا کہ وزیراعظم سب کو اس طرح کر رہے ہیں تو اس نے کہا' جی میرا ذاتی کوئی جھگڑا نہیں۔ نواز شریف نے سٹیشن سے اپنی کوٹھی تک سڑک بنوا لی ہے۔ فیروزپور روڈ۔ سارے پیسے لگا دیئے ہیں۔ جہاں چلڈرن لائبریری نہیں اب۔ اس کے متعلق کا کہا کہ وہاں وہ وزیر اعلیٰ ہاؤس بنا رہے ہیں۔ اس طرح ملک چلتے ہیں۔ ہماری GRIEVANCE تو یہ ہے کہ تین' چار' چھ' سات انہوں نے وزیر اعلیٰ ہاؤس بنائے ہیں۔ کوئی اس کوٹھی میں بنایا ہے' کوئی اس کوٹھی میں بنایا ہے۔ لاکھوں' کروڑوں روپے خرچ کر رہے ہیں اپنی ذات پر۔ ہمارا تو یہ جھگڑا

ہے۔ اس نے بہرحال اپنی ذات کی بات نہیں کہ پانی چھوڑ دیا ہے۔ خیر' محمد خاں جونیجو نے انہیں سمجھا سمجھو کہ پھر بلایا نواز شریف کو۔

سوال: ان سب کی موجودگی میں؟

جواب: نہیں' جب وہ چلے گئے پھر بلایا۔ اسے کہتے ہیں' میاں صاحب آپ بڑے صوبے کے چیف منسٹر ہیں۔ آپ کو دل بڑا کرنا چاہئے۔ یہ کون سا طریقہ ہے کہ آپ نے نمبر دے کے واپس لے لیا۔ نواز شریف جواب دیتے ہیں' جناب گورنر صاحب تھے نامخدوم سجاد حسین قریشی' ان کی گیلانیوں سے لڑائی ہے۔ ملتان میں۔ انہوں نے مجھے پریشرائز کیا کہ یہ نمبر ون ہمیں دے دو۔ میں نے انہیں خوش کرنے کے لئے انہیں دے دیا۔ میری اس میں کیا دلچسپی ہے۔ جونیجو صاحب نے کہا' میاں صاحب پہلے دینا نہیں تھا۔ اگر دے دیا تھا تو واپس نہیں لیتا تھا۔ ان کو سمجھانا تھا۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔ پھر کہا کہ آپ نے اس (دریشک) کے باغ میں پانی کیوں چھوڑا؟ اس کے بندوں کے خلاف پرچہ کیوں درج کیا۔ ایک پارٹی کو چلانا ہے۔ سب لوگوں کو لے کے ساتھ چلنا ہے۔ اسی طرح انہوں نے سڑکوں کی بات کی۔

سوال: دریشک کے باغ میں پانی چھوڑنے کا میاں صاحب نے کیا جواب دیا؟

جواب: بس جھاڑ جمپ جسے کہتے ہیں وہ کی۔ انہوں نے کہا کہ اپنے آپ کو ٹھیک کریں۔ آپ بڑے صوبے کے چیف منسٹر ہیں۔ بڑا دل چاہئے۔ سب کو ساتھ لے کر چلنا ہے آپ کو۔ سب لوگوں کو ساتھ لے کے چلنا ہے۔ سب کی شکایات سننی ہیں' نہ کہ ان کے ساتھ لڑائی شروع کر دینی ہے۔ ایسے کام نہیں چلتا۔ آپ بھائیوں کی طرح رہیں اور ان کو ساتھ لے کے چلیں۔ مجھے آئندہ شکایت نہیں ملنی چاہئے۔ یہ محمد خاں صاحب نے انہیں لیکچر پلا دیا۔ اس کے بعد غلطی مجھ سے سیاسی ہوئی۔ میں نے کہا' جناب آپ رات کو واپس نہ جائیں۔ آپ ساری اسمبلی پارٹی کی میٹنگ بلائیں۔

انہیں بٹھا کے ان کے معاملات طے کریں۔ چنانچہ محمد خاں نے کہا' ٹھیک ہے۔ پنجاب اسمبلی پارٹی کی میٹنگ بلائی جائے۔ دوپہر کو کھانا ہو گا گورنر ہاؤس میں میں اسے خطاب کروں گا۔ وہاں یہ آرڈر ہو گیا۔ ہم چلے گئے اسلم ریاض حسین کے پتر کے ولیمے پر گلبرگ (لاہور) وہاں مجھے ملا اخبار کا کون سا بندہ۔ رپورٹر اخبار کا ملا۔ وہ مجھے کہتا ہے جناب آپ کا شجاعت حسین وراں سے کتنا کو تعلق ہے۔ میں نے کہا' بہت۔ خاصا تعلق ہے۔ اس نے کہا' پھر اس طرف سے بیان آیا ہے پارٹی کے خلاف۔ "جنگ" والا مجھے ملا تھا' ضیا شاہد۔ مجھے کارروائی کا پتہ تھا کہ معاملات تو طے ہو گئے ہیں سارے۔ اگر یہ بیان چھپ گیا تو لڑائی ہو جائے گی۔ میں نے اسے کہا کہ یہ تو بتا کہ تیرا بھی کوئی تعلق ہے شجاعت وراں دے نال۔ وہ کہتا ہے' بڑا۔ میں نے کہا کہ پھر یہ بیان نہ چھاپ۔ یہ تو کام خراب ہو جائے گا۔ کہتا ہے کہ ہم نہ چھاپیں گے تو نوائے وقت والے چھاپ دیں گے۔ میں نے کہا' نظامی صاحب بیٹھے ہیں میں ابھی بات کر لیتا ہوں۔ میں نے جا کے نظامی صاحب سے بات کی۔ وہ کہتے ہیں' ہم نہیں چھاپیں گے تو وہ چھاپ لیں گے۔ میں نے کہا' اس کا انتظام کرتے ہیں۔ میں جناب سارا کچھ چھڈ چھڈا کے پرویز الٰہی کے گھر چلا گیا۔ پرویز الٰہی ابھی رکا ہوا تھا۔ میں نے کہا' میں نے تو رات یہیں رہنا ہے۔ میں نے کپڑے شپڑے تو سارے بھیج دیئے تھے۔ میں نے نوکروں سے کہا کہ مجھے کوئی چادر شادر دیں' میں باندھ لوں۔ میں نے تو رات یہیں رہنا ہے۔ میں نے تو نہیں جانا۔ شجاعت اس وقت ملکوں باہر گیا ہوا تھا۔ پھر شروع ہو گئی گفت و شنید پرویز الٰہی بھی آ گیا۔ میں نے اسے سمجھایا سمجھویا کہ یہ کام نہ کرو' تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ IN A WAY (ایک لحاظ سے) میری وہ جو کارروائی تھی اس کا فائدہ نواز شریف کو پہنچا' ورنہ نواز شریف کی چھٹی ہو جاتی۔ اگر اس کی چھٹی ہو جاتی تو وہ دوبارہ اقتدار میں نہیں آ سکتا تھا۔ 86ء کی بات ہے گی اے۔ نیا نیا کام شروع ہوا

تھا۔ محمد خاں تگڑا تھا۔ شاید پھر محمد خاں بچ بھی جاتا۔ جو سازش ہوئی تھی۔ اسے نکالنے کی، نواز شریف شامل تھا اس سازش میں ضیاء الحق کے ساتھ۔

سوال: اس کی تفصیل کیا ہے؟

جواب: اس کی تفصیل بھی بتائیں گے۔ ایک ہی بار کیسے بتائیں۔

سوال: اچھا، آپ کی کارروائی کا فائدہ نواز شریف کو پہنچا، ورنہ ان کی چھٹی ہو جاتی۔

جواب: او جناب ان کی چھٹی ہو جانی تھی۔ میں ہی انہیں بچاتا رہا کہ مسلم لیگ تباہ نہ ہو جائے، حکومت ٹوٹ نہ جائے، اس چکر میں، اخیر غلام حیدر وائیں بھی آ گیا۔

سارے سپیلنگ غلط

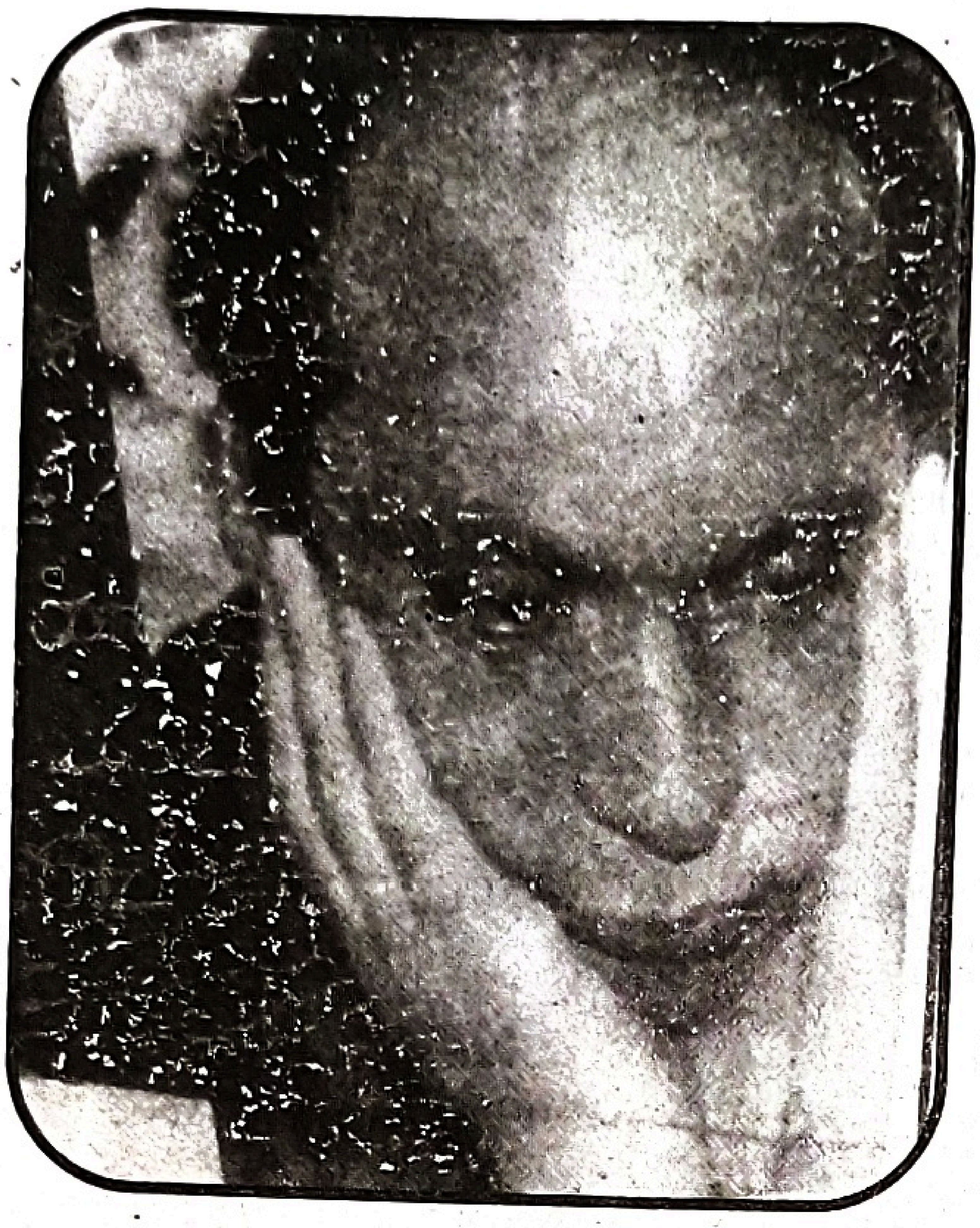
اقبال احمد خان ایک واقعے کا ذکر کرتے ہیں کہ جب محمد خان جونیجو رحلت فرما گئے تو میاں نواز شریف تعزیت کے لئے گئے اور رجسٹر پر جو تعزیتی پیغام لکھا اس کے سارے سپیلنگ غلط تھے ان کے بقول:

نواز شریف نے اپنے ہاتھ سے رجسٹر پر تعزیتی پیغام لکھا اس کے انگریزی کے سارے سپیلنگ غلط، مضمون بھی غلط جب وہ چلے گئے اس کے بعد شجاعت مجھے کہتے ہیں انہیں پٹی پڑھائی ہو گی وائیں نے۔ مجھے شجاعت کہتے ہیں ذرا گھر آئیں میں شجاعت کے گھر چلا گیا۔ غلام حیدر وائیں اور شجاعت۔ مجھے شجاعت نے کہا یہ نواز شریف بڑا (بہن کی گالی) ہے۔"

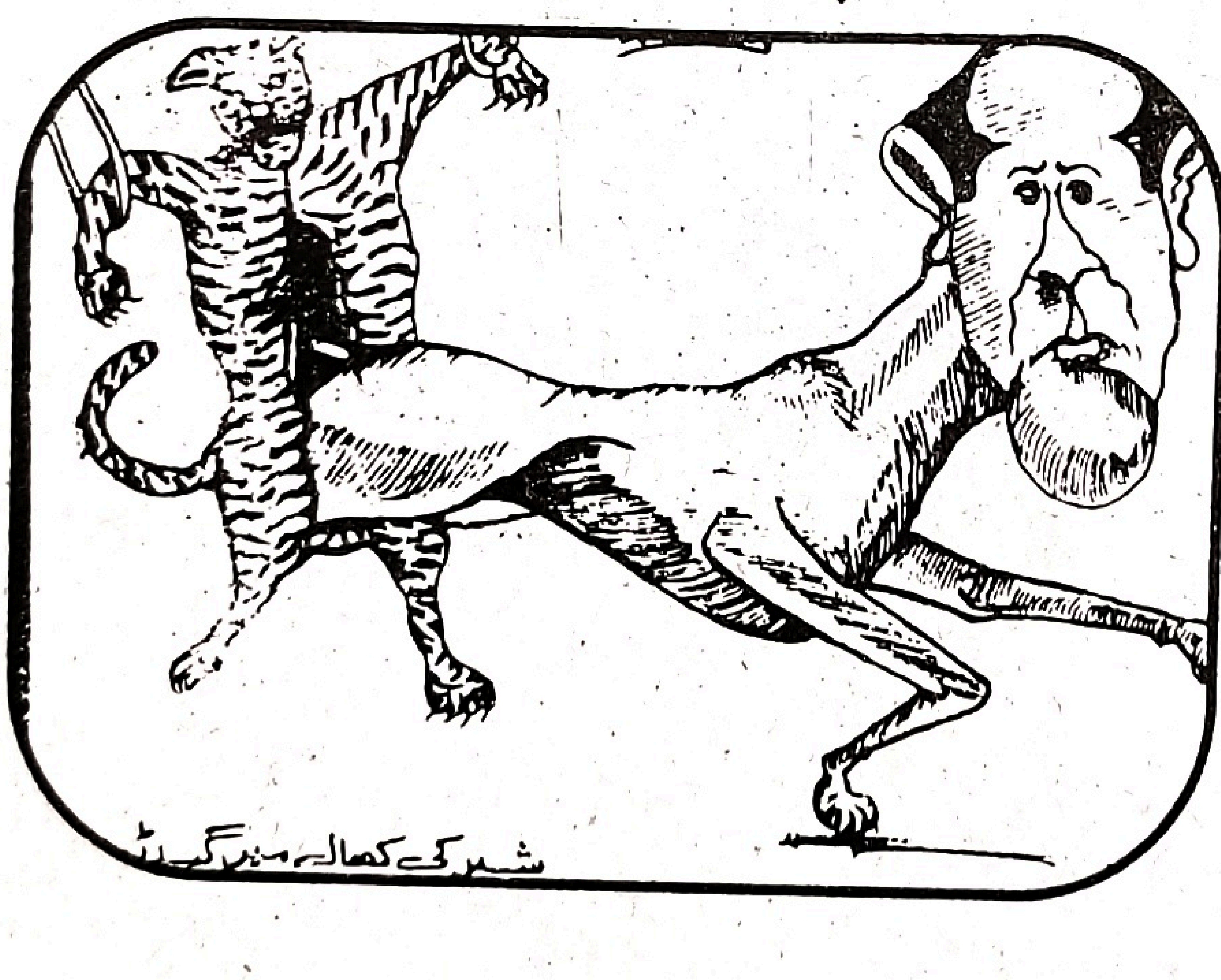
نواز شریف کی روں روں اور کور کمانڈر کا انداز

1993ء میں جب وزیر اعظم میاں نواز شریف سے استعفیٰ لیا گیا تو ان کی حالت

اس بچے کی سی تھی جس سے اس کی سب سے عزیز چیز چھینی جا رہی ہو۔ اقبال احمد خان اس سلسلے میں کہتے ہیں۔ آپ بیٹھیں ہوں گے۔ بات پسند نہ ہو گی تو نواز شریف رونے والا منہ بنا لے گا اور آپ دیکھ کر کہیں گے آدمی تو بڑا معصوم ہے اور یہ اٹھ کے کھڑا ہو جائے گا پھرتا رہے گا۔ اوں' اوں میرے ساتھ زیادتی اوں' اوں' اوں



اب پچھتائے کیا ہوت........



میرے ساتھ زیادتی اس طرح کی باتیں کرتا رہے گا۔ وہ کر رہا تھا' کور کمانڈر بیٹھا تھا پاس اس نے اپنے کمانڈر سے پوچھا سر مجھے بات کرنے کی اجازت ہے؟ چنانچہ وہ کور کمانڈر تھا اس نے جا کے نواز شریف کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ صرف اتنا کہا "Young man sit down" یہ بیٹھ گیا اس کے آگے پین رکھا اس نے دستخط کر دیئے۔

"ڈنٹونک کا بول بالا ہے"

اقبال احمد خان کے طویل انٹرویو سے ایک اور دلچسپ اقتباس:

"میں عرض کرتا ہوں یہی حال نواز شریف کا نہ انہیں پڑھنا آتا ہے نہ انہیں لکھنا آتا ہے نہ انہیں بولنا آتا ہے۔ آپ نے نوٹ کیا ہو گا کہ جب وہ تقریر کر رہا ہے آپ کو سواد نہیں آ رہا۔ آپ کو اس کی آواز پسند نہیں آ رہی لیکن ہے وہ ایک انڈسٹریلسٹ وہ اپنی چیز مارکیٹ کرتا ہے۔ "آج کل ڈنٹونک کا بول بالا ہے چھوٹا بڑا سب اس کا متوالا ہے۔ آج کل ڈنٹونک کا بول بالا ہے "ہمارا رہبر" آج کل اشتہار آتا ہے نا "ہمارا رہبر واٹر کولر" یا ایک آتا ہے ٹیوب ویل۔"

"چھوڑوں گا نہیں"

جب مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری اقبال احمد خان نے نواز شریف کی تمام مراعات ٹھکرا دیں تو انہیں نواز شریف نے باقاعدہ دھمکیاں دینا شروع کر دیں ان کے بقول:

"صاحب کے ذریعے ان کے گھر میں میٹنگیں ہوتی رہیں کئی دفعہ انہوں نے مجھے خود کہا کہ آپ کو اٹھا کے لے جاؤں گا۔ اٹھانے سے مراد یہ کہ جس طرح میں

آپ سے کہوں میں آپ کو چھوڑوں گا نہیں۔"

سوال: میاں نواز شریف نے کچھ پیشکشیں بھی کیں؟

جواب: He Offerd me every thing میں نے کہا یار اصولی طور پر یہ بات غلط ہے میں آپ کی اس بات کو نہیں مانتا کہ آپ چیف منسٹر کیوں بنے ہیں۔"



"قائداعظم سے بڑا لیڈر.........!"

سوال: لوگ نواز شریف کو قائداعظم ثانی کیوں کہتے ہیں؟

جواب: یہ جو لیڈر ہیں یہ کہتے ہیں کہ آپ مجھے مانتے ہی نہیں۔ میری Series Of Meetings (ان گنت ملاقاتیں) ہوئی ہیں میاں نواز شریف کے ساتھ۔ نواز شریف اس بات پر گرم ہو جاتے ہیں کہ تو قائداعظم کو لئے پھرتا ہے' میری بات نہیں سنتا۔

سوال: جب آپ ان کے سامنے قائداعظم کی مثال دیتے ہیں تب کہتے ہیں؟

جواب: ہاں' ہاں۔

سوال: اس پر وہ گرم ہو جاتے ہیں۔

جواب: IN A WAY (کسی حد تک)۔

سوال: ایسے کسی موقعہ کی تفصیل؟

جواب: میرے ساتھ انہوں نے گفت و شنید شروع کی۔ پہلے تو میں انہیں اوائڈ کرتا رہا۔ دوسرا کہ تیسرا ٹیلی فون مجھے براہ راست ان کا آیا کہ میں ملنا چاہتا ہوں۔ میں نے کچھ ٹال مٹول کی۔ میں نے یہ نہ بتایا کہ میں پشاور جا رہا ہوں۔ کہیں پشاوریوں کو پہلے ہی مال نہ بھیج دیں۔ مجھے وہاں شیخ حمید کا ٹیلی فون آ گیا جو ہر چیف منسٹر کا کارندہ ہوتا ہے۔ مجھے کہتا ہے' آپ کب آئیں گے۔ میں نے کہا' میں آؤں گا آٹھ دس دن کے بعد میں نے کہا۔ ''میاں صاحب کہتے ہیں کہ آٹھ دس دن تک تو کام خراب ہو جائے گا۔ مجھے خطرہ پیدا ہو گیا مسلم لیگ کی ایسی تیسی نہ پھیر دے۔ میں نے سوچا کہ پہلے میں لوگوں کو سنبھال لوں۔ لوگوں کا دین ہے کوئی نہیں۔ مجھے تجسّس پیدا ہو گیا کہ پتہ کروں کام کیا ہے۔ میں ٹائم نکال کے لاہور آ گیا' میاں صاحب کی رہائش گاہ پر' چیف منسٹر ہاؤس' 90 شاہراہ قائداعظم۔ انہوں نے گفتگو کس طرح شروع کی۔ میں ہرگز قائداعظمؒ کے خلاف بات سننے کو تیار نہیں۔ وہ JUSTIFY (ثابت) کر رہے ہیں کہ مجھے لیڈر بننا چاہیے۔ I SHOULD LEAD THE PARTY مجھے انہوں نے سوال کیا۔ خاں صاحب آپ نے 1940ء کا جلسہ دیکھا تھا۔ میں نے کہا' نہیں۔ لاہور میں فائرنگ ہو گئی خاکساروں والی۔ میں آٹھویں نویں میں پڑھتا تھا۔ میرے گھر والوں نے جانے نہیں دیا۔ میرا بڑا بھائی' میرے کزن اور کچھ لوگ آئے تھے۔ پورے شہر سے ایک بس آئی تھی۔ مجھے اب تک یاد ہے' سبز رنگ کی قمیض' سفید پتلونیں' سبز پگڑیاں قرے والی انہوں نے پہنی تھیں' اور چمکتی ہوئی تلواریں۔

سوال: نیشنل گارڈ تھے۔

جواب: دستہ نیشنل گارڈ کا۔

سوال: کلانور سے۔

جواب: کلانور سے مجھے کہتے ہیں' کتنا کو جلسہ تھا۔ میں نے کہا' میاں صاحب سنا ہے کہ اس زمانے کا برصغیر کا سب سے بڑا جلسہ تھا۔ کہتے ہیں' کو آدمی ہوں گے۔ میں نے کہا' ڈھائی تین لاکھ۔ کہنے لگے' میں نے جلسہ کیا ہے مینار پاکستان میں' اس جلسے کے متعلق کیا خیال ہے۔ میں نے کہا' اپنی زندگی میں' میں نے اس سے بڑا جلسہ نہیں دیکھا۔ کہتے ہیں' پھر صرف ڈھائی تین لاکھ ہی بندہ تھا۔ 1940ء کے جلسے میں میں نے کہا' جی اتنا ہی تھا۔ کہنے لگے' پھر ہم نے تو پچاس لاکھ اکٹھا کر دیا۔ میں نے کہا' میاں صاحب اس وقت ہندوستان کی آبادی تھوڑی تھی۔ لاہور شہر کی آبادی تھوڑی تھی۔ لاہور شہر کی آبادی دو ڈھائی لاکھ کی تھی۔ کتنے کو بندے آسکتے تھے۔

سوال: اس زمانے میں عوام کا دوسرے شہروں سے آنا بھی مسئلہ ہوتا تھا۔

جواب: مجھے کہتے ہیں' ہندوستان بھی تو سارا ہی تھانا۔ یہ میری میاں صاحب کے ساتھ آمنے سامنے بات ہو رہی ہے۔ کہتے ہیں' ہندوستان بھی تو سارا ہی تھا نا۔ قائداعظم بھی تو تھانا۔ اس کی بھی تو شخصیت تھی بندے اتنے ہی' ڈھائی لاکھ ہی جمع کر سکا۔ میں سمجھ گیا یہ چلا ہے الٹا چلنے۔ قائداعظمؒ سے بڑا بننا چاہتا ہے۔

سوال: پچاس لاکھ والی بھی غلط بیانی ہے۔

جواب: وٹ مجھے بہت چڑھا۔ میں تو بہرحال قائداعظمؒ کا FAN (پرستار) ہوں۔ میں نے کہا' میاں صاحب قائد اعظم آپ کے سامنے کیا چیز تھے۔ ان بیچاروں کے پاس نہ پولیس' نہ ڈی سی' نہ پیسہ' نہ ان کے پاس (لاہور) کارپوریشن کا (میئر) میاں اظہر' جو سٹیج کے پیسے کارپوریشن کے کھاتے میں ڈالے' نہ تحصیل دار' نہ پٹواری' نہ ٹرک

بندے اکٹھے کرنے کے لئے۔

سوال: نہ اتفاق فونڈری۔

جواب: ان کے جلسے میں لوگ آتے تھے۔ غریب غربا لوگ تھے۔ سوکھی روٹی پلے باندھ لی۔ جوتی ہاتھ میں پکڑلی اور پیدل چل پڑے۔ آ کے بیٹھ گئے۔ اب آپ کے لئے پٹواری، ڈی سی، ایس پی بندے اکٹھے کر رہے ہیں۔ ٹرک ڈھونڈ رہے ہیں۔ سٹیج (میونسپل) کارپوریشن بنوا رہی ہے۔ آپ کے جلسے کے اشتہار ڈسٹرکٹ کونسلیں دے رہی ہیں۔ لہٰذا قائداعظمؒ آپ کے ساتھ کیا مقابلہ؟ وہ بے چارے تو کچھ بھی نہیں تھے۔ آپ ہی آپ ہیں۔ یہ بات سننے کے بعد انہوں نے مجھے کوئی نہیں کہا، کہ چلو بندہ رسا'' ہی کہتا ہے کہ نہیں، نہیں قائداعظمؒ ہی تھے۔ بلکہ کہنے لگے، بس فیر فیصلہ کرو تسی کہ اب کون لیڈ کر سکتا ہے قوم کو، کون پچاس لاکھ بندے اکٹھے کر سکتا ہے۔ یہ مجھے خود میاں نواز شریف نے کہا۔

سوال: انہیں یہ بھی احساس نہ ہوا کہ آپ طنز کر رہے ہیں۔

جواب: اسے اس بات کا کوئی احساس نہ ہوا کہ میں نے کیا کہا۔ مجھے کہتا ہے، بس پھر آپ کو سوچنا چاہئے کہ کون بندہ آپ کا لیڈر ہونا چاہئے۔ آپ کو سوچنا چاہئے۔ میں نے کہا، میاں صاحب سوچ سوچ لیں گے۔ وقت گزر گیا۔ بادشاہوں کی باتیں ہیں، بادشاہوں کی۔

وفاداریاں خریدنے کی عادت

اس کے بعد مجھے کہتے ہیں۔ تسی خاں صاحب یہاں واپس کیوں نہیں آتے، لاہور میں، میں نے کہا، میاں صاحب، ایک مکان تھا تو ہمارا، دونوں بھائیوں کا۔ چھوٹا سا مکان ہے۔ بچے ہمارے ہو گئے جوان۔ اس مکان میں سارے آ نہیں سکتے تھے۔

بد قسمتی سے میں وزیر بن گیا۔ بچیاں بھی جوان ہو گئی ہیں۔ وزیر بن کے کسی جھگی میں مجھ سے جایا نہیں جاتا۔ بیٹیوں کی شادی کرنی ہے۔ جس زمانے میں ہم چل رہے ہیں اس زمانے کے حساب سے وہ ہم پر مجبوری ہے۔ یا کوئی ڈھنگ کا مکان لیں۔ میں نے بندوں شندوں سے کہا تھا۔ دس بارہ ہزار روپے مہینے سے کم کا مکان شہر میں نہیں ملتا۔ وہ بھی دو دو' تین تین سال کا ایڈوانس مانگتے تھے۔ وہاں میرے پاس ایک پلاٹ تھا۔ 74ء میں ملا تھا وکیلوں کے کوٹے میں۔ میں نے قرضہ مرضہ لے کر اس پر مکان بنالیا۔ کچھ حصہ کرائے پر دے دیا ہے' باقی میں خود رہتا ہوں۔ یہ میں نے میاں نواز شریف کو بتایا۔ بڑی لمبی سانس لے کے مجھے کہتے ہیں' خاں صاحب یہ دردناک کہانی سن کے مجھے تو بڑا دکھ ہوا ہے۔ آپ کی یہاں بڑی سخت ضرورت ہے۔ میں آپ کو پلاٹ دیتا ہوں گارڈن ٹاؤن میں دو کنال کا۔ آپ یہاں آ جائیں۔ مجھے خیال آیا کہ دیکھوں کتنا سودا کرتا ہے۔ چنانچہ میں نے کہا' میاں صاحب مجبوری یہ ہے کہ وہ پلاٹ خریدنے کے لئے میرے پاس پیسے نہیں۔ کہتے ہیں' آپ سے مانگے ہیں؟ آپ ابھی جائیں۔ بندہ آپ کے ساتھ جاتا ہے۔ پلاٹ آپ کر لیں پسند۔ شام تک' سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے الاٹمنٹ کا پکا آرڈر آپ کے حوالے کرتے ہیں' معہ نقشے کے۔ میں نے کہا' وہ تو ٹھیک ہے' میں بناؤں گا کیسے؟ مجھے کہتے ہیں' دو پلاٹ اور آپ کو دیتا ہوں۔ آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ دلال بھی دیتا ہوں۔ پلاٹ بیچ بھی دیتا ہوں۔ بیچ کے پیسے بھی دیتا ہوں۔ نقشہ نویس بھی دیتا ہوں۔ نقشہ بنوا کے' پاس کروا کے سب کچھ دیتا ہوں۔ مکان آپ بنوا لیں۔ یہاں آ جائیں۔ آپ کی مجھے بڑی سخت ضرورت ہے۔ آپ کو اسمبلی کے اندر ہونا چاہیئے۔ آپ کو الیکشن لڑنا پڑے گا۔ آپاں اسمبلیاں تڑوانی ہیں۔ الیکشن لڑنا ہے۔ آپ نے میرے دائیں ہاتھ کھڑا ہونا ہے' جس طرح جونیجو صاحب کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔ وزیر بھی بننا ہے۔ میں نے کہا' میاں صاحب

کیسے الیکشن لڑوں؟ گنجی نے نہانا کیا اور نچوڑنا کیا۔ کہتے ہیں' روپیہ پچاس لاکھ کیش ابھی آپ کو دیتا ہوں' خرچہ الیکشن کا۔ اگر اس کے ساتھ الیکشن نہ بھگتے تو پیسے الیکشن کے پورے دوں گا۔ آپ محمد خاں جونیجو کی بجائے مجھے سپورٹ کریں۔

لو جی' بھائی صاحب' انہوں نے یہ بات کی۔ اور میں نے انہیں کہا' میاں صاحب' آپاں زندگی میں ضمیر کا سودا کبھی پیسے کے ساتھ نہیں کیا۔

سوال: اسی میٹنگ میں میاں نواز شریف نے آپ سے کہا کہ "آپ ٹکٹ لے کے لندن چلے جائیں۔"

جواب: محمد خاں جونیجو لندن گئے ہوئے تھے۔ نواز شریف مجھے کہتے ہیں' یہ ٹکٹ لیں۔ سویرے جہاز پر بیٹھ کے لندن جائیں۔ وہاں ایئرپورٹ پر آپ کو ریسیو کرنے کے لئے آدمی موجود ہوں گے۔ ٹرانسپورٹ وہاں ہو گی۔ آپ کے لئے رہائش کا انتظام ہو گا۔ محمد خاں جونیجو کو وہاں چھوڑ آئیں۔

سوال: تاکہ مسلم لیگ کی صدارت پر میں قبضہ کرلوں۔

جواب: میں نے کہا' محمد خاں کیا ہے۔ وہ آپ کو کیا کہتا ہے۔ وہ تو شریف آدمی ہے۔

نواز شریف وزارت عظمیٰ تک کیسے پہنچے؟

نواز شریف کو اقتدار سے رخصت کرنے والی فوج ہے اور وہی انہیں اقتدار میں لانے والی قوت تھی۔ اقبال احمد خان اندر کے کچھ معاملات چھیڑتے ہیں:

سوال: کیا نواز شریف کو لانے میں حمید گل اور اسلم بیگ کا ہاتھ تھا؟

جواب: کچھ کیا ضرور ہے انہوں نے۔ اس میں جنرل حمید گل کا بڑا ہاتھ تھا۔ یہ جو اسلم بیگ ہے' یہ تو نیوٹرل رہا۔

سوال: کیوں؟

جواب: اس واسطے کہ اس کے ساتھ جرنیل ہی کوئی نہیں تھا۔

سوال: یہ حقیقت ہے؟ ویسے مشہور تو یہی ہے کہ ان کے ساتھ جرنیل کوئی نہیں تھا۔

جواب: کوئی بھی نہیں تھا۔

سوال: کہتے ہیں کہ یہ مارشل لاء بھی اس لئے نہ لگا سکے کہ ان کے ساتھ کوئی کور کمانڈر نہیں تھا۔

جواب: یہ بڑا ABMITIOUS (حریص) آدمی ہے۔ اگر اس کے ساتھ کوئی جرنیل ہوتا تو اس نے مارشل لگا دیا ہوتا' چونکہ جرنیل پنجابی تھے۔

سوال: یا پھر پٹھان تھے۔

جواب: پٹھان تھے۔ وہ اس کے ساتھ ملے ہی نہیں۔ اس نے اپنا مائنڈ ایکسپوز نہیں کیا۔ حمید گل بڑا VOCAL (چرب زبان) آدمی ہے۔ اس نے نواز شریف کے حق میں کر لئے تھے سارے۔



سعودیہ میں قانون بہت سخت ہیں یہاں کسی کو چمک وغیرہ نہ دکھانا

سوال: جرنیل؟

جواب: ہاں، اور فائنل فیصلہ اسحاق خاں پر چھوڑا تھا۔ اسحاق خاں نے نواز شریف کو وزیر اعظم نامزد کر دیا۔ الیکشن کے دوران میں اسے سپورٹ کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے باقاعدہ سیل بنایا ہوا تھا۔ خود اسحاق خاں مانیٹرنگ کرتے رہے الیکشن کی۔

سوال: وہ تو انہوں نے بینظیر کی برطرفی کے بعد کہا تھا کہ مردہ نہلا کر کفنا دیا ہے اب اسے دفن کرنا آپ کا کام ہے۔

نواز شریف کی سیاسی بے وفائی اور محسن کشی

نواز شریف 1980ء کے اوائل میں پاکستانی سیاست میں وارد ہوئے انہیں جنرل جیلانی کی کابینہ میں شامل کیا گیا۔ نواز شریف نے خود کو دھوکہ بازی اور فریب کی سیاست کا ماہر ثابت کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ پیر پگاڑا، محمد خان جونیجو، چوہدری شجاعت حسین، چوہدری پرویز الٰہی، اعجاز الحق، نوابزادہ نصراللہ خان، قاضی حسین احمد، میاں اظہر، حامد ناصر چٹھہ، میاں منظور احمد وٹو، غلام اسحٰق خان، ولی خان، الطاف حسین، فاروق لغاری، مولانا عبدالستار خان نیازی (مرحوم)، میاں صلاح الدین، چیف جسٹس (ر) سجاد علی شاہ، جنرل آصف نواز جنجوعہ (مرحوم) جنرل جہانگیر کرامت اور جنرل پرویز مشرف نواز شریف کی سیاست کے فن کو مشکل ہی سے بھول سکتے ہیں۔ 1988ء تک نواز شریف ایک سطحی قسم کے سیاست دان تھے جب انہوں نے اپنی پارٹی کے صدر محمد خان جونیجو کو ہٹا دیا اس کے بعد انہوں نے جماعت اسلامی اور دیگر مذہبی و سیاسی جماعتوں کی حمایت حاصل کی اور انتخابات سے قبل جونیجو گروپ کے ادغام کے بعد نواز شریف کی پوزیشن بہتر ہو گئی۔ پیپلزپارٹی نے نواز شریف کو فوج اور اسٹیبلشمنٹ کی پیداوار قرار دیا۔ سرکاری مشینری نے بھی نواز شریف کو اقتدار میں لانے کے لئے ان کا

بھرپور ساتھ دیا اور صدر غلام اسحٰق خان کی اتھارٹی کو چیلنج کر کے وہ عوام کے ہیرو بنے۔

وزارت عظمیٰ کے دوسرے دور میں نواز شریف اور ان کے بھائی شہباز شریف نے منتخب ارکان اسمبلی کی تذلیل کی اس کی وجہ نواز شریف کے تمام اختیارات اپنی ذات میں جمع کرنے کی ہوس تھی پارٹی کارکنوں کو بھی اس دور میں انتہائی شرمندہ کیا گیا۔ نواز شریف کی مطلق العنان بننے کی ہوس نے 12 اکتوبر 1999ء کو ان کی حکومت کا دھڑن تختہ کیا اور ان کی حکومت کی برطرفی کے بعد ہم خیال گروپ وجود میں آیا اور میاں اظہر اس دھڑے کے صدر بنے۔ نواز شریف اور ان کے خاندان کا فوجی حکومت کے ساتھ خفیہ ڈیل کے بعد سعودی عرب جلا وطن ہونے اور پھر لیگی رہنماؤں، اپنے قریبی ساتھیوں، کارکنوں اور پاکستانی عوام کو "میڈان پاکستان وزیر اعظم" کے دعویدار کی طرف سے بے یارومددگار چھوڑ جانا بھی ایک سوالیہ نشان ہے۔

نواز شریف نے نہ صرف اپنے قریبی دوستوں سے بے وفائی کی بلکہ طاقت کے نشے میں ان کو نشانہ بنایا یہ تربیت نواز شریف کو اپنے والد میاں شریف سے گھٹی میں ملی، جن سے ان کے بھائی ناراض رہے اور نواز شریف کے کزن بھی جائیداد اور کاروبار میں شریف برادران کی طرف سے زیادتیاں برداشت کرتے رہے۔

نواز شریف کی سیاسی بے وفائی اور محسن کشی کے حوالے سے مسلم لیگ (ج) کے سیکرٹری جنرل اقبال احمد خان یوں پردہ اٹھاتے ہیں:-

آپ نکال کے دیکھ لیں گذشتہ دس سال کی تاریخ، نواز شریف نے ہر محسن کو خراب کیا ہے۔ نواز شریف بنیادی طور پر محسن کش ہے۔

سوال: ضیاء الحق سمیت۔

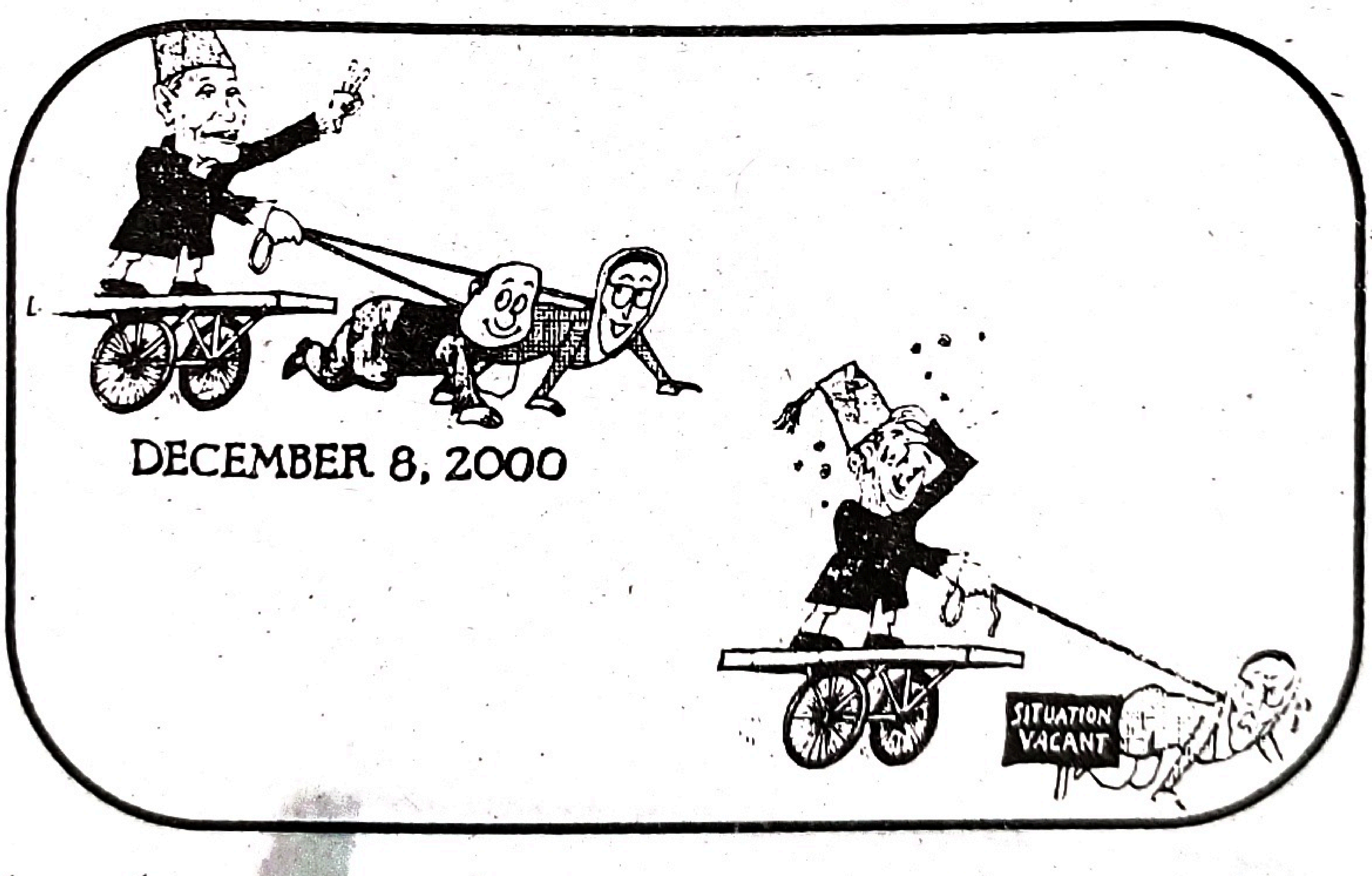
جواب: ضیاء الحق کے ساتھ بھی تو اس نے جتنی دیر تک ضیاء کو اس کی ضرورت تھی۔

کتنی دیر تک تھی۔ محمد خاں کو اتارنے تک تھی۔ زاہد سرفراز راوی ہیں کہ جب میری ضیاء الحق کے ساتھ آخری ملاقات ہوئی ہے۔ ضیاء الحق نے' بقول زاہد سرفراز' ضیاء الحق نے20ء یا 21 اگست (87ء) تاریخ مقرر کی تھی نواز شریف کو چھٹی دینے کے لئے۔ زاہد سرفراز کہتے ہیں میری اس سے ملاقات ہوئی تھی' اس کے مرنے سے دو تین دن پہلے۔ اس میں ضیاء الحق نے جو گل شل کیتی' اس سے نظر آتا تھا کہ HIM HE IS GOING TO SACK- (وہ اسے نکال باہر کرنے کو ہیں) ضیاء الحق زاہد سرفراز کے ساتھ گلے گزاریاں کرتا رہا نواز شریف کی۔

سوال: جنرل جیلانی کو بھی آپ نواز شریف کے محسنین میں شمار کریں گے کیوں کہ انہوں نے بھی تو انہیں وزیر خزانہ اور پھر وزیر اعلیٰ بنایا۔

جواب: ہاں۔

سوال: جنرل جیلانی کے ساتھ نواز شریف نے کسی محسن کشی کا مظاہرہ کیا؟۔



جواب: طارق چودھری (سینیٹر) راوی ہے اس بات کا۔ مجھے تو پتہ نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ جب چیف منسٹر بن گیا یہ۔ مجھے اس نے بلایا کہنے لگا' آپ کی ضیاء الحق کے ساتھ بڑی تعلق داری ہے۔ انہیں کہہ کے جیلانی کو گورنری سے ہٹوا دے۔ اس کی موجودگی

میں' میں تو ڈمی رہوں گا' کیوں کہ لوگ کہتے ہیں جیلانی نے بنایا جیلانی نے بنایا۔

سوال: ویسے بھی جیلانی کا ہولڈ ہو گا ظاہر ہے وہ ملٹری کے تھے۔ پھر ان کے مقابلے میں زیادہ تجربہ کار' بڑے تیز' ہوشیار' ذہین

جواب: جی ہاں۔

سوال: جنرل جیلانی کے ساتھ آپ کی اس موضوع پر گفتگو ہوئی؟

جواب: کیا؟

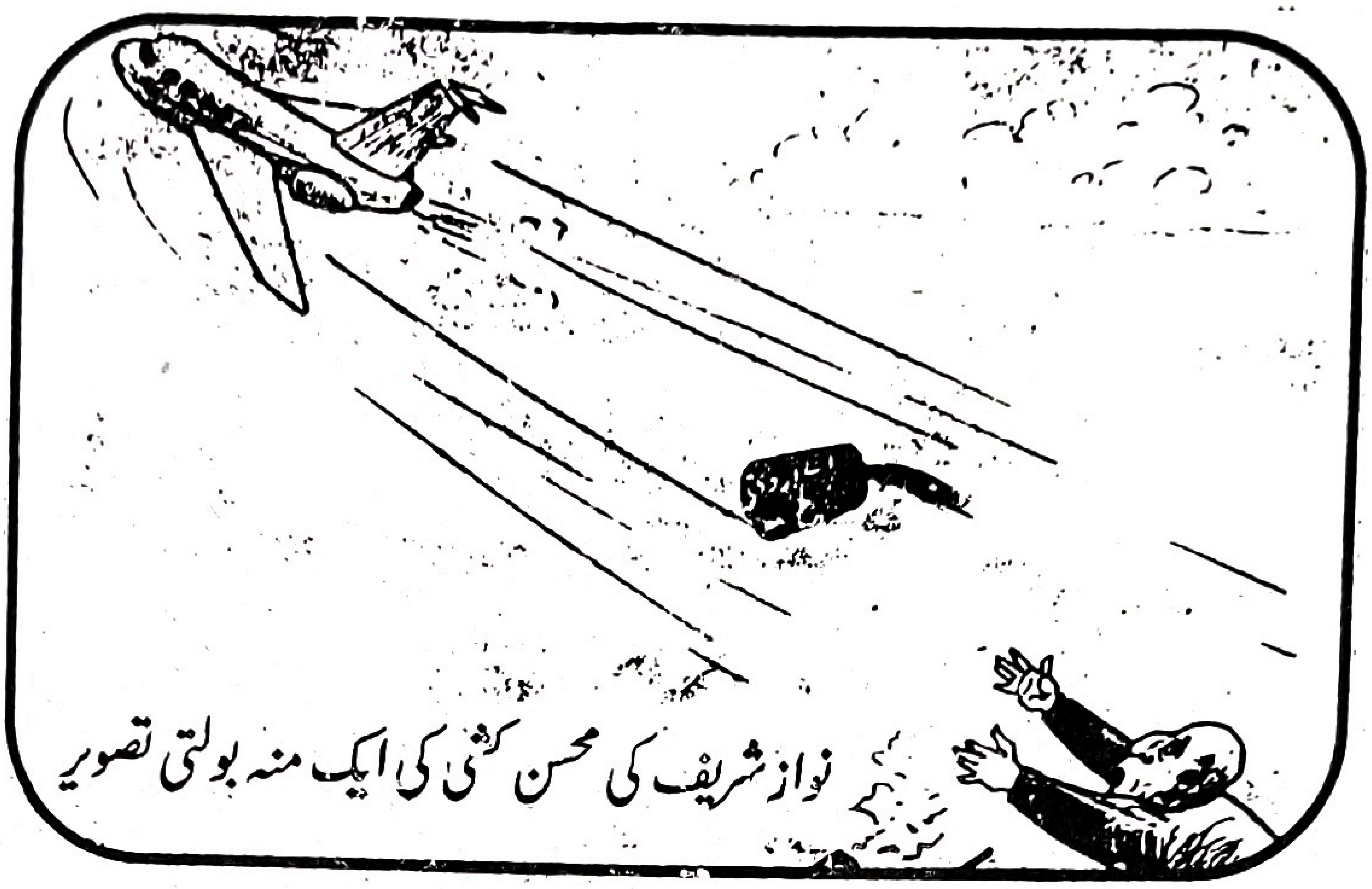
سوال: جنرل جیلانی کا درشن اس بارے میں آپ نے سنا؟

جواب: نہیں۔

سوال: ایک دفعہ میں نے سنا تھا کہ جنرل جیلانی بھی انہیں اچھے لفظوں میں یاد نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ بڑا محسن کش ہے۔

جواب: ٹھیک ہے بریگیڈیئر عبدالقیوم مرحوم اور جیلانی یک جان دو قالب تھے۔ بریگیڈیئر کا نواز شریف کے ساتھ بھی بہت تھا۔ بریگیڈیئر مرحوم سے میری بھی بڑی سلام دعا تھی۔ اسے میں نے کہا' یار یہ ہر بار مجھے ٹکٹ نہیں دیتا۔ محمد خاں اتنا کمزور ہے کہ وہ بات ہی نہیں کرتا۔ آپ کی نواز شریف کے ساتھ بڑی تعلق داری ہے۔ آپ اس کے سب کچھ ہیں۔ آپ انہیں سمجھا کے مجھے ٹکٹ لے دیں۔ بریگیڈیئر صاحب نے نواز شریف کو LITERALLY (سچ مچ) گالیاں دیں کہ یہ بندہ ٹھیک نہیں۔ یہ ہے' وہ ہے۔ کافی ناگواری کا اظہار کیا۔ کہنے لگے اگر آپ کہتے ہیں تو اس کے پاس چلا جاتا ہوں۔ میں نے کہا' بریگیڈیئر صاحب' نہیں جانے دیں۔ کچھ عرصہ گزرا۔ بریگیڈیئر صاحب اور نواز شریف پھر بڑے دوست۔ میں نے انہیں کہا' بریگیڈیئر صاحب آج کل تو ہتلا بھی نہیں گزرتا بیچ میں سے۔ انہوں نے مجھے کہانی سنائی۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب 89ء میں پیپلز پارٹی پنجاب میں نواز شریف کے خلاف ووٹ

آف نو کانفی ڈینس کرنا چاہتی تھی۔ بریگیڈیئر صاحب کہتے ہیں' میں بیمار آدمی ہوں۔ صبح اٹھتا ہوں تو کافی دیر تک چارپائی پر پڑا رہتا ہوں۔ ایک روز صبح سویرے مجھے اطلاع ملی کہ میاں نواز شریف' ان کے والد صاحب' ان کا بھائی' تینوں آئے ہیں۔ کافی عرصے بعد میرے گھر آئے تھے۔ میں نے کہا' انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ۔ کہتے ہیں' میں اوکھا سوکھا اٹھا۔ ڈرائنگ روم میں پہنچا تو وہ قالین پر بیٹھے ہوئے تھے۔



نواز شریف کی محسن کشی کی ایک منہ بولتی تصویر

سوال: تینوں ہی؟۔

جواب: تینوں ہی۔ میں نے ان کی منت کی کہ اوپر صوفے پر بیٹھیں۔ انہوں نے کہا' نہیں' جتنی دیر معافی نہیں ملتی ہم صوفے پر نہیں بیٹھیں گے۔ کہنے لگے' آپ بتائیں کہ آپ کے گھر کوئی آدمی آیا ہو تو آپ کیا کریں گے۔ نہ چائے پینی ہے' نہ اوپر بیٹھنا ہے۔ خیر' میں نے انہیں اوپر بٹھایا۔ چاۓ شاۓ پیتی۔ مجھے کہتے ہیں کہ ہمیں اب جنرل جیلانی کے گھر لے چلیں۔ مین انہیں لے کے جنرل جیلانی کے گھر چلا گیا۔ میں ان کا سفارشی۔ جیلانی بات ہی نہ کریں۔ میں نے کہا' آپ کے گھر آئے ہیں۔ اب تو جانے دیں۔ کہتے [illegible] کام تو ٹھیک ہو گیا۔ پھر کہا' اب اصغر خاں کو بلائیں۔ ہلاکو خاں جو ہیں۔ ان کے پاس چار پانچ ووٹ تھے۔ ان کا بھتیجا جو ہے کیا نام ہے اس کا۔

سوال: نیوانی۔

جواب: نیوانی۔

سوال: سعید اکبر نیوانی۔

جواب: سعید اکبر نیوانی۔ اس کے چار پانچ ووٹ تھے۔ ان کی ضرورت تھی نواز شریف کو۔

سوال: وزیر اعلیٰ پنجاب نواز شریف اپنے خلاف ووٹ آف نو کانفی ڈینس سے نپٹنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔

جواب: پیشگی تیاریاں کر رہے تھے۔ جنرل جیلانی نے پھر اصغر خاں کو بلایا۔ اصغر خاں بڑا دوست ہے جنرل جیلانی کا۔ اسے نواز شریف نے بہت تنگ کیا تھا۔ اس کے خلاف پرچے۔ یہ اور وہ جیلانی نے کہا' خاں صاحب کا ساتھ دینا ہے۔ وہ کہتا ہے' جو حکم سرکار' بریگیڈیئر صاحب کہتے ہیں۔ بھائی اس طرح ہماری صلح ہوئی۔

سوال: اصغر خاں کو وزیر اعلیٰ نواز شریف نے تنگ کیا تھا؟

جواب: ہاں۔

سوال: اصغر خاں' اس وقت ریٹائر ہو چکے تھے۔

جواب: ہاں۔

سوال: اصغر خاں کے بھتیجے بھی نواز شریف کے خلاف تھے۔

جواب: بہت اس کے خلاف تھے۔ ان لڑکوں کو 88 میں ٹکٹ نہیں ملا تھا۔

سوال: وہ پھر انڈی پینڈنٹ ہوئے تھے۔

جواب: انڈی پینڈنٹ ہوئے تھے۔ وہ (رشید اکبر نیوانی) ڈسٹرکس کونسل (بھکر) کے چیئرمین بھی تھے۔

سوال: پھر انہیں گرفتار بھی کیا گیا تھا۔

جواب: پرچے کرا' یہ کرا وہ کرا۔

سوال: ڈسرکٹ کونسل کے اکاؤنٹس چیک کرنے کے لئے ان پر کمیٹی بٹھادی گئی۔

جواب: جی ہاں۔

سوال: یہ پس منظر تھا تینوں باپ بیٹوں کے قالین پر بیٹھنے کا۔ اس طرح پھر صلح ہو گئی۔

جواب: اس طرح صلح ہو گئی۔ اصغر خاں کو پھر تنگ کیا۔

سوال: وہ معاملہ جو ٹل گیا۔ ووٹ آف نو کانفی ڈینس پھر ہوا ہی نہیں۔

جواب: انہوں نے پیشگی ووٹ آف کانفی ڈینس (اعمتاد کا ووٹ) لے لیا تھا۔

سوال: پھر بھی وہ عدم اعتماد کی تحریک پیش تو کر سکتے تھے۔

جواب: بندے ہی نہیں تھے ان کے پاس پیش کیا کرتے۔

سوال: سنا یہ گیا تھا کہ جنرل اسلم بیگ کی مداخلت پر یہ تحریک پیش نہیں ہوئی' ورنہ تیاری کھل تھی۔

جواب: نواز شریف نے ووٹ آف کانفی ڈینس لے لیا تھا کیوں کہ انہوں نے ٹیسٹ کیس کے طور پر ووٹ آف نو کانفی ڈینس کیا تھا وٹو کے خلاف۔

سوال: سپیکر کے خلاف۔

جواب: سپیکر کے خلاف ASATESTCASE انہیں ڈیفیٹ ہو گئی۔ دوسرے نواز شریف نے خود ہی ووٹ آف کانفی ڈینس لے لیا۔

سوال: چیف آف آرمی سٹاف جنرل اسلم بیگ والی افواہ ہی تھی۔

جواب: دیکھو جی' ووٹیں دونوں پارٹیوں کی برابر تھیں' تقریباً" ایک ووٹ کا فرق تھا۔ 35 ووٹ تھے انڈی پینڈنٹ' جنہیں وہ چھانگے مانگے لے گئے۔

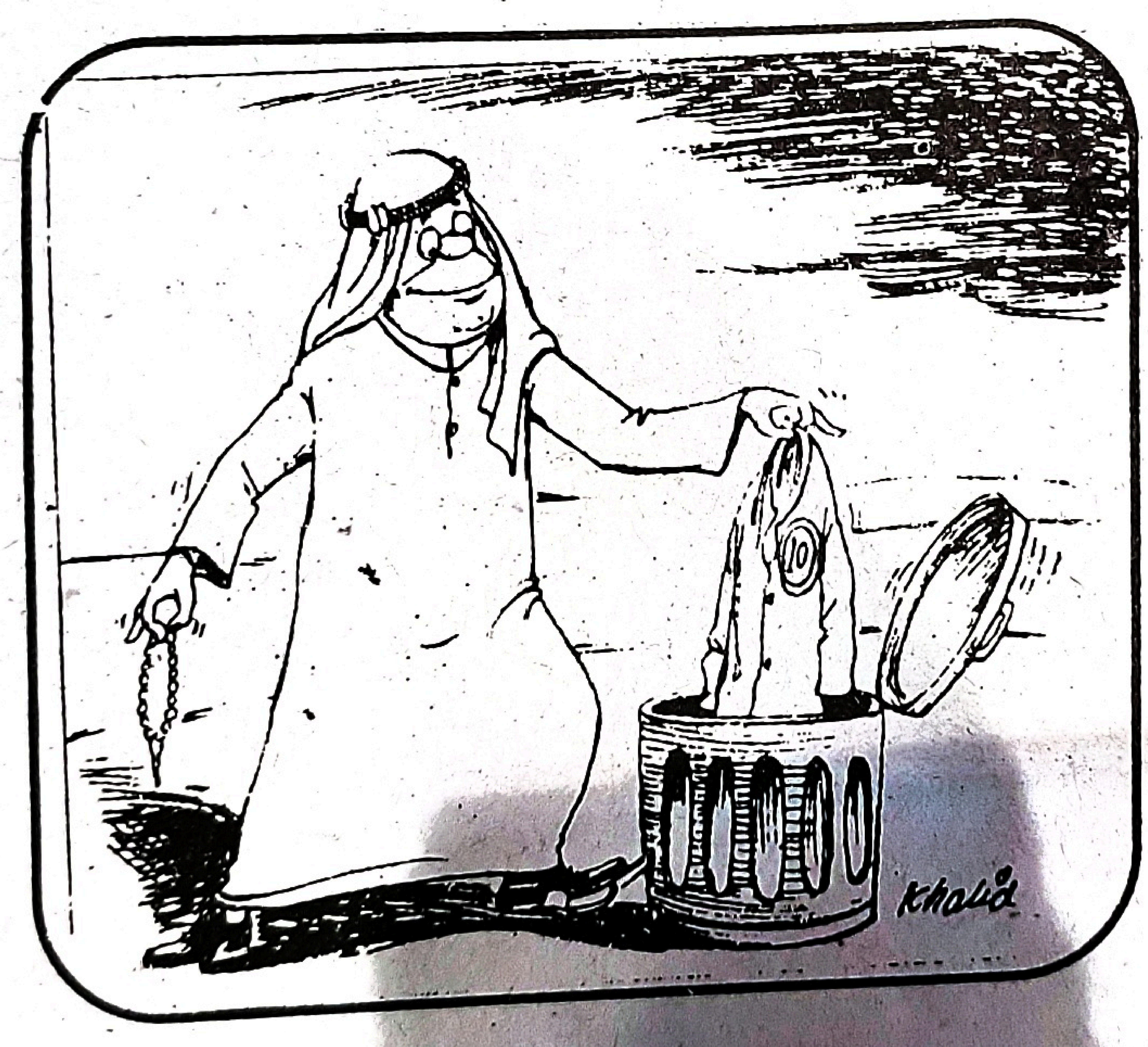
سوال: نواز شریف؟

جواب: ہاں اگر وہ پیپلز پارٹی کے ہتھے چڑھ جاتے تو وہ لے جاتے۔ پھر ان کے پاس بندہ

کوئی نہیں تھا۔ سردار فاروق لغاری تھے لیکن وہ پنجاب پالیٹکس میں ایکٹو نہیں تھے۔ وہ بندے ہی نہ ڈھونڈ سکے کہ کہاں گئے ہیں۔



"دل کے مریض" نواز شریف جدہ ایئرپورٹ سے باہر آتے ہوئے



سادگی پسند —— "میڈ ان پاکستان وزیراعظم"

ایڈمرل (ر) افتخار سروہی نے ماہنامہ "افتخار ایشیاء" کو انٹرویو دیتے ہوئے سابق وزیراعظم کی سادگی کا پول یوں کھولا:-

"اب آتے ہیں نواز شریف کی طرف، نواز شریف نے آکر کہا کہ میں سادگی پسند کرتا ہوں اور ایک ڈش کھانا ہوا کرے گا۔ وہ جوائنٹ سٹاف ہیڈ کوارٹر میں آئے۔ مَیں نے ایک ڈش کا اہتمام کر رکھا تھا۔ چاول تھے ایک سالن تھا اور روٹی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر ہے کہ جو میں نے کہا وہ نہ کیا ہو۔ میرا ایمان ہے کہ ایسا نہ کرنا سب سے زیادہ گناہ ہے۔ ان کے آگے رکھا انہیں نہیں پسند آئی۔ اگلے دن اپنے ہاں بلایا میٹنگ تھی وہاں 18 کھانے لگے ہوئے تھے۔



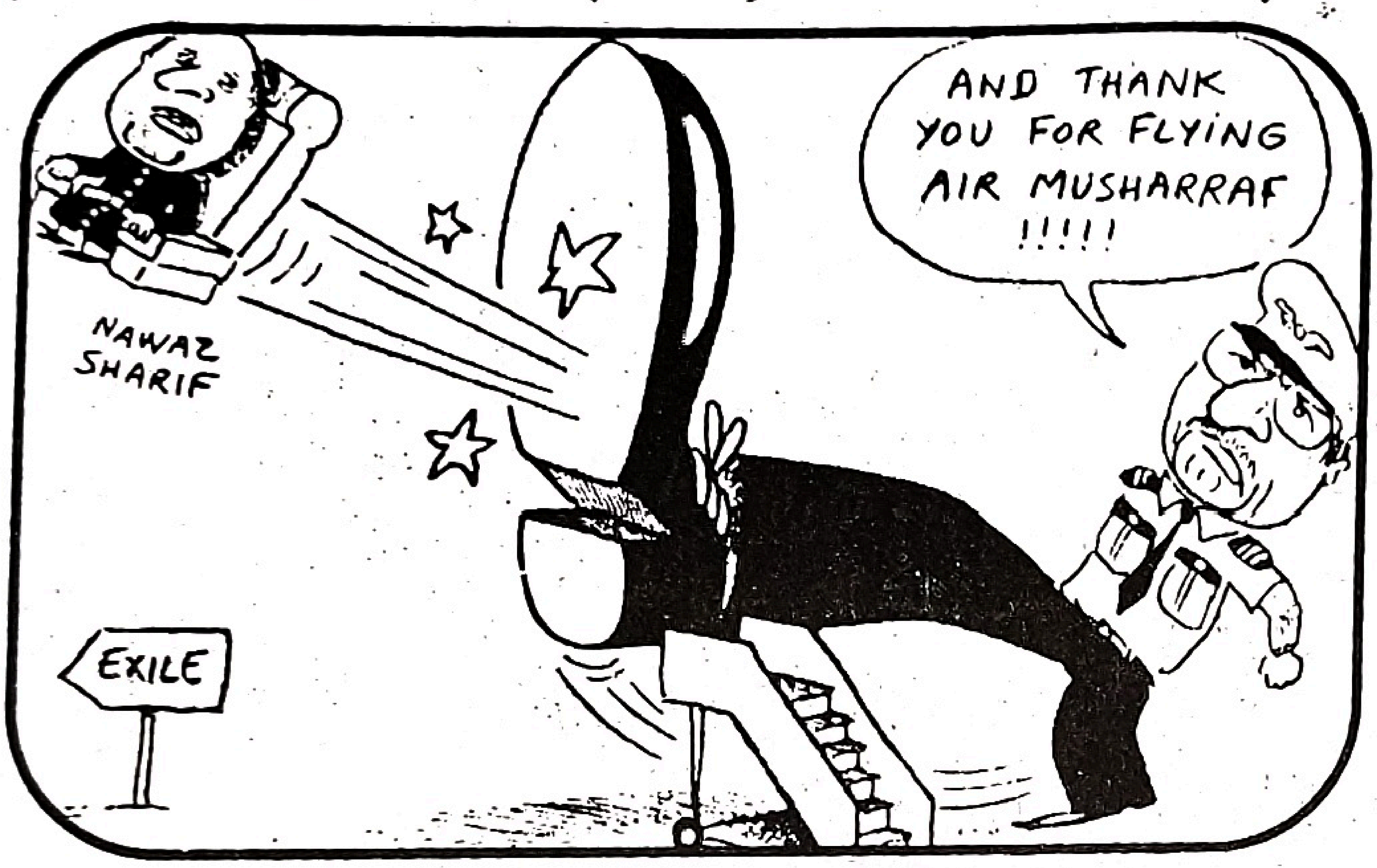
سوال: ان کے ابتدا کی بات ہے؟

جواب: ہاں شروع شروع کی بات ہے وہاں بے تحاشا کھانے ٹیبل پر تھے۔ میں نے کہہ دیا کہ کہا کچھ' کیا یہ کچھ یہ کام نہیں چلے گا۔

میں پریزیڈنٹ کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے بہت خوشی ہوئی ہے کہ نواز شریف آ گئے ہیں میرے اندازے میں وہ وفادار اور محب وطن ہیں۔

سوال: میڈ ان پاکستان ہیں؟

جواب: پاکستان کا بے شک نہ ہو میرے حساب سے اقدار اس وقت ان کے پاس





تھیں۔ وہ انہیں میرے خیال میں ان کے والد محترم سے ملی تھیں میں کوئی وعظ نہیں کرتا لیکن میں عمل کو پسند کرتا ہوں۔ میں انہیں پہلے سے جانتا تھا اس لئے مجھے ان کے ساتھ ملک کے لئے اچھی امیدیں وابستہ تھیں صدر صاحب کے کہنے پر میں ان سے ملا اور تجویز کیا کہ 18 سے زیادہ وزیر نہ رکھیں اور ان کے منشور میں لکھا ہوا تھا کہ ہم قصاص ودیعت کا قانون پاس کریں گے اور شریعت نافذ کریں گے۔ میں نے ان سے منشور پر عمل کرنے کا مشورہ دیا وہ میری تجویز سے متفق تھے شریعت بل کا ڈرافٹ پریزیڈنٹ کے پاس پہنچ گیا اور اس کے ذریعہ پریزیڈنٹ کی ساری پاور ختم کر دی۔ یہ وہ مقام ہے جہاں مسٹر نواز شریف اور غلام اسحاق خان میں اختلاف کا آغاز ہوا۔ پریزیڈنٹ نے مجھے بلایا اور کہا اپنا شریعت قانون پڑھ لیں۔ میں نے پڑھا 58-2-B اور اس کے علاوہ بہت سی صدر کی صوابدید پر قدغن لگا پایا گیا۔

سوال: یعنی کہ وہ فضل الٰہی والا نقشہ بن رہا تھا۔

جواب: جب بھی میں نے نواز شریف صاحب سے کسی معاملہ پر بات کی اور کسی معاملہ پر ہم آہنگی نہ پائی گئی تو انہوں نے معلوم کیا کہ کیا کرنا چاہئے اور عموماً میری تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے کہا کہ پھر اس طرح کر لیں جب انہوں نے مجھ سے ملک کی ترقی کا منصوبہ تیار کرنے کو کہا جو بنایا گیا اس کے بعد ان کے یہ سامنے پیش کیا تو دس سال کا منصوبہ تھا لگے پیسے جنے چاہیدے نے او مل جان گے' ملکی دفاع سے تعلق تھا ڈیولپمنٹ کی باتیں تھیں۔ میں نے عرض کیا کہ اس میں میچورٹی کا پرابلم ہے۔ ہر چیز کے لئے ٹائم ضروری ہے میرے خیال میں یہ نہیں ہو سکے گا۔ لیکن ان کی سوچ تھی پیسے جمع ہیں ڈبل کر دیں۔ اور کام آدھے وقت میں ہو جائے گا۔ یہ ان کا کنسپٹ تھا۔ کرنا ملک کے لئے ضروری ہے لیکن جلدی کرنا ہے۔ ہر چیز کو پیسوں کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے اس سے مشکلات پیدا ہوتی ہے۔



نواز شریف لیڈی ڈیانا سے ہاتھ ملاتے ہوئے



نواز شریف امریکی وزیر خارجہ میڈیلین البرائیٹ سے ہاتھ ملاتے ہوئے



نواز شریف بیگم عابدہ حسین سے ہاتھ ملانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے

سردی میں مچھلی

میاں نواز شریف اپنی ناعاقبت اندیشی اور سیاسی غلطیوں کی وجہ سے آج وقت کے ستم کا شکار ہیں۔ پنجاب کے دارالخلافہ لاہور کے مشہور علاقے گوالمنڈی میں مزے مزے کے کھانے کھانے والا نواز شریف 12 اکتوبر 1999ء کے فوجی ایکشن کے بعد لذیذ کھانوں کو ترس کر رہ گیا ہے۔ ان کے اہل خانہ جب بھی ملاقات کے لئے لانڈھی جیل یا کسی اور جگہ جاتے ہیں تو سنجیدہ اور دل کو دکھا دینے والی گفتگو کے دوران نواز شریف اچانک کوئی نہ کوئی ایسی بات کر دیتے ہیں جیسے سن کر ان کے اہل خانہ بھی ہنسے بغیر نہیں رہ پاتے۔ مثلاً میاں صاحب اپنے اہل خانہ سے گفتگو کے دوران اچانک ان جانوروں کے بارے میں دریافت کر لیتے ہیں جو رائے ونڈ لاہور میں واقع ان کی رہائش پر موجود ہیں اور وہ انہیں بہت عزیز ہیں۔ میاں صاحب اپنے اہل خانہ سے مزے مزے کے کھانے لانے کی فرمائش کرتے ہیں اور جب بیگم کلثوم نواز شریف کی پہلی مرتبہ ان سے ملاقات ہوئی تھی تو نواز شریف نے اپنی صاحبزادی مریم صفدر کی موجودگی میں بے ساختہ کہا تھا کہ جب وہ مری میں نظر بند تھے تو شدید سردی میں انہیں مچھلی بہت یاد آتی تھی۔ پھر میاں صاحب کی فرمائش پر ان کی اہلیہ نے لذیذ قسم کی مچھلی کا بندوبست کیا۔

کارگل اور سینڈوچ

نواز شریف نے کارگل کی جنگ کے دوران اپنے والد محترم میاں شریف اور ذاتی دوستوں کو یہی تاثر دیا تھا کہ وہ کارگل آپریشن کے حقیقی ہدف سے لاعلم تھے،

زیادہ باتوں کا تذکرہ تو یہاں مناسب نہیں ہو گا البتہ اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ کارگل میں مجاہدین کو حمایت فراہم کرنے سے پہلے ایک مرتبہ جی ایچ کیو میں ایک نہایت اہم اجلاس منعقد ہوا جس میں حساس اداروں کے سربراہان کے علاوہ نواز شریف' جنرل پرویز مشرف اور چند ایک حکومتی نمائندے بھی موجود تھے۔ بریفنگ شروع ہوئی تو نواز شریف نے اپنی تمام تر توجہ ایک اعلیٰ فوجی افسر کی طرف مرکوز کرتے ہوئے ان چارٹوں اور نقشوں کی جانب دیکھنا شروع کر دیا جن کے ذریعے فوج حکومت کو اس آپریشن سے آگاہ کرنا چاہتی تھی جو آنے والے دنوں میں شروع ہونے والا تھا۔ فوج نے نواز شریف کو سرتاج عزیز کی موجودگی میں بتایا کہ مجاہدین کارگل کی پہاڑیوں پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں اور بھارت ابھی تک اس حقیقت سے لاعلم ہے کہ اس کی سرزمین پر اللہ کے جوانوں کے قدم جم چکے ہیں۔ نواز شریف نے جنگی نوعیت کی بریفنگ میں تھوڑی دیر تو دلچسپی لی لیکن پھر اچانک ان کے چہرے سے محسوس ہونے لگا جیسے وہ بوریت محسوس کر رہے ہوں۔ جنرل پرویز مشرف نے نواز شریف کے موڈ کو بھانپتے ہوئے اپنے سٹاف کے ایک آفیسر کو اشارہ کیا۔

نواز شریف اس دوران جنرل پرویز مشرف پر ظاہر کرتے رہے کہ وہ بریفنگ سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ اسی دوران باوردی اور مستعد ملازموں نے پلیٹوں میں موجود چکن سینڈوچ اور چائے وغیرہ شرکاء کو پیش کرنا شروع کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد بریفنگ رکی۔ شرکاء میٹنگ نے چائے پی اور کارگل آپریشن کے بارے میں نواز شریف کو دوبارہ حالات سے آگاہ کرنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جی ایچ کیو میں ہونے والے اس اجلاس میں اعلیٰ افسران شامل تھے اور پہلی صف میں سینئر ترین جرنیل بیٹھے ہوئے تھے۔ جب دفاعی نوعیت کی گفتگو عروج پر تھی اور ایک بریگیڈیئر بتا رہے تھے کہ آنے والے دنوں میں بھارت ہماری زمینی اور فضائی سرحدوں کی خلاف ورزی کر سکتا

ہے تو نواز شریف نے اپنے قریب بیٹھے جنرل پرویز مشرف کی طرف دیکھا اور ان کے کان میں کوئی بات کرنا چاہی جنرل پرویز کی توجہ بریگیڈیئر صاحب کی طرف مرکوز تھی۔ انہوں نے یہ سمجھ کر کہ شاید وزیراعظم صاحب کوئی انتہائی اہم پوائنٹ اٹھانا چاہتے ہیں اپنا کان ان کے چہرے کے قریب کیا نواز شریف نے جنرل پرویز مشرف کے کان میں کوئی بات کہی جسے سن کر آرمی چیف کے چہرے کے تاثرات تبدیل ہو گئے۔ نواز شریف نے چند لمحے توقف کیا جنرل پرویز مشرف کے مزاج کو سمجھے بغیر انہوں نے قدرے اونچی آواز میں ان سے کوئی بات کی۔ اب شاید پرویز مشرف کے لئے مزید برداشت کرنا ممکن نہیں رہا تھا۔ انہوں نے پاس بیٹھے جرنیلوں سے گفتگو کی اور "آناً فاناً" بریفنگ کو وائنڈاپ کر دیا گیا۔ سرتاج عزیز اور چند ایک دوسرے حکومتی اہلکار حیران تھے کہ نواز شریف نے ایسی کون سی بات جنرل پرویز مشرف کے کان میں کہی تھی کہ وہ پہلے حیران ہوئے اور پھر انہوں نے اشارہ کر کے بریفنگ کو وائنڈاپ کروا دیا۔

ایسا ہی ایک واقعہ اسی جی ایچ کیو میں اس وقت ہوا تھا جب محمد خان جونیجو وزیراعظم تھے اور جنرل محمد ضیاء الحق صدر کے عہدے پر فائز تھے۔ اس وقت آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل حمید گل تھے جو افغان مسئلہ پر خود کو اتھارٹی کہلواتے تھے۔ جی ایچ کیو میں ہونے والی اس بریفنگ کے دوران جب حمید گل نے حکومت کو مسئلہ افغانستان کے حل کے لئے تجاویز دینا شروع کیں تو شروع شروع میں جونیجو صاحب برداشت کرتے رہے۔ تاہم جب حمید گل کا انداز جارحانہ ہوا تو جونیجو جیسا شریف النفس اور کمزور وزیراعظم بھی برداشت نہ کر سکا۔ اور انہوں نے سامنے ڈائریکٹر جنرل آئی ایس آئی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "جنرل صاحب آپ حقائق بیان کریں مگر ہمیں ڈکٹیٹ نہ کریں محمد خان جونیجو کے انداز تخاطب پر حمید گل کے پسینے چھوٹ

گئے اور انہیں عجلت میں بریفنگ کو وائنڈاپ کرنا پڑا۔ محمد خان جونیجو کا یہ واقعہ کئی فوجی افسران کے علم میں تھا اور جب نواز شریف کی سرگوشی میں کی جانے والی گفتگو کے بعد جنرل پرویز مشرف نے بریفنگ ختم کرائی تو کئی جرنیلوں نے تجسّس کی وجہ سے جنرل پرویز سے پوچھا کہ آخر قصہ کیا تھا۔ جس پر جنرل صاحب نے بتایا کہ نواز شریف نے انتہائی اہم گفتگو کے دوران پہلا تو سوال ان سے یہ کیا تھا کہ "سینڈوچ" کس نے بنائے ہیں اور جب میں نے کہا کہ یہ ہمارے میس کے تیار کردہ ہیں تو انہوں نے اگلا سوال کیا کہ یہ سینڈوچ تیار کرنے والا باورچی کون ہے؟ یہی وہ موقع تھا جب آرمی چیف تڑپ کر رہ گئے کیوں کہ نواز شریف دفاعی لحاظ سے انتہائی اہم بریفنگ کے دوران بجائے یہ پوچھتے کہ جنگ کی صورت میں ہمارے پاس کتنے دن کا اسلحہ وغیرہ موجود ہے اس بات میں زیادہ دلچسپی لے رہے تھے کہ انہیں جو سینڈوچ پیش کئے گئے ہیں انہیں تیار کرنے والا باورچی کون ہے۔ نواز شریف نے صرف یہاں پر ہی گفتگو ختم نہ کی بلکہ بریفنگ کے دوران ہی انہوں نے جنرل پرویز مشرف کے کان میں کہا کہ سینڈوچ تیار کرنے والے باورچی کو وزیر اعظم ہاؤس بھجوا دیں تاکہ وہ میرے باورچی کو بھی اتنے لذیذ کھانے تیار کرنے کا طریقہ سکھا دے۔ جی ایچ کیو میں کارگل آپریشن کے حوالے سے نواز شریف کو بریفنگ دے کر مایوس ہو جانے کے بعد آرمی چیف نے تمام اہم نوعیت کے فیصلوں میں حکومت کو رسماً تو آگاہ کیا لیکن وہ نواز شریف سے قدرے فاصلے پر ہی رہے۔ نواز شریف نے جب دیکھا کہ جنرل پرویز مشرف ان پر توجہ نہیں دیتے تو انہوں نے آرمی چیف سے دوستی کا تاثر دینے کے لئے ایسی تقریبات کا انعقاد شروع کر دیا جن میں آرمی چیف کو مجبوراً شریک ہونا پڑا۔ اسی طرح اپنے دور حکومت کے آخری ایام میں نواز شریف نے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعے عوام میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ ان کے فوج کے سربراہ کے ساتھ اختلافات

نہیں۔ نواز شریف بظاہر آرمی چیف کے ساتھ تعلقات بہتر بنانے کے لئے کوشاں رہے لیکن اندرون خانہ وہ نیا آرمی چیف مقرر کرنے کے بارے میں صلاح مشورے کرتے رہے ممکن ہے کہ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو کہ جنرل پرویز مشرف نے نواز شریف کی خواہش کے مطابق اپنے باورچی کو ایوان وزیراعظم منتقل نہیں کیا تھا۔

کلر کہار میں عیاشی

اپریل 1988ء میں نواز شریف نے موٹروے پر واقع کلر کہار نامی تفریحی مقام پر اپنا کچھ وقت دوستوں کے ساتھ گزارنے کا پروگرام بنایا تھا۔ اسی اثناء میں بھارت نے ایٹمی دھماکے کر دیئے۔ نواز شریف کو جس روز اپنے دوستوں کے ہمراہ سیر و سیاحت کے لئے جانا تھا اس سے ایک روز قبل آرمی چیف نے خواہش ظاہر کی کہ وزیراعظم صاحب جی ایچ کیو تشریف لائیں تاکہ بھارت کے ایٹمی دھماکوں کے بعد پیدا ہونے والی صورتحال پر غور کیا جاسکے۔ جی ایچ کیو حکام نے اس سلسلے میں نواز شریف کے ملٹری سیکرٹری سے رابطہ قائم کیا تو انہیں جواب ملا کہ وزیراعظم کی خواہش ہے کہ جی ایچ کیو میں ہونے والی بریفنگ کسی اور روز رکھ دی جائے۔ وزیراعظم صاحب کے انکار پر فوج کی ایک انٹیلی جینس ایجنسی نے جب پتہ چلایا تو انہیں معلوم ہوا کہ نواز شریف نے اپنے "مخصوص" دوستوں کے ہمراہ تفریح کا پروگرام بنا رکھا ہے اور وہ اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کرنا چاہتے۔

"کارگل اور کرکٹ"

اپنے اقتدار کے آخری سال میں نواز شریف ہر ہفتے لاہور کے باغ جناح میں

کرکٹ ضرور کھیلتے تھے۔ جن دنوں بھارت کے ایٹمی دھماکوں کے بعد خطے میں جنگ کے بادل چھائے ہوئے تھے' نواز شریف باغ جناح میں کرکٹ کھیلنے میں مصروف تھے۔ نواز شریف عموماً ہر میچ میں نصف سنچری بنایا کرتے تھے اور کسی باؤلر میں جرات نہ تھی کہ وہ وکٹوں کے درمیان گیند پھینک سکتا۔ نواز شریف نے معروف کرکٹر جاوید زمان کو پاکستان کرکٹ بورڈ میں اعلیٰ عہدہ ہی اس لئے دیا تھا کہ وہ باغ جناح میں میچ کے دوران اس بات کو یقینی بنائے رکھیں کہ کوئی فیلڈر نہ تو نواز شریف کا کیچ پکڑے اور نہ ہی کوئی فیلڈر انہیں رن آؤٹ کرے۔ اگر کبھی کوئی فیلڈر نواز شریف کو رن آؤٹ یا کیچ آؤٹ کرنے کی گستاخی کر بھی لیتا تو نواز شریف بال بال بچ جاتے کیوں کہ ایمپائر صاحب فوراً نو بال کا اشارہ کر دیتے۔ نواز شریف باغ جناح میں کرکٹ کھیلنے کے دوران کوشش کرتے تھے کہ ان کے اسٹروک پر کم از کم چوکا ضرور لگے اور مخالف ٹیم فیلڈرز کو ان مقامات پر کھڑا ہی نہ کرتی تھی جہاں کیچ پکڑے جانے کا معمولی سا بھی احتمال ہوتا تھا۔ نواز شریف چونکہ زیادہ تر وکٹ پر رہ کر خود کھیلنا پسند کرتے تھے اس لئے اوور کی آخری بال پر ہر فیلڈر کا فرض ہوتا تھا کہ وہ گیند کے پیچھے اس طرح بھاگے کہ جس طرح تین سال کا بچہ بھاگتا ہے۔ نواز شریف وکٹ کے درمیان دوڑ کر اسکور کرنا اپنے لئے توہین سمجھتے تھے اور وہ رن اس طرح لیتے تھے جیسے کوئی آرام سے واک کر رہا ہو۔ کیا مجال تھی کہ کرکٹ میچ کا چشم دید حال کسی اخبار میں شائع ہو سکے۔ باغ جناح میں صرف وہی اخبار نویس جا سکتے تھے جنہیں پریس انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ حلف لے کر کارڈ جاری کرتا تھا۔ جس اخبار نویس نے بھی نواز شریف کے کرکٹ کھیلنے کے بارے میں منفی خبر دی' اس کا باغ جناح میں داخلہ ممنوع قرار دے دیا جاتا تھا۔ نواز شریف محض کرکٹ کھیلنے کے لئے ہر ہفتے کوئی نہ کوئی اہم اجلاس ملتوی کروا دیتے تھے۔ اگرچہ پاکستان کا دارالخلافہ اسلام آباد میں ہے لیکن نواز شریف نے عملاً ''لاہور کو

دارالخلافہ میں تبدیل کر دیا تھا۔ وہ ہفتے میں کم از کم دو یا تین دن لاہور میں قیام کرتے تھے اور اس دوران تمام محکموں کے نمائندوں کو لاہور آنا پڑتا تھا۔ کارگل کی جنگ کے دوران جب نواز شریف نے امریکہ جانے کا فیصلہ کیا تو وہ ہفتے کا دن تھا نواز شریف معمول کے مطابق کرکٹ "کھیل" رہے تھے کہ اچانک ان کے سیکرٹری نے پریشانی کے عالم میں گراؤنڈ کے قریب ٹہلنا شروع کر دیا۔ وہ نواز شریف سے کوئی اہم بات کرنا چاہتے تھے اور اس مقصد کے لئے وہ گراؤنڈ میں بھی گئے تھے لیکن نواز شریف نے انہیں یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ پہلے مجھے کھیل لینے دو۔ چنانچہ وزیراعظم صاحب جب کرکٹ کھیل کر فارغ ہوئے تو انہوں نے امریکی حکام سے گفتگو کی اور دفتر خارجہ کو ہنگامی بنیادوں پر مطلع کیا گیا کہ نواز شریف کارگل کی لڑائی بند کرانے کے لئے امریکہ جا رہے ہیں۔ نواز شریف نے امریکہ روانگی کا فیصلہ فوج اور کابینہ کو اعتماد میں لئے بغیر کیا تھا۔ وہ رات 12 بجے امریکہ روانہ ہونا چاہتے تھے لیکن اعلیٰ حکام نے انہیں کچھ دیر کے لئے روک لیا اور انہیں سمجھایا گیا کہ وہ کلنٹن کے ساتھ کیا بات کریں اور کیا نہ کریں۔ نواز شریف نے امریکہ روانہ ہوتے وقت تو یہی تاثر دیا کہ وہ پاکستان کے مفادات کا سودا نہیں کریں گے لیکن امریکہ جا کر انہوں نے یکطرفہ طور پر کارگل سے فوج اور مجاہدین واپس بلانے کا اعلان کر دیا۔ نواز شریف نے امریکی صدر بل کلنٹن کے ساتھ ہونے والے مذاکرات کے نوٹس لینے کی کسی کو اجازت نہ دی اس لئے آج تک کسی کو کچھ پتہ نہیں کہ کلنٹن اور نواز شریف نے دوبدو ملاقات میں کیا گفتگو کی تھی۔

امریکہ میں قیام کے دوران نواز شریف نے اپنے اہل خانہ کے لئے لاکھوں روپے کی خریداری کی جب کہ ان کے دوستوں نے بھی سرکاری خرچ پر مزے اڑائے۔ امریکہ سے واپسی پر نواز شریف نے ایوان صدر جا کر صدر رفیق تارڑ کو اپنے

دورہ امریکہ کے بارے میں آگاہ کرنے کے بجائے اس بات پر قائل کرنے کی کوشش کی کہ جنرل پرویز مشرف کو فارغ کر دیا جائے۔

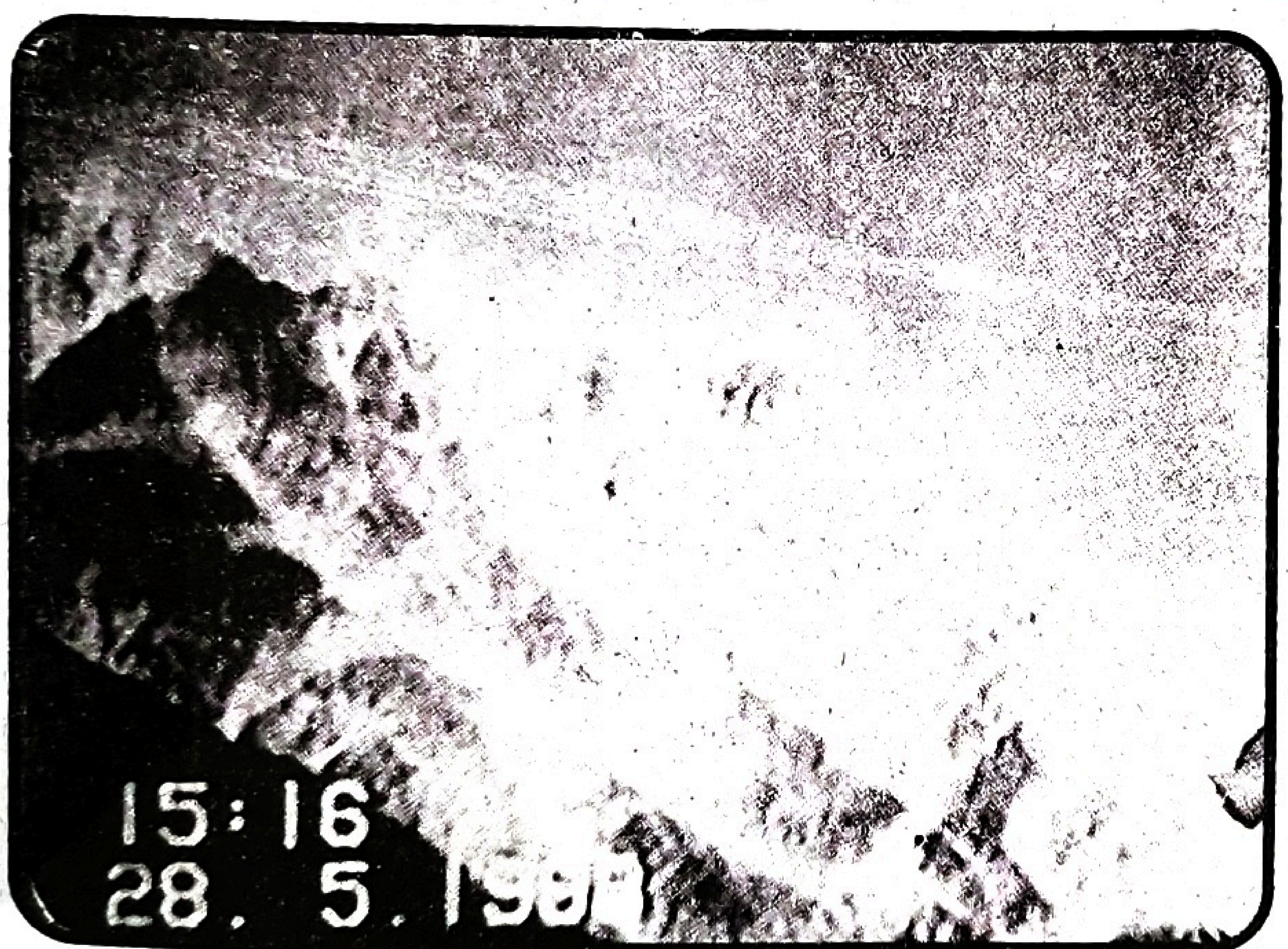
نواز' شہباز اختلافات

نواز شریف کا ایک خاص وصف یہ تھا کہ وہ زبان کے میٹھے مگر دل کے کڑوے تھے۔ جو شخص ان کے مزاج کے برعکس کوئی غلطی کر لیتا وہ اسے کبھی معاف نہیں کرتے تھے جب کہ ان کے برعکس شہباز شریف زبان کے کڑوے اور دل کے (بھائی کے مقابلے میں) صاف تھے۔ شہباز شریف نے نواز شریف کے اقتدار کو بچانے کے لئے نہایت اہم خدمات انجام دیں۔ یہ شہباز شریف کا ہی کارنامہ تھا کہ انہوں نے عدلیہ کے اندر بغاوت کروا کر جسٹس (ر) سجاد علی شاہ کو فارغ کروا دیا۔ ورنہ جسٹس (ر) سجاد علی شاہ اور سردار فاروق لغاری کے درمیان جو معاہدہ طے پایا تھا کہ اس کے تحت عدالت عالیہ نے توہین عدالت کیس میں نواز شریف کو نااہل قرار دے کر وزیر اعظم کے عہدے سے فارغ کر دینا تھا۔ لیکن ایک وقت ایسا بھی آیا کہ دونوں بھائیوں کے درمیان بول چال تک بند ہو گئی۔ اس کی وجہ سوائے اس کے کوئی اور نہ تھی کہ اخبارات میں یہ خبریں شائع ہونا شروع ہو گئی تھیں کہ اگر سپریم کورٹ نے نواز شریف کو سزا سنائی تو مسلم لیگ شہباز شریف کو وزیر اعظم نامزد کر دے گی۔ ان افواہوں کی وجہ سے نہ صرف دونوں بھائیوں بلکہ ان کی بیگمات کے درمیان بھی تلخ کلامی ہوئی۔ نواز شریف بنیادی طور پر ایک اچھے انسان تھے۔ سانحہ بس یہ ہوا کہ انہیں اس وقت وزیر خزانہ بنا دیا گیا جب وہ ایم پی اے بننے کے بھی قابل نہ تھے اور جب وہ ایم پی اے بننے کے قابل ہوئے تو انہیں وزیر اعلیٰ کا عہدہ مل گیا۔ وزارت عظمیٰ تو نواز شریف کے بس کی بات ہی نہ تھی اور وہ خود بھی اس کا اعتراف کرتے تھے

کہ ان پر بھاری ذمہ داریاں عائد ہو گئی ہیں۔

نواز حکومت اور "ایٹمی دھماکے"

کہنے کو تو کہا جائے گا پاکستان نے ایٹمی دھماکے نواز شریف کی وزارت عظمیٰ کے دور میں کئے مگر حقیقتاً" نواز حکومت دھماکہ گریز پالیسی اختیار کئے ہوئے تھی۔ اس سلسلے میں ان کے وزیر اطلاعات مشاہد حسین نے حکومت کے زیر کنٹرول الیکٹرانک میڈیا اور اپنے تنخواہ دار اور مراعات یافتہ اخبار نویسوں کے ذریعے مہم چلائی کہ پاکستان کو ایٹمی دھماکے نہیں کرنا چاہئیں۔ بعض کالم نویسوں نے بھی حکومت کی اس قسم کی ہدایت کی روشنی میں اپنے زور قلم کو صرف کر کے حق نمک ادا کیا اور انعام بھی پایا حکومتی سطح پر سب سے بڑی کوشش یہ کی گئی کہ مختلف وزراء کو اپوزیشن رہنماؤں کے پاس بھیجا گیا کہ وہ دھماکہ کرنے کا مطالبہ نہ کریں لیکن نواز شریف کو رائے عامہ کے سامنے گھٹنے ٹیکنا پڑے۔



28 مئی 1998ء کو چاغی میں کئے گئے ایٹمی دھماکوں کے موقع پر لی گئی یادگار تصویر

کارگل پر پسپائی کی پالیسی

کارگل پر جن دنوں محاذ گرم تھا۔ وزیر اعظم کا امریکہ کے ایک اشارے پر واشنگٹن پہنچ جانا ایک خود دار قوم کے شایان شان نہیں تھا۔ انہوں نے محض اقتدار بچانے کا واسطہ دے کر امریکہ کے بنائے گئے معاہدے پر انگوٹھا لگا دیا۔ کارگل معرکہ کے دوران فوج کے ترجمان بریگیڈیئر راشد قریشی اخبار نویسوں کو بریفنگ دیتے تو وفاقی وزیر اطلاعات مشاہد حسین صحافیوں سے علیحدگی میں اس قسم کا بیان دیتے جس کا مقصد فوج کے صحیح اور صاف واضح موقف کو دھندلاتا ہوتا تھا۔

کرسی بچانے کے ہتھکنڈے

نواز شریف نے خوشامدیوں میں گھر کر عقل و خرد سے عاری ایسے ایسے اقدام کیئے جن سے مختلف صوبوں کے مابین احساس محرومی کو تقویت ملی چنانچہ اپنے اقتدار کے سنگھاسن کو خود متزلزل کرنے کی ایسی کوششوں کے دوران نواز شریف نے اپنے چھوٹے بھائی شہباز شریف کو بیرونی ممالک کے دوروں پر بھیجنا شروع کر دیا۔ نواز شریف کی طرف سے اپنی پارلیمانی پارٹی' کابینہ اور پارلیمنٹ کو اعتماد میں لئے بغیر اپنے بھائی شہباز شریف کو سپر پاور امریکہ سے قومی و ملکی حساس معاملات پر بات چیت کرنے کا مینڈیٹ دے کر روانہ کیا گیا تو ملک بھر کے سیاسی رہنماؤں کا ماتھا ٹھنکا۔ امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد نے 19 ستمبر 1998ء کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے دو ٹوک الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ "نواز حکومت فوج پر شب خون مارنا چاہتی ہے اگر ایسا ہوا تو اس کا بہت سخت رد عمل ہو گا جو نواز حکومت کے خاتمے کا سبب بن جائے گا۔"

شہباز شریف نے 19 ستمبر کو سعودی عرب کیلئے روانہ ہونا تھا اسی روز آئی ایس آئی کے سربراہ لیفٹیننٹ جنرل خواجہ ضیاء الدین امریکہ پہنچے وہ آئی ایس آئی کے پہلے سربراہ تھے جو اپنے طور پر امریکہ کے دورے پر گئے اور امریکی فوجی حکام کے مہمان خصوصی تھے۔ تاثر عام تھا کہ نواز شریف اور شہباز شریف نے پارٹی سے بالا بالا سی ٹی بی ٹی اور کشمیر پر امریکہ سے کوئی خفیہ سمجھوتہ کر لیا ہے اور دونوں بھائیوں نے امریکی حکومت کو سمجھا دیا ہے کہ فوج بھی ان کے خلاف ہو گئی ہے۔ اس قسم کی رپورٹ 23 ستمبر 1998ء کو وائس آف جرمنی سے بھی نشر کی گئی۔ لیکن بھائیوں کے منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے اور 12 اکتوبر 1999ء کو فوج آ گئی۔ یوں وزارت عظمٰی سے لانڈھی جیل، لانڈھی جیل سے اٹک قلعہ اور اٹک قلعہ سے خفیہ معاہدے کے تحت سعودی عرب جلاوطنی نواز شریف کا مقدر بن گئی۔

"تیرے کہنے پر ایٹمی دھماکہ کر رہا ہوں"

نواز شریف ان دنوں ایوان اقتدار سے باہر ہی نہیں بلکہ وطن سے بہت دور..... سعودی عرب میں جلاوطنی کی زندگی گذار رہے ہیں اس لئے مناسب محسوس نہیں ہوتا کہ ان کی سیاسی غلطیوں اور ان کی ذات وابستہ مزید دلچسپ واقعات کو منظر عام پر لایا جائے کہ حقیقت تو یہ ہے کہ نواز شریف نے ایک مرتبہ اپنے مالشئے سے ٹانگیں دبواتے ہوئے پوچھا کہ کیوں بھئی مولوی! کریں یا نہ کریں" مالشئے نے کہا۔ "میاں صاحب کر دیں۔" جس پر نواز شریف نے کہا۔ "اچھا میں تیرے کہنے پر ایٹمی دھماکہ کر رہا ہوں۔" اگلے روز نواز شریف نے ایٹمی دھماکہ کرنے کے فائل پر دستخط کر دیئے اگرچہ بھارتی دھماکوں کے جواب میں دھماکہ کرنے کا فیصلہ فوج اور حکومت کا

متفقہ تھا لیکن پرائم منسٹر ہاؤس کے ایک ماشئے نے قبل از وقت ہی اس فیصلے کو اپنے قریبی دوستوں تک پہنچا دیا تھا اور بات اڑتے اڑتے کہاں سے کہاں تک چلی گئی۔

نواز شریف کی یادداشتیں

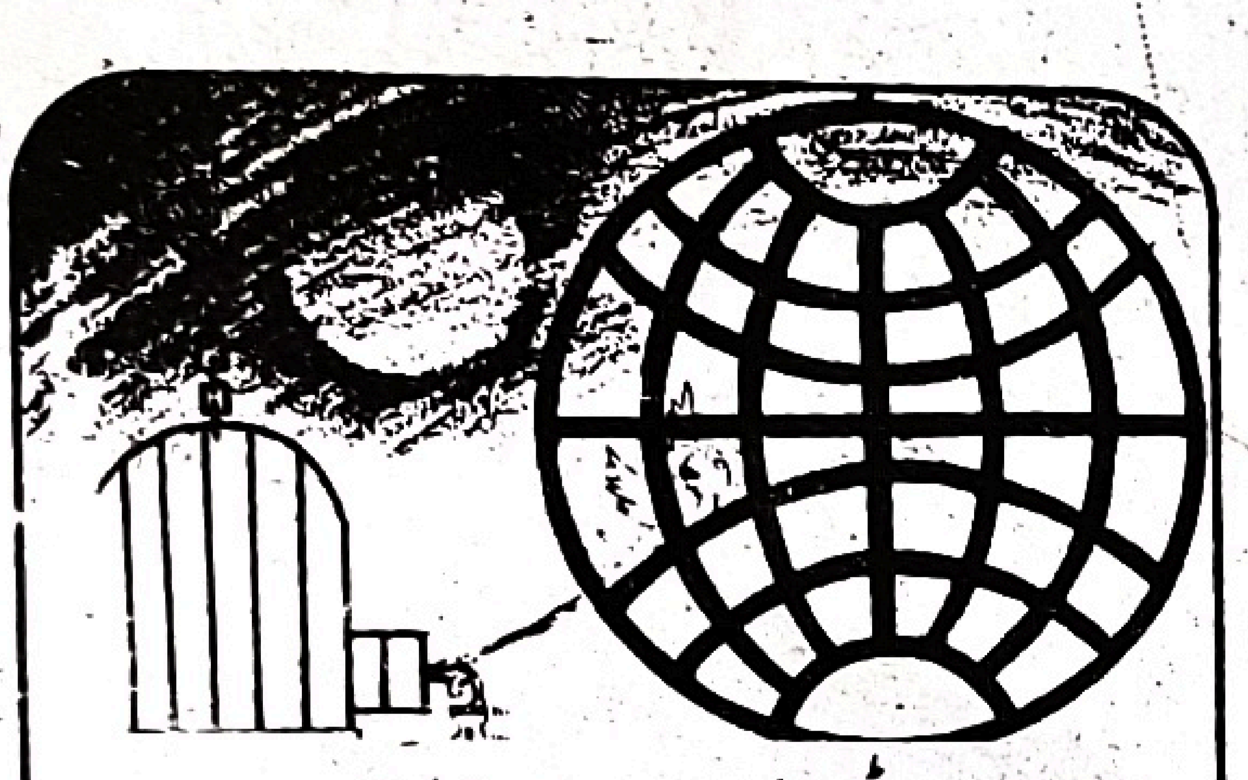
ویسے تو ان کی خودنوشت "ماڈل ٹاؤن کا بیٹا" کے نام سے ماڈل ٹاؤن پبلی کیشنز (مچھلی منڈی اردو بازار لاہور) نے پہلے ہی شائع کر دی ہے جس میں نواز شریف نے اپنے عروج و زوال، اپنے ماضی اور 12 اکتوبر کے اقدام کے بارے میں تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ نواز شریف آج کل سعودی محل میں لانڈی جیل اور اٹک قلعہ میں اپنی اسیری زندگی کے بارے میں یادداشت تحریر کر رہے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ وہ ان واقعات کا بھی ذکر کر ڈالیں جو ان کو اقتدار کے ایوانوں سے لانڈھی جیل تک اور ازاں بعد براستہ قلعہ اٹک سعودی عرب جلاوطنی کا موجب بنے۔

کیا نواز شریف اپنی یادداشتیں تحریر کرتے وقت یہ بھی لکھیں گے کہ ایک مرتبہ اسلام آباد میں امن عامہ کی صورت حال پر غور کرنے کے لئے ان کی زیر صدارت ایک اعلیٰ سطحی اجلاس ہو رہا تھا کہ انہیں رائے ونڈ لاہور سے ان کے والد محترم میاں محمد شریف کا پیغام ملا کہ نواز! ہریسہ تیار ہے اور کھانے پر تمہارا انتظار ہو رہا ہے۔" کیا وہ لکھیں گے کہ وہ والد محترم کا حکم ملتے ہی اجلاس کی صدارت چودھری شجاعت حسین کے ذمہ لگا کر خصوصی طیارے کے ذریعے ایک گھنٹے کے اندر لاہور پہنچ گئے تھے۔

کیا نواز شریف یہ بھی لکھیں گے کہ ایک مرتبہ ان کے والد محترم نے ٹی وی کے پروگرام میں بانسری بجانے والے ایک شخص کے فن سے متاثر ہو کر انہیں لاہور سے اسلام آباد فون کر کے حکم دیا تھا کہ ٹی وی پر اس وقت جو شخص بانسری بجا رہا ہے



نواز شریف کی "خود نوشت" کتاب "ماڈل ٹاؤن کا بیٹا" کے ٹائٹل کا عکس



چھوٹی جیل سے بڑی جیل تک



سینہ رازوں سے بھرا ہے اور پیٹ.....؟

اسے میرے پاس بھیج دو' کیا نواز شریف یہ لکھیں گے کہ انہوں نے ہیلی کاپٹر بھیج کر اس بانسری والے کو ایک گاؤں سے بلوایا تھا اور بانسری کی دھن پر پھر میاں صاحب نے خود بھی لوک گیت گائے تھے۔

کیا نواز شریف یہ بھی تحریر کریں گے کہ جب وہ وزیر اعلیٰ نہیں بنے تھے تو بطور وزیر خزانہ جب انہیں ایئرپورٹ جا کر گورنر جیلانی کا استقبال کرنا پڑتا یا صدر ضیاء الحق لاہور تشریف لاتے تو وہ پولیس اور فوج کی گاڑیوں کے حصار میں سڑکوں پر گزرنے والی اعلیٰ شخصیات کی گاڑیوں کو دیکھ کر گھنٹوں خیالات میں گم رہا کرتے تھے۔

کیا نواز شریف یہ بھی لکھیں گے کہ وہ اسمبلی کے اجلاس کے دوران بطور وزیر اعلیٰ زیادہ تر خاموش رہا کرتے تھے اور اگر کوئی رکن ان سے سوال کرتا تو وہ کنفیوژڈ ہو جایا کرتے تھے؟ کیا نواز شریف یہ بھی لکھیں گے کہ وہ مری کی سڑکوں پر اکیلے کھڑے ہو کر بھارتی گیت گنگنایا کرتے تھے؟

نواز شریف کی زندگی کے سینکڑوں واقعات ایسے ہیں جنہیں سن کر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی لطیفہ سنا رہا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ نواز شریف بچپن' جوانی اور اقتدار کے دنوں میں یہی کچھ کیا کرتے تھے۔

نواز شریف کا محبوب مشغلہ

یوں تو نواز شریف کو کئی شوق تھے لیکن ان کا ایک محبوب مشغلہ یہ بھی تھا کہ وہ اپنے دوست اور مخالفین کے کمزور پہلوؤں کی ہمیشہ تلاش میں رہتے تھے اور ذوالفقار علی بھٹو کی طرح انہوں نے بھی اپنے قریب ترین دوستوں کو نوازنے کے بعد ان کی بدعنوانی اور عیاشیوں کے بارے میں تفصیلی فائل اپنے پاس محفوظ کر رکھی تھی اور وہ

ب چاہتے ارکان اسمبلی کے خلاف موجود اس مواد کو متعلقہ شخص کے سامنے رکھ دیا کرتے تھے۔

نواز شریف فوج کے مزاج کو نہ سمجھ سکے

نواز شریف کو اقتدار میں لانے والے جرنیل تھے۔ حکومتی ایوانوں میں وہ جنرل غلام جیلانی کی وجہ سے داخل ہوئے لیکن کم وبیش 20 سال تک جرنیلوں کے زیر سایہ تربیت حاصل کرنے کے باوجود وہ فوج کے مزاج کو کچھ نہ سمجھ سکے اور وہ دو مرتبہ وزیراعظم بننے کے باوجود اپنے ہی منتخب کردہ آرمی چیف کے ہاتھوں اقتدار سے محروم ہوئے۔ نواز شریف پانچ وقت کے نمازی ہونے کے ساتھ ساتھ صبح سویرے تلاوت



نواز شریف واجپائی سے گلے ملتے ہوئے



نواز شریف جنرل پرویز مشرف کے ساتھ کارگل کے محاذ پر

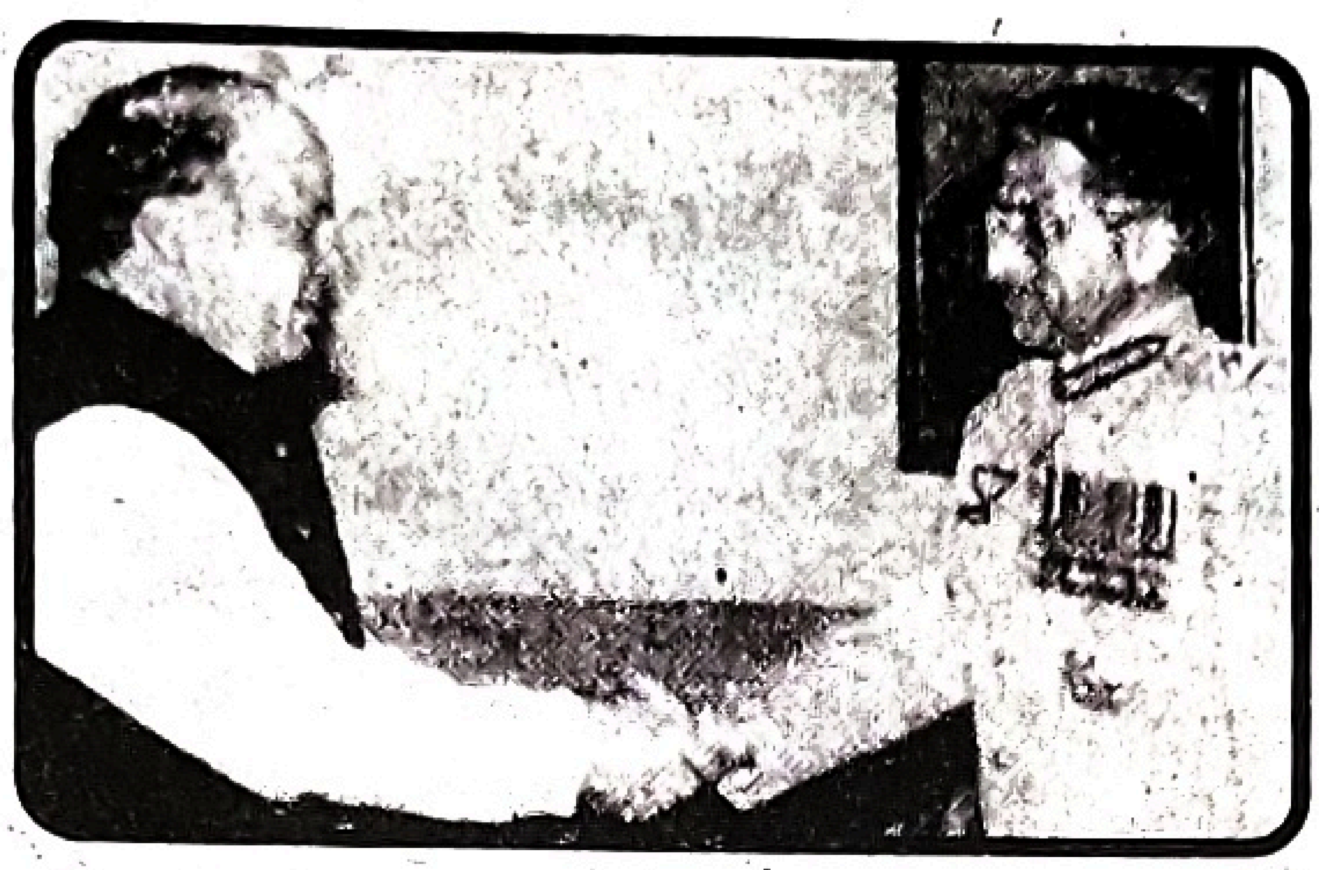


نواز شریف کی جنرل مشرف کے ساتھ پر مسرت ایام کے دوران لی گئی ایک تصویر

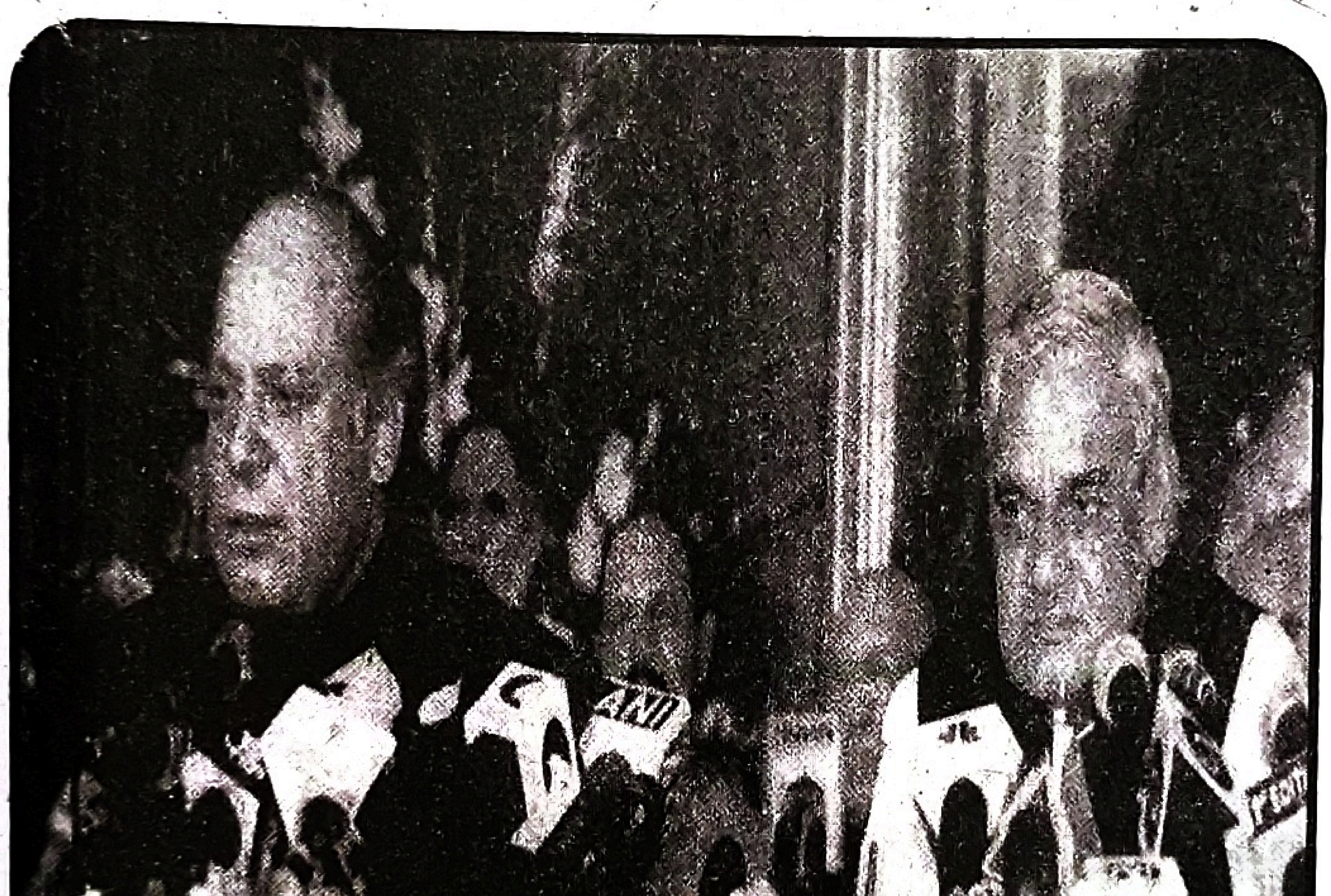


نواز شریف کی واجپائی کے ساتھ لاہور میں لی گئی ایک تصویر

قرآن پاک کرنے کے عادی تھے اور ان کی یہ عادت جیل میں بھی برقرار رہی لیکن حیرت اس پر ہے کہ اسلام کے اس قدر قریب ہونے کے باوجود متکبر اور ضدی تھے اور ہر اختیار اپنی مٹھی میں رکھنے کا خبط انہیں اقتدار سے جیل کی سلاخوں تک لے گیا۔



نواز شریف جنرل پرویز مشرف کے ساتھ پرتپاک طریقے سے ہاتھ ملاتے ہوئے



نواز شریف اپنے ہم منصب بھارتی وزیراعظم واجپائی کے ساتھ

پریس کانفرنس میں "اعلان لاہور" کرتے ہوئے

نواز شریف 12 اکتوبر کو کیا تقریر کرنے والے تھے؟

معزول وزیراعظم میاں نواز شریف نے کرگل پر خفیہ رپورٹ مرتب کروائی اور انہیں یہ رپورٹ 12 اکتوبر 1999ء کے فوجی اقدام سے ایک روز قبل ملی جسے 12 اکتوبر کو شام چھ بجے نواز شریف کی پاکستان ٹیلی ویژن پر نشر کی جانے والی تقریر کے بعد نشر کیا جانا تھا۔

معروف صحافی جناب رائے اسد خان کھرل کی ہفت روزہ "وجود" میں شائع ہونے والی رپورٹ کے مطابق کرگل تحقیقاتی کمیٹی کی خفیہ رپورٹ گیارہ صفحات پر مشتمل تھی جس میں جنرل پرویز مشرف کی برطرفی کے لیے وجوہات کا تعین کیا گیا تھا۔ یہ ایک خوف ناک رپورٹ تھی' باخبر حلقوں کے مطابق مذکورہ رپورٹ کے منظر عام پر آنے سے کلنٹن اور واجپائی دنیا کی نظروں میں سرخرو ہو جاتے لیکن پاکستانی عوام کے سر شرم سے جھک جاتے۔ اس رپورٹ کے مندرجات کے بعد نواز شریف کے خلاف کسی دوسری فرد جرم کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ نواز شریف کے علاوہ مذکورہ رپورٹ کا 5 افراد لیفٹیننٹ جنرل (ر) ضیاء الدین' بریگیڈیر (ر) جاوید اقبال' لیفٹیننٹ جنرل (ر) چوہدری افتخار علی خان' سعید مہدی اور حسین نواز کو علم تھا۔ رپورٹ کی تیاری میں اس قدر احتیاط کا مظاہرہ کیا گیا کہ جہاں جہاں جنرل پرویز مشرف اور جنرل

ضیاء الدین کا نام آنا تھا وہاں خالی جگہ چھوڑ دی گئی۔ رپورٹ میں نواز شریف کرگل آپریشن کی ذمہ داری جنرل پرویز مشرف پر ڈالنے والے تھے۔ مذکورہ رپورٹ میں نواز شریف یہ کہنے والے تھے کہ:

''مجھے کرگل آپریشن سے بے خبر رکھ کر پاکستان کو جنگ کے خطرے سے دوچار کردیا گیا اور سینکڑوں افسروں اور جوانوں کو بلاوجہ قربان کر دیا گیا۔ رپورٹ کے صفحہ نمبر 7 کے آخری پیراگراف میں لکھا ہے کہ کرگل پاکستان کے سنگین ترین بحرانوں میں سے ایک تھا جب ملکی سلامتی خطرے میں پڑ چکی تھی، صورت حال فوری رد عمل کی متقاضی تھی میں نے اس واقعہ پر فوری رد عمل کا اظہار کیا، اس بات سے جنرل مشرف بھی بخوبی واقف ہیں تاہم وہ اس معاملے پر نہ صرف میرے ساتھ بلکہ مسلح افواج کے ساتھ بھی آنکھ مچولی کھیل رہے تھے۔ مجاہدین کو واپس لانے اور بھارت سے کشیدگی ختم کرنے کی کوشش سے بھی مجھ سے ناراض تھے۔ ان کے اس رویے پر میرا اعتراض وجہ ناراضگی بن گیا اور ان تمام واقعات کے بعد میں نے جنرل مشرف کو فارغ کر نیکا فیصلہ کیا کیوں کہ وہ حکومت کے خاتمے کے لئے ''بلیوپرنٹ'' تیار کر چکے تھے۔ اس غیر نشر شدہ رپورٹ میں یہ بھی لکھا ہے کہ حکومت نے جنرل پرویز مشرف کی مدت ملازمت میں توسیع کر دی تاکہ وہ اپنے کام پر توجہ دیں لیکن جنرل پرویز مشرف سازشوں سے باز نہیں آئے لہٰذا انہیں فارغ کر کے جنرل ضیاء الدین کو آرمی چیف بنایا گیا ہے۔ مذکورہ رپورٹ میں لیفٹیننٹ جنرل (ر) طارق پرویز نے جنرل پرویز مشرف پر حکومت کے خلاف سازش کا الزام لگا کر ان کے خلاف وعدہ معاف گواہ بننا تھا۔ علاوہ ازیں چار فور اسٹار جرنیلوں کی برطرفی کا بھی اعلان کیا جانا تھا۔

12 جون 2000ء کو اٹک قلعہ میں ہیلی کاپٹر ریفرنس کی سماعت کے دوران نواز شریف کی طرف سے کاغذ پر لکھا ہوا یہ بیان، جو انہوں نے وہاں پر موجود ملکی و غیر ملکی

صحافیوں کو پڑھ کر سنایا کہ:

''جنرل زینی نے دورہ پاکستان کے موقع پر مجھ سے کہا کہ کرگل کا ذمہ دار پاکستان ہے جب کہ کئی دیگر ممالک نے بھی ہمیں موردالزام ٹھہرایا۔ کرگل آپریشن میں 1965ء کی جنگ سے بھی زیادہ پاکستان کا جانی نقصان ہوا' ناردرن لائٹ انفنٹری (این ایل آئی) کی پوری یونٹ اڑ گئی تھی' کرگل آپریشن سے پاکستان کا امیج خراب ہوا' کرگل منصوبہ بندی سے مجھے بالکل بے خبر رکھا گیا' اعلان لاہور کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی گئی' کشمیر مذاکرات کی میز سے ہٹ گیا' پاکستان عالمی تنہائی کا شکار ہوا' کرگل معرکے کی منصوبہ بندی ناقص اور کمزور تھی' ہمارے جوان اور سینکڑوں افسر شہید ہو گئے' سپلائی لائن میں رکاوٹوں کے باعث بار بار تعطل پیدا ہوا' اس طرح سے اگلی پوسٹوں پر موجود افسر اور جوان چیخ اٹھے کہ راشن ملے نہ ملے اسلحہ تو دو' کرگل آپریشن کی تیاری جنوری 1999ء سے شروع ہو چکی تھی مجھے مئی 1999ء میں آگاہ کیا گیا' اگر منصوبہ بندی سے پہلے یا شروع میں بتا دیا جاتا تو میں بھارتی وزیراعظم واجپائی کو فروری 99ء میں دورہ لاہور سے روک دیتا اور اعلان لاہور کی نوبت ہی نہ آتی۔

''میں پاکستان کے مفاد میں جو کچھ کر رہا تھا فوجی قیادت اس کے بالکل برعکس کسی اور ایجنڈے پر کام کر رہی تھی۔ اس منصوبے کو شروع کرنے تک پاکستان کے کور کمانڈرز' بحری اور فضائی سربراہان کو بھی اس کا کچھ علم نہیں تھا۔ ہماری چوکیاں ٹائیگر ہلز اور ''1514 ہلز'' بھی دشمن کے قبضہ میں چلی گئی تھیں۔ امریکا کے صدر بل کلنٹن سے رابطہ پرویز مشرف کی مشاورت سے ہوا تھا۔ اگر یہ تدابیر اختیار نہ کی جاتیں تو کرگل پر ایٹمی جنگ چھڑ سکتی تھی۔ اعلان لاہور میں تحریر ہے کہ مسئلہ کشمیر بات چیت سے حل کیا جائے گا۔ کرگل آپریشن سے مسئلہ کشمیر کو نقصان پہنچا ہے۔ دنیا نے مجاہدین کو دہشت گرد کہنا شروع کر دیا تھا۔'' نواز شریف نے مطالبہ کیا کہ کرگل

کے تنازع کی تحقیقات کے لیے اعلیٰ اختیاراتی فوجی کمیشن تشکیل دیا جائے جس میں' میں ناقابل تردید ثبوت پیش کروں گا۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ نواز شریف نے 12 جون 2000ء کو اٹک قلعہ میں صحافیوں کو لکھا ہوا جو بیان پڑھ کر سنایا دراصل یہ بھی نواز شریف کی طرف سے کرگل تنازع پر تیار کردہ خفیہ رپورٹ کا ہی حصہ ہے۔ رپورٹ میں مزید لکھا ہے کہ جنرل پرویز مشرف نے 13 جون 1999ء کو لاہور میں مجھے بتایا کہ بھارت کے جوابی حملوں میں شدت آ چکی ہے اور کرگل سے واپسی کے لیے آبرومندانہ راستے کی تلاش ہمارے لیے ناگزیر ہو چکی ہے۔

رپورٹ میں مزید لکھا ہے کہ کرگل آپریشن شمالی علاقہ جات میں تعینات چند فوجی افسران اور کور کمانڈر راولپنڈی لیفٹیننٹ جنرل محمود کا منصوبہ تھا' جس کے بارے میں جنرل پرویز مشرف کو بھی بہت بعد میں آگاہ کیا گیا اور جنرل مشرف نے بادل نخواستہ اس منصوبے کی حمایت کی جب کہ جنرل پرویز مشرف نے بحیثیت وزیراعظم مجھے اس منصوبے کی تفصیل سے آگاہ نہیں کیا حالانکہ مجھے آگاہ کرنا ان کا فرض تھا۔

مئی 1999ء میں جب میں برونائی کے دورے سے واپس آیا تو جنرل پرویز مشرف نے مجھے مبارک باد دیتے ہوئے کہا کہ بھارت بہت جلد بامقصد مذاکرات کی میز پر آئے گا۔ اس دوران سیکریٹری دفاع افتخار علی خان نے بھی اس آپریشن کی مخالفت شروع کر دی۔

رپورٹ میں کرگل کی لڑائی کو ملکی تاریخ کا ایک بڑا سانحہ قرار دیا گیا اور کہا گیا کہ 71ء کی جنگ (جس میں ملک دو ٹکڑے ہوا) کے بعد یہ سب سے بڑا سانحہ ہے۔ 71ء میں بھی یہی ڈرامہ ہوا جس کے نتیجے میں ملک دولخت ہو گیا اور لوگوں کو آج تک اس کے حقائق کا پتہ نہیں چل سکا۔

کرگل کے مسئلے پر میری زبان بند ہوگئی مگر جب منتخب آئینی حکومت اور میری ذات پر الزام تراشیاں شروع ہوگئیں تو پھر مجبوراً مجھے عوام تک حقائق پہنچانے کے لیے مذکورہ رپورٹ تیار کروانا پڑی۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ کرگل آپریشن بند کرنے کا فیصلہ میں نے خود نہیں بلکہ تمام جرنیلوں کے مشورہ سے کیا گیا تھا۔

کرگل آپریشن آرمی کے چند افراد کا فیصلہ تھا جس سے نہ صرف مجھ کو بلکہ دیگر سروسز کے سربراہان کو بھی لاعلم رکھا گیا۔ کرگل میں اچانک لڑائی شروع کرنے کا ایک مقصد میری حکومت کو غیر مستحکم کیا جانا بھی تھا۔ رپورٹ میں مزید لکھا ہے کہ پرویز مشرف صاحب سے معاملات درست جا رہے تھے لیکن ایسی رپورٹیں ملیں کہ انہیں برطرف کرنا ضروری ہوگیا اور ان کو ہٹانے کا فیصلہ اچانک کرنا پڑا کیوں کہ جمہوریت کے خلاف خوف ناک سازش تیار ہو رہی تھی امریکا کی طرف سے بھی انہیں رپورٹیں اور حالات و واقعات کے بعد 21 ستمبر 1999ء کو بیان جاری کیا گیا کہ "نواز حکومت نہیں جمہوریت بچانا چاہتے ہیں۔" فوجی ایکشن کی افواہیں تھیں جس کی وجہ سے بیان جاری کرنا پڑا۔

مجھے اطلاعات مل رہی تھیں کہ ملک کو ٹیک اوور کرنے کی سازش کی جا رہی ہے اس سلسلے میں بہت سے واقعات پیش آچکے تھے۔ وزیراعظم ہاؤس کی نگرانی کی جا رہی تھی۔ کوئٹہ کے کور کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل طارق کو محض اس شبہ کی بنیاد پر وقت سے پہلے ریٹائر کر دیا گیا کہ انہوں نے مجھ سے ملاقات کی تھی حالانکہ وہ کبھی بھی مجھ سے نہیں ملے۔ سیکریٹری دفاع اور آئی ایس پی آر کو ہدایت کے باوجود اس کی تردید نہیں کی گئی جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ حکومت کو انڈر مائن کیا جا رہا ہے۔ مسلح افواج اور حکومت کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کی جا رہی تھیں۔ کرگل بحران کے دوران جب ملکی سلامتی خطرے میں پڑ سکتی تھی میں نے احتیاط کا مظاہرہ کیا مگر جنرل پرویز

مشرف میرے اور مسلح افواج کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرتے رہے۔ آئی ایس پی آر تاثر دیتا رہا کہ وزیر اعظم سے ملاقات کرنے پر تھری اسٹار جنرل کو بھی ریٹائرڈ کیا جاسکتا ہے۔ مجھے بااعتماد ذرائع سے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ میری قانونی و آئینی حکومت کے خاتمے کے لیے منصوبہ بندی کر چکے ہیں۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے میری مصروفیات کی غیر قانونی طور پر نگرانی شروع کر دی۔ اس دوران انہوں نے بریگیڈ بیرا||| کے کمانڈر کو بھی فوری تبدیل کر دیا۔ وزیر اعظم ہاؤس کے کمروں کو "بگ" کر دیا گیا حتی کہ اہم امور پر بات کرنے سے پہلے میں ریڈیو یا ٹی وی کی آواز بلند کر دیتا تاکہ گفتگو ریکارڈ نہ ہو سکے۔ ویزاعظم ہاؤس میں تعینات فوجیوں کو بعض ایسے احساس آلات (مثلاً ہیڈ فونز) بھی فراہم کئے گئے جو غیر ضروری تھے۔ میرے ملٹری سیکرٹری نے اس بات کا تذکرہ بریگیڈیئر||| سے بھی کیا۔ ان واقعات سے مجھے اور عوام کو یہ تاثر ملا کہ یہ لوگ ملک کی آئینی اور منتخب حکومت کی اتھارٹی کم کرنا چاہتے ہیں اور حکومت اور مسلح افواج کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

جنرل پرویز مشرف کے دوست لیفٹیننٹ جنرل (ر) معین الدین حیدر کو 17 جون 1999ء کو گورنر سندھ کے عہدے سے ہٹا کر غوث علی شاہ کو مشیر مقرر کیا تو اس پر بھی پرویز مشرف مجھ سے ناراض ہو گئے۔ اس طرح کے تمام واقعات کرگل کے بعد شروع ہوئے اور اختلافات کی بنیادی وجہ بھی کرگل بحران ہی تھا۔ واقعہ کرگل پاکستان کے سنگین ترین بحرانوں میں سے ایک تھا جب ملک کی سلامتی خطرے میں پڑ چکی تھی۔ صورت حال فوری رد عمل کی متقاضی تھی۔ میں نے اس واقعہ پر فوری رد عمل کا اظہار کیا اور اس بات سے پرویز مشرف بھی بخوبی واقف تھے۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ درج بالا رپورٹ نشر ہونے سے امریکہ اور بھارت کے اس دعوے کی تصدیق ہو جاتی کہ کرگل میں مجاہدین نہیں بلکہ پاکستانی فوج لڑ رہی تھی

اور نواز شریف اس آپریشن سے بالکل بے خبر تھے۔ مذکورہ رپورٹ پاکستانی فوج پر بجلی بن کر گرتی اور جنرل ضیاء الدین بٹ کے خلاف فوراً بغاوت ہو جاتی لیکن خدا کا شکر ہے کہ پاک فوج لسانی بنیادوں پر تقسیم نہیں ہوئی اور اس فوج کے پنجابی و پختون کور کمانڈروں نے ایک اردو بولنے والے پر اعتماد کا اظہار کر کے ثابت کر دیا کہ پاک فوج میں زبان، رنگ اور نسل کی کوئی اہمیت نہیں، یہ بات اب راز نہیں رہی کہ نواز شریف اور فوج کے درمیان اختلافات کی بنیادی وجہ اعلان واشنگٹن تھا بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ جون 1999ء کے پہلے ہفتے میں بھارت کرگل کے محاذ پر اتنے دباؤ میں آگیا تھا کہ اس نے پاکستان کو خفیہ پیغام بھجوایا کہ آپ سیز فائر کر دیں۔ ہم نو ماہ کے اندر اندر مسئلہ کشمیر حل کر دیں گے۔ پاکستان نے 9ماہ کے بجائے 6ماہ کی شرط رکھی جو بھارت نے قبول کر لی اور یہ بھی طے ہوا کہ مسئلہ کشمیر رائے شماری سے حل ہو گا۔ جب امریکا کو پتا چلا کہ بھارت ہمت ہار چکا ہے تو وہ میدان میں آگیا کیوں کہ وہ مسئلہ کشمیر اپنی مرضی کے مطابق حل کرانا چاہتا تھا۔ امریکا نے نواز شریف کو فوج اور مجاہدین کی واپسی پر قائل کر لیا۔ جب نواز شریف جولائی 1999ء کے پہلے ہفتے میں واشنگٹن روانہ ہوئے تو جنرل پرویز مشرف انہیں خدا حافظ کہنے ایئر پورٹ بھی گئے اور روانگی سے چند لمحے پہلے تک نواز شریف ان کو یہی کہتے رہے کہ آپ فکر نہ کریں ہم کوئی کمپرومائز نہیں کریں گے۔ لیکن جب چار جولائی کو انہوں نے اعلان واشنگٹن پر دستخط کیے تو ہماری فتح شکست میں بدل چکی تھی۔ نواز شریف نے چودہ کروڑ پاکستانیوں کے ہتھیار رکھوا دیئے اور کشمیر کی آزادی کا سنہری موقع گنوا دیا گیا۔

کرگل بھارت اور پاکستان کے درمیان ایک ایسی محدود جنگ تھی جو فتح مبین کی صورت میں ہماری تاریخ کا حصہ بنی اور شکست فاش بھارت کے حصے میں آئی لیکن امریکا کے فرمان اور مشورے پر عمل کرتے ہوئے اپنی فتح کو شکست کا لیبل لگا کر فتح

واجپائی کے دامن میں ڈال دی گئی نتیجتاً" بھارت فتح کرگل کا جھوٹا جشن منانے میں مشغول ہوگیا اور پاکستان کی کرگل سے واپسی اور ہزیمت اختیار کرنے پر افواج پاکستان اور نواز حکومت کے مابین خلیج پیدا ہوگئی۔ یہ سلسلہ یہیں پر نہ رکا اور 12 اکتوبر 1999ء کو زوال جمہوریت کا سورج طلوع ہوگیا اور نواز شریف کا آفتاب غروب ہوگیا۔





لیفٹیننٹ جنرل (ر) ضیاء الدین بٹ
جسے نواز شریف نے جنرل پرویز مشرف کی جگہ
آرمی چیف نامزد کیا

آپکی برطرفی پر دکھ ہوا!اے میرے دوست نواز شریف

برطرف وزیراعظم محمد نواز شریف مقبوضہ کشمیر میں کشمیری مجاہدین کی سرگرمیوں کے بارے میں بھارتی حکومت کو باخبر رکھتے تھے۔ یہ چونکا دینے والا انکشاف بھارت کے سابق وزیراعظم اندر کمار گجرال نے "ہندوستان ٹائمز" میں اپنے ایک مہمان کالم میں کیا ہے۔ تفصیلات کچھ اس طرح سے ہیں۔ گجرال نے اپنے کالم میں ایک دوست کا احوال بیان کرتے ہوئے کہا کہ وہ دن بھر وزارت عظمٰی کے فرائض انجام دینے کے بعد تھک ہار کر جب بستر پر لیٹے ہی تھے کہ بیڈ روم کے فون کی گھنٹی بجی۔ یہ اسلام آباد سے وزیراعظم کی ہاٹ لائن تھی۔ میں نے گھڑی پر نظر دوڑائی تو قریباً نصف شب بیت چکی تھی۔ میں حیران تھا کہ گزشتہ روز میں نے نواز شریف سے مقبوضہ کشمیر سے سٹنگر میزائل سمیت پکڑے جانے والے پانچ حریت پسندوں کے متعلق بات کی تھی۔ بہرحال پریشانی کے عالم میں میں نے فون کا ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے نواز شریف کی واضح اور گرج دار آواز سنائی دی۔ گجرال صاحب سلام' میں نے پوچھا میاں صاحب کیا معاملہ ہے۔ کیا آپ اتنی رات گئے تک اپنے آفس میں موجود ہیں۔ میاں صاحب نے جواب دیا' نہیں' میں اپنے بیڈ روم میں موجود ہوں۔ انہوں نے کہا وہ تمام دن انتہائی مصروف رہے اور کشمیری مجاہدین کے پکڑے جانے کے واقعہ کی تفصیل چوبیس گھنٹوں میں مہیا کرنے کے اپنے وعدے کی پاسداری کرتے

ہوئے مجبوراً آدھی رات کو فون کر رہے ہیں۔ میں نے سکھ کا سانس لیا اور مطمئن ہو کر ان سے پوچھا آپ کی بیگم صاحبہ کہاں ہیں۔ میاں صاحب نے جواب دیا وہ میرے پاس بیٹھی ہیں۔ وہ آپ کو بتانا چاہتی ہیں کہ گزشتہ ماہ واشنگٹن میں آپ کی بیگم سے ملاقات کے دوران انہوں نے محسوس کیا جیسے وہ اپنی والدہ سے مل رہی ہیں۔ وہ آپ کو سلام کہہ رہی ہیں۔ ہماری یہ تمام گفتگو پنجابی زبان میں ہوئی۔ نواز شریف کا مخلص پن اور اپنے وعدے کی پاسداری کرنے کا انداز بہت متاثر کن تھا۔ میری ان کے ساتھ بے تکلفانہ دوستی تھی۔ میرے لئے وہ محض ایک وزیراعظم نہ تھے بلکہ وہ میرے محبوب دوست تھے اور ہمیشہ رہیں گے۔ میری نواز شریف سے ذاتی دوستی 1994ء میں ہوئی۔ میں سارک کی ٹریک ٹو کانفرنس میں شرکت کے لئے پاکستان میں موجود تھا۔ نواز شریف نے مشاہد حسین کو میرے پاس بھیجا اور راولپنڈی میں چائے کی دعوت دی۔ اس وقت بینظیر بھٹو وزیراعظم کے منصب پر فائز تھیں جبکہ نواز شریف اہم ترین اپوزیشن لیڈر تھے۔ مشاہد حسین اور میں پرانے دوست تھے۔ 80 کی دہائی کے اوائل میں جب وہ اپنے ہنی مون کے سلسلے میں بھارت گئے تو کلدیپ نیئر (کالم نگار) کے گھر میں مجھے ان سے ملاقات کا اتفاق ہوا' لہٰذا میں نے نواز شریف کی دعوت قبول کر لی۔ اس دن میاں صاحب سے میری طویل نشست ہوئی۔ سرتاج عزیز اور دوسرے ان کے رفقاء بھی وہاں موجود تھے۔ میں نے وہاں دو گھنٹے قیام کیا اور مختلف مسائل بشمول دونوں ملکوں کے درمیان بہتر قریبی تعلقات کے امکانات پر مفصل گفتگو ہوئی۔ اس سلسلے میں بینظیر کی کاوشوں سے نواز شریف اور ان کے ساتھی ناخوش تھے۔ یہ نئی دہلی میں سارک کانفرنس کے انعقاد سے ایک ماہ قبل کا واقعہ ہے اور بینظیر نے اس کانفرنس میں شرکت نہ کی اور اپنے وزیر خارجہ فاروق احمد لغاری کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیج دیا۔ 1996ء میں جب میں نے وزارت خارجہ کا قلمدان سنبھالا تو ہمارے تعلقات

مزید گہرے ہو گئے۔ نواز شریف نے وزیر خارجہ گوہر ایوب کو دونوں ملکوں کے درمیان تعاون کے پیغام کے ساتھ بھارت بھیجا۔ اس پیغام سے دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات کے نئے دور کا آغاز ہوا۔ میرے وزیر اعظم منتخب ہونے کے فوراً بعد مالدیپ میں کانفرنس کے دوران ہماری ملاقات ہوئی۔ مالدیپ میں ملاقات کے دوران نواز شریف نے پرجوش انداز میں کہا بطور وزیر اعظم حلف اٹھانے کے بعد آپ کے آبائی گاؤں جہلم کے لوگ خوشی سے پھولے نہ سما رہے تھے اور کہہ رہے تھے (ساڈا منڈا بھارتی وزیر اعظم بن گیا) ہماری دھرتی کا بیٹا بھارتی وزیر اعظم بن گیا۔ صبح ناشتہ کی میز پر بھی پرجوش خیالات کا تبادلہ ہوا۔ مالدیپ کے دارالحکومت مالے میں ہی ہم دونوں نے باہمی تعاون کا دائرہ کار کا تعین کیا۔ ایک طویل عرصہ بعد بھارت اور پاکستان کے وزیر اعظم نے اکٹھے پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ جب دوران خطاب میں نے شاعر سردار جعفری کا یہ مصرع پڑھا

"گفتگو بند نہ ہو' بات سے بات چلے"

تو نواز شریف نے پرمسرت انداز میں اس کی تائید کی۔ اس کے بعد متعدد مقامات پر مثلاً نیویارک' ایڈنبرگ اور ڈھاکہ میں ہماری ملاقات ہوئی اور ہمارے تعلقات گھریلو سطح تک ہو گئے۔ میری اہلیہ کے بیگم نواز شریف سے انتہائی قریبی مراسم ہیں۔ جب ان کے بیٹے (حسین نواز) نجی دورے پر بھارت تشریف لائے تو انہوں نے ہم سے ملنے کی خواہش کا اظہار بھی کیا۔ نواز شریف جو مجھ سے قدرے کم عمر اور جوان ہیں' مجھے اپنا بڑا بھائی سمجھتے ہیں۔ ایک مرتبہ میں نے آموں کی ایک پیٹی ان کے والد میاں شریف کو بطور تحفہ بھجوائی۔ جواب میں انہوں نے مجھے اپنے باغات سے پھلوں کا ایک ٹوکرا بھیجا۔ نواز شریف نے مجھے بتایا کہ آپ کے تحفہ نے والد صاحب کو بہت متاثر کیا ہے۔ جب اپنی بیگمات کے ہمراہ نیویارک میں ہماری ملاقات ہوئی تو انہوں نے

ہمیں خوبصورت قالین کے تحفہ سے نوازا جو بطور یادگار ابھی تک ہمارے پاس محفوظ ہے اور مجھے اس بات سے آگاہی ہوئی کہ شریف خاندان بہت سلجھا ہوا اور سلیقہ مند ہے۔ اگرچہ وہ صنعت کار اور متمول ہیں لیکن ان کے انداز زندگی میں نمودونمائش نہیں ہے۔ وہ عاجز اور منکسر ہیں اور اپنے متعلق بہت کم گفتگو کرتے ہیں۔ نواز شریف اپنے خاندان اور بیوی سے بہت مخلص ہیں۔ ہم اکثر حکومتی اور ذاتی مسائل پر سیر حاصل گفتگو کرتے تھے۔ ایڈنبرگ میں ہم اپنے اپنے متعلقہ وفود کے ساتھ بیٹھے تھے کہ نواز شریف نے مجھے کہا آپ لوگ ہم سے بجلی کیوں خریدنا چاہتے ہیں۔ مین نے کہا میں چاہتا ہوں کہ یہاں موجود دونوں ملکوں کے وزرائے تجارت اس بات کے امکان کا جائزہ لیں۔ لیکن پاکستان کے خارجہ سیکرٹری نے بات کاٹتے ہوئے کہا کہ تعاون کے موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے مسئلہ کشمیر کو حل کیا جائے۔ ہم دونوں نے اس تجویز کو نظرانداز کر دیا مگر اس کے بعد میں نے نواز شریف سے نجی ملاقات میں پوچھا کہ ان کے سیکرٹری کو ان کے سامنے اس انداز میں گفتگو کرنے کی جرات کیسے ہوئی۔ نواز شریف نے اپنے سر کو جنبش دیتے ہوئے کہا کہ آپ خیال کرتے ہیں کہ میں نے یہ حرکت نہیں دیکھی۔ نواز شریف بھارت سے تعلقات بہتر بنانے کے متمنی تھے لیکن انتہا پسند قوتیں ان کے راستے کی رکاوٹ تھیں۔ اس کے باوجود ہم ویزے کے حصول میں سہولتیں اور باہمی تعاون کے عمل کے حوصلہ افزائی کرنے میں کامیاب رہے۔ پاکستان نے ہم سے پچاس ہزار ٹن چینی خریدی لیکن بجلی کی خریداری پر مذاکرات بے سود اور بے نتیجہ ثابت ہوئے لیکن ٹیلیفون اور خطوط کے ذریعے ہمارا رابطہ قائم رہا۔ جب بھارت اور پاکستان نے ایٹمی تجربات کئے تو میں نے نواز شریف کو ٹیلیفون پر کہا کہ آئندہ کے لئے اس قسم کے تجربات پر پابندی کے لئے دونوں ملکوں کو مذاکرات شروع کرنے چاہئیں۔ نواز شریف کا ردعمل پرجوش اور مثبت تھا۔ میں نے کارگل تنازعہ کے

آغاز کے بعد دوبارہ ان سے بات چیت کی۔ انہوں نے رابطہ کرنے کا وعدہ کیا لیکن جب انہوں نے رابطہ کیا تو کارگل تنازعہ اتنی شدت اختیار کر چکا تھا کہ نواز شریف اپنے دلائل سے مجھے مطمئن نہ کر سکے۔ پچھلے ماہ ڈھاکہ میں پارلیمنٹ کانفرنس کے دوران نواز شریف نے پاکستانی قومی اسمبلی کے سپیکر کے ذریعے مجھے نیک خواہشات کا پیغام بھجوایا۔ مجھے ان کی برطرفی کا افسوس ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ لوگوں کی بھاری تعداد کو ناراض کر چکے تھے۔ برطرفی سے دس روز قبل مجھے نواز شریف کا ایک خط موصول ہوا اور انہوں نے مجھے بطور مہمان پاکستان کے دورے کی دعوت دی۔ میں یہ محسوس کرتا تھا کہ دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات میں بہتری پیدا ہونے تک میں پاکستان کا دورہ نہیں کروں گا۔ انہوں نے خط میں لکھا کہ "آپ پاکستان تشریف کیوں نہیں لاتے تاکہ ہم آپ سے اپنی بے پناہ محبت کا اظہار کر سکیں۔" میرے پیارے دوست' اب پھر کبھی سہی۔



نواز شریف اپنے ہم منصب بھارتی وزیراعظم اے کے گجرال کے ساتھ اس موقع پر مشاہد حسین بھی موجود ہیں

پاکستان پر حملہ کر دیں' نواز شریف کی واجپائی سے درخواست

معزول وزیراعظم میاں محمد نواز شریف کی بھارت میں خفیہ سرمایہ کاری' پاک فوج میں وسیع پیمانے پر کٹوتی' اس کی لسانی بنیادوں پر تقسیم' اسے تضحیک کا نشانہ بنانے' پاکستان کے کئی خفیہ راز بھارت اور امریکہ منتقل کرنے' واجپائی اور گجرال سے خصوصی مراسم اور دوستیاں اب کسی سے ڈھکی چھپی نہیں رہیں' اس ضمن میں نواز شریف کے دوست سابق بھارتی وزیراعظم اندر کمار گجرال "ہندوستان ٹائمز" میں "آپ کی برطرفی پر دکھ ہوا' اے میرے دوست نواز شریف" کے عنوان سے شائع ہونے والے ایک خصوصی مضمون میں اظہار بھی کر چکے ہیں۔ آئی کے گجرال انکشاف کرتے ہیں کہ نواز شریف جب وزیراعظم تھے اس وقت میں نے ان سے ان کشمیری مجاہدین کے بارے میں دریافت کیا جن کے پاس سے اسٹنگر میزائل برآمد ہوئے تھے' رات کے پچھلے پہر اچانک فون کی گھنٹی بجی' میں حیران تھا کہ اس وقت کس کا فون ہو سکتا ہے' دوسری طرف ہاٹ لائن پر نواز شریف تھے' انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ نے جن کشمیری مجاہدین کے بارے میں دریافت کیا تھا سارا دن مصروفیت کی وجہ سے آپ کو بتا نہیں سکا' اب میں اپنا وعدہ نبھا رہا ہوں۔

یہ سلسلہ یہاں پر ہی ختم نہیں ہو جاتا بلکہ انتہا پسند ہندو تنظیم بی جے پی کے



سربراہ اور موجودہ بھارتی وزیراعظم اٹل بہاری واجپائی کا ایسے وقت لاہور میں سواگت کرنا، جب کشمیر کی آزادی کی تحریک عروج پر تھی، نواز شریف کا کشمیری مجاہدین سے "دوستی" اور پاکستان سے "والہانہ محبت" کا اظہار ہی تھا۔

واجپائی سے حسن نواز کی مدد کی اپیلیں، حسن نواز کی بھارت میں خفیہ سرمایہ کاری اور بھارت کے دورے اب کوئی ڈھکی چھپی باتیں نہیں رہیں، یہی وجہ ہے کہ کرگل کے محاذ پر فتح کو شکست میں بدل کر مسئلہ کشمیر کو کھٹائی میں ڈالنے والے نواز شریف کے لیے واجپائی خصوصی ہمدردی کے جذبات کا کئی مرتبہ اظہار بھی کر چکے ہیں، حتیٰ کہ انہوں نے حسن نواز کو یہ بھی کہا کہ اس لیے آپ کے والد کی زیادہ کھل کر حمایت نہیں کرتے کہ ہماری وجہ سے ان پر کوئی نئی مصیبت نہ آن پڑے۔ پاکستان کے ازلی دشمنوں سے عہد و پیماں اور دوستیاں تو رہیں ایک طرف لیکن ان سب سے بڑھ کر ایک ایسی خوف ناک بات کا انکشاف ہوا ہے، جس کے بارے میں کوئی محب وطن سوچ بھی نہیں سکتا۔

معروف صحافی رائے اسد خان کھرل ہفت روزہ "وجود" میں شائع شدہ رپورٹ میں رقم طراز ہیں:

نواز شریف ہوس زر اور حب اقتدار میں اس قدر اندھے ہو چکے تھے کہ انہوں نے ملکی سلامتی کو داؤ پر لگانے سے بھی گریز نہیں کیا۔ 12 اکتوبر کے اس خوف ناک منصوبے کے حوالے سے ہونے والے نئے انکشافات کے مطابق پاک فوج کے ٹیک اوور کرنے سے قبل معزول وزیراعظم نواز شریف نے بھارتی وزیراعظم اٹل بہاری واجپائی سے ہاٹ لائن پر گفتگو کی تھی، جس میں نوا شریف نے واجپائی کو پاکستان پر فوری حملہ کرنے کی دعوت دی تھی اور واجپائی نے اپنی فوج کے سربراہ کو پاکستان پر حملہ کرنے کے لیے ہدایت بھی کر دی تھی۔

باوثوق ذرائع کا کہنا ہے کہ نواز شریف نے اپنی طرف سے نامزد کردہ آرمی چیف لیفٹیننٹ جنرل (ر) خواجہ ضیاء الدین کو پاک فوج کی طرف سے اپنا باس نہ ماننے اور اپنے تمام کارڈز پٹ جانے کے بعد آخری کارڈ کے طور پر واجپائی کو ہاٹ لائن پر کال کی، جس کا دورانیہ ایک منٹ 13 سیکنڈ تھا اور یہ کال 6 بج کر 37 منٹ اور 45 سیکنڈ پر شروع ہو کر 6 بج کر 39 منٹ اور 58 سیکنڈ پر ختم ہوئی۔ نواز شریف اور واجپائی کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ کچھ یوں تھی:

نواز شریف: واجپائی صاحب! نواز شریف بول رہا ہوں۔

واجپائی: آپ بڑے گھبرائے ہوئے لگ رہے ہیں؟

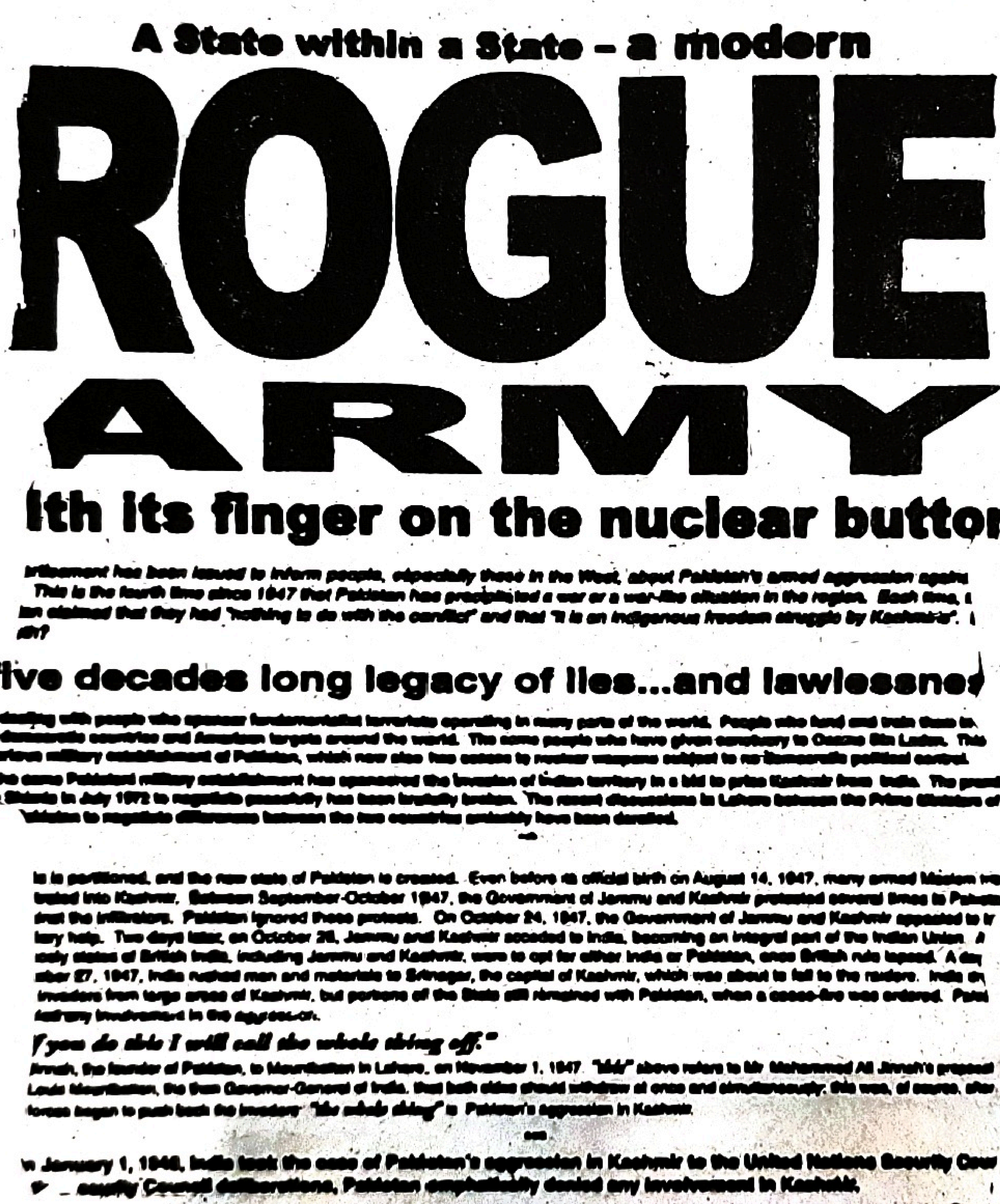
نواز شریف: ہاں میں نے کرگل کا محاذ کھولنے والے آرمی چیف کو برطرف کردیا ہے، لیکن فوج اس حکم پر IMPLEMENTATION روک رہی ہے، آپ فوراً پاکستان پر حملہ کردیں۔

واجپائی: اس کے لیے کم از کم ڈیڑھ گھنٹہ درکار ہے۔

ابھی یہی جملہ کہا جارہا تھا کہ اس دوران پاک فوج کے کمانڈوز نواز شریف کے بیڈ روم کے باہر پہنچ چکے تھے جس پر نواز شریف نے فوراً لائن کاٹ دی اور ایک دم گھبراہٹ کے عالم میں مذکورہ فوجی کمانڈوز کو کہا کہ کیا آپ مجھے گرفتار کرنے آئے ہیں؟

یہ بات کتنی حیران کن ہے کہ آئی ایس آئی کے سابق سربراہ لیفٹیننٹ جنرل (ر) ضیاء الدین نے ایک طرف تو معزول وزیراعظم نواز شریف کو مکمل طور پر اعتماد میں لیا ہوا تھا اور ان کے کہنے پر کور کمانڈروں، اعلیٰ فوجی افسروں حتیٰ کہ آرمی چیف، ججوں، بعض وزیروں، مشیروں، اپوزیشن کے سرگرم رہنماؤں، اعلیٰ عہدوں پر فائز بیوروکریٹ اور بعض صحافیوں کے ٹیلی فون ٹیپ کر رہے تھے، جب کہ دوسری طرف ان کو نواز

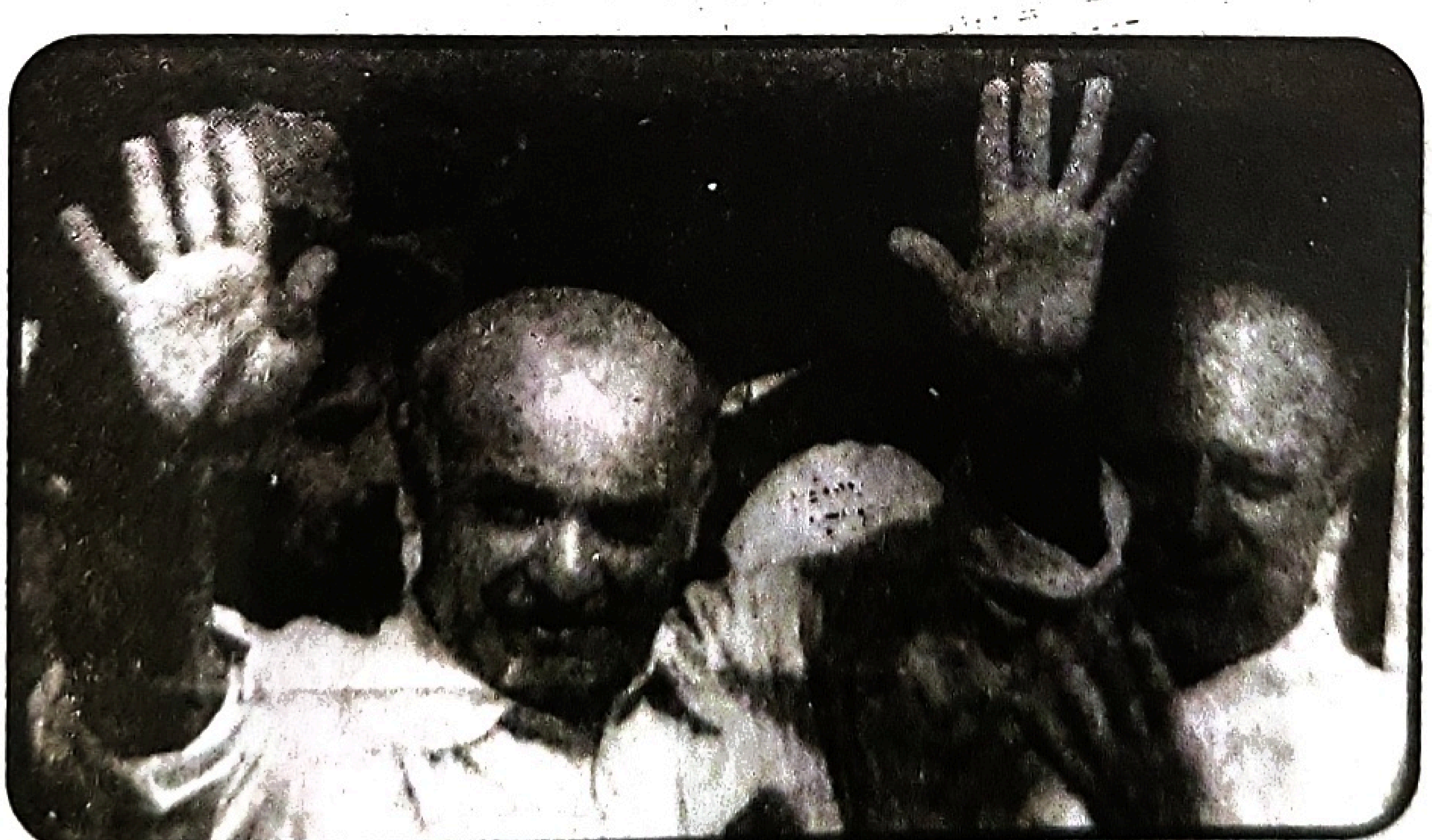
شریف پر بھی پورا اعتماد نہ تھا' جس کی وجہ سے وہ ان کے ٹیلی فون بھی ٹیپ کروا رہے تھے اور 12 اکتوبر کو حکومت کی برطرفی کے وقت بھی نواز شریف کی واجپائی سے ہونے والی گفتگو بھی ٹیپ کی گئی' لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ یہ کیسٹ انتہائی پراسرار طریقے سے غائب ہو گئی' جس پر اس گفتگو کو ٹیپ کرنے والے آئی ایس آئی کے سابق سربراہ لیفٹیننٹ جنرل (ر) ضیاء الدین کے ایک چہیتے آفیسر بے حد پریشان ہیں' کیوں کہ یہ ایک ایسی کیسٹ ہے جو نواز شریف کے لیے موت کا پروانہ بن سکتی ہے اور اس کے منظر عام پر آنے کے بعد پھر نواز شریف کے لیے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں رہے گا۔ ہمیں امید ہے کہ حساس ادارے مذکورہ کیسٹ کا سراغ لگانے میں جلد کامیاب ہو جائیں گے۔



پاکستانی فوج کے خلاف "روگ آرمی" کے عنوان سے شائع ہونے والے اشتہار کا عکس

جہاں بھی گئے داستاں چھوڑ آئے!

سابق وزیر اعظم میاں نواز شریف جب اپنی حماقتوں کی وجہ سے 12 اکتوبر 1999ء کو اقتدار سے محروم ہوئے اور وزیر اعظم ہاؤس کی تلاشی لی گئی تو ان کے بیڈ روم سے جنسی ادویات فحش رسالے، مخصوص جنسی بیڈ اور ویڈیو کیسٹیں برآمد ہوئیں۔ ایسی بے شمار خبریں اخبارات کی زینت بنیں۔ یہ سب کچھ کوئی اچھنبے کی بات نہیں تھی کیوں کہ یہ وہی وزیر اعظم تھے جب "ویاگرا" کا شور مچا تو انہوں نے اپنے وزیر صحت جاوید ہاشمی کو اس کے حصول کی ذمہ داری سونپی اور جاوید ہاشمی نے بڑی تگ و دو کے بعد "ویاگرا" کے سمپل منگوائے۔ امریکہ کی متعلقہ کمپنی سے کہا گیا تھا کہ یہ "ویاگرا" کی پاکستان میں کھپت اور مضمرات کے ٹیسٹ کے حوالے سے منگوائی جا رہی ہے اور پاکستان میں میاں نواز شریف پہلی شخصیت تھے جنہیں "ویاگرا" استعمال کرنے کا "اعزاز" حاصل ہوا ان کی زندگی کئی معاشقوں سے رنگین ہے جن میں سے چند ایک ذیل میں بطور حوالہ پیش کئے جا رہے ہیں۔ ان کی عیاشیوں اور معاشقوں کو دیکھ کر محمد شاہ رنگیلے کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جو محل میں داد عیش دیتا رہا اور نادر شاہ کی فوج دہلی تک پہنچ گئی تھی۔



”معصوم وزیر اعظم“

پاکستان کے سب سے معصوم اور شریف وزیر اعظم جن کو بعض مسلم لیگی کارکنوں نے قائد اعظم ثانی قرار دیا نے قومی خزانے کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا اور اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کے سلسلے میں جس بے دریغ طریقے سے لٹایا اس کی تفصیلات سے اب عوام بخوبی واقف ہو چکے ہیں۔ معزول وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف ہماری قومی سیاست پر چمکنے والا ایسا ستارہ ہے جو نہایت مختصر عرصہ میں فوج کے ذریعے بام عروج تک پہنچا۔ دو مرتبہ وزیر اعظم کے عہدے پر فائز رہنے کے بعد میاں صاحب 12 اکتوبر 1999ء کو فوج کے ہاتھوں ہی زیر ہونے کے بعد آج کل سعودی عرب میں جلاوطنی کی زندگی میں تقدیر کے فیصلوں کے منتظر ہیں۔ یار لوگوں کا کہنا ہے کہ میاں صاحب نے فوج کے ہاتھوں سیاسی میدان میں پرورش پائی اور جب انہوں نے اپنے پالنے والوں کو ہی آنکھیں دکھائیں تو انہوں نے ان کے ”عروج“ کو ”زوال“ میں بدل دیا۔ میاں نواز شریف کے بطور وزیر اعظم دونوں ادوار اور وزارت اعلیٰ پنجاب کا عہد نہایت متنازعہ فیصلوں کے باعث مدتوں یاد رکھا جائے گا کیوں کہ وزارت اعلیٰ اور وزارت عظمیٰ کے ادوار میں میاں صاحب پر اپنوں کو نوازنے، پلاٹوں کی تقسیم، اقربا پروری، حکومتی سودوں میں کک بیکس اور کمیشن، رائیونڈ محل کی سرکاری خرچ سے تعمیر، قرضے ہڑپ کرنے اور دیگر کئی مالی اور انتظامی بے ضابطگیوں کے الزامات لگے۔

میڈیا کا استعمال

میاں نواز شریف کی سب سے بڑی کامیابی میڈیا کا استعمال تھا۔ میڈیا ہی ایسا

ذریعہ ہوتا ہے جو رہنما کی اصل شکل کو عوام کے سامنے پیش کرتا ہے۔ لہٰذا میاں صاحب نے میڈیا مینیجرز کی ایسی ٹیم تیار کی جنہوں نے انہیں "مرد ان پاکستان" اور" اسلام کا سپوت" مشہور کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ ان کی میڈیا ٹیم میں ایسے افراد شامل تھے جن کی ملک بھر کے ذرائع ابلاغ پر مکمل نہیں تو بہت بڑی حد تک گرفت تھی۔ لہٰذا انہوں نے میاں محمد نواز شریف کی زندگی کا صرف ایک ہی رخ عوام کے سامنے پیش کیا اور وہ ایک نیک' پاک باز' صالح اور درد دل رکھنے والے حکمران کا رخ تھا۔ ہزار احتیاط کے باوجود کبھی کبھار کوئی نہ کوئی خبر میاں صاحب کے اصل کردار کے بارے میں نکل بھی آتی تو ان کی میڈیا ٹیم اس "سرعت" کے ساتھ اس کا جواب پیش کرتی کہ اس کی صداقت مشکوک ہو جاتی۔ گوئبلز نے کہا تھا "جھوٹ بار بار اور تواتر سے بولو تاکہ لوگ اس کو سچ سمجھنا شروع کر دیں۔" میاں صاحب کی ٹیم نے اس فارمولے پر مکمل طور پر عمل کیا۔ عام زندگی میں نواز شریف کو معصوم اور سیدھا سادھا انسان گردانا جاتا ہے اور لوگ انہیں انتہائی شریف سمجھتے ہیں مگر حقیقت میں ان کی زندگی بھی دیگر شہرت پسند سیاستدانوں سے مختلف نہیں تھی۔ صنف نازک کی کافرانہ اداؤں کی وہ بھی کھل کر داد دیا کرتے تھے۔ حسن و عشق ان کی گھٹی میں رچا بسا ہوا تھا۔

وزیراعظم ہاؤس' ویاگرا اور بلیو فلمیں

12 اکتوبر کو جب فوج نے ٹیک اوور کیا اور پرائم منسٹر ہاؤس کی تلاشی لی گئی تو برآمد ہونے والی دیگر اشیاء کے ساتھ عیاشی کے سامان کی طویل فہرست بھی شامل تھی۔ جس میں راتوں کو رنگین بنانے کے لئے خصوصی بستر' فحش فلمیں' "مخصوص لمحات" کو طویل تر کرنے والی مشہور و معروف گولیوں "ویاگرا" کی بڑی تعداد شامل

تھی۔ میاں صاحب نے پرائم منسٹر ہاؤس کو باقاعدہ ایک شاہی دربار کی شکل دے رکھی تھی۔ جہاں ''حضور عالم پناہ'' کی طبیعت خوش کرنے کے لئے بھانڈ' موسیقی سے لطف اندوز ہونے کے لئے گلوکاروں کی محفلیں سجا کرتی تھیں۔ نواز شریف اپنے ان مصاحبین کی دل کھول کر امداد کیا کرتے تھے۔ نواز شریف کی اسی فیاضی کا تذکرہ معروف دانشور و صحافی نجم سیٹھی نے اپنے ایک انٹرویو میں کیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ''معروف گلوکارہ طاہرہ سید کو نواز شریف کے قریبی ساتھی سینیٹر سیف الرحمان کی کمپنی ''ریڈ کو'' کی جانب سے ہر ماہ 5 لاکھ روپے ملتے تھے۔''

طاہرہ سید

پرکشش کتابی چہرہ' جھیل سی گہری آنکھیں اور صراحی دار دراز گردن کی مالک طاہرہ سید ایک طویل عرصہ تک نواز شریف کے دل کی راجدھانی پر حکمرانی کرتی رہی۔ خاص طور پر نواز شریف کے پہلے دور حکومت میں طاہرہ سید کو پرائم منسٹر ہاؤس میں ''خاتون اول'' کا درجہ حاصل تھا۔ دونوں کے ''پیار'' کے قصے ایک عرصہ زبان زد عام رہے۔ طاہرہ سید معروف قانون دان اور کمپیئر نعیم بخاری کے عقد میں ہونے کے باوجود نواز شریف کی راتیں رنگین بناتی رہی۔ بہت کوشش کے باوجود بھی جب نعیم بخاری طاہرہ سید کو راہ راست پر نہ لا سکے تو بات طلاق کی صورت اختیار کر گئی اور یوں میاں نواز شریف کی عیش پرست طبیعت نے ایک ہنستا کھیلتا گھرانہ برباد کر دیا گو کہ اس کے بدلے طاہرہ سید کو بہت سے مالی فوائد حاصل ہوئے۔ میاں صاحب نے مری میں پنجاب ٹورازم ڈویلپمنٹ کارپوریشن کی چیئر لفٹ طاہرہ سید کو دے دی جس سے انہیں روزانہ ہزاروں روپے آمدن ہوتی تھی۔ لیکن جب 1993ء میں بینظیر کی حکومت اقتدار میں آئی تو انہوں نے طاہرہ سید کو اس سہولت سے محروم کر دیا۔ طاہرہ

اور نواز کے عشق نے نعیم بخاری کے گھر کو تو جلا کر راکھ کر دیا لیکن جب اس عشق کی تپش خود میاں صاحب کے گھر میں محسوس کی جانے لگی تو ایک ہنگامہ کھڑا ہو گیا۔ تاہم شریف فیملی کے اندرونی واقعات سے باخبر احباب کا کہنا ہے کہ کلثوم نواز نے اس مرحلے پر نہایت صبر و تحمل اور دانشمندی کا ثبوت دیتے ہوئے معاملے کو سنبھالا اور اپنے شوہر کو طاہرہ سید کے سحر سے آزاد کروانے میں بتدریج کامیاب ہو گئیں۔ کلثوم نواز خالصتاً مشرقی ماحول میں پلنے بڑھنے والی گھریلو خاتون ہیں ایسی خواتین کو اپنے خاوندوں پر اندھا اعتبار ہوتا ہے اور خاوند کی چھوٹی موٹی لغزشوں کو برداشت کر جاتی



طاہرہ سید

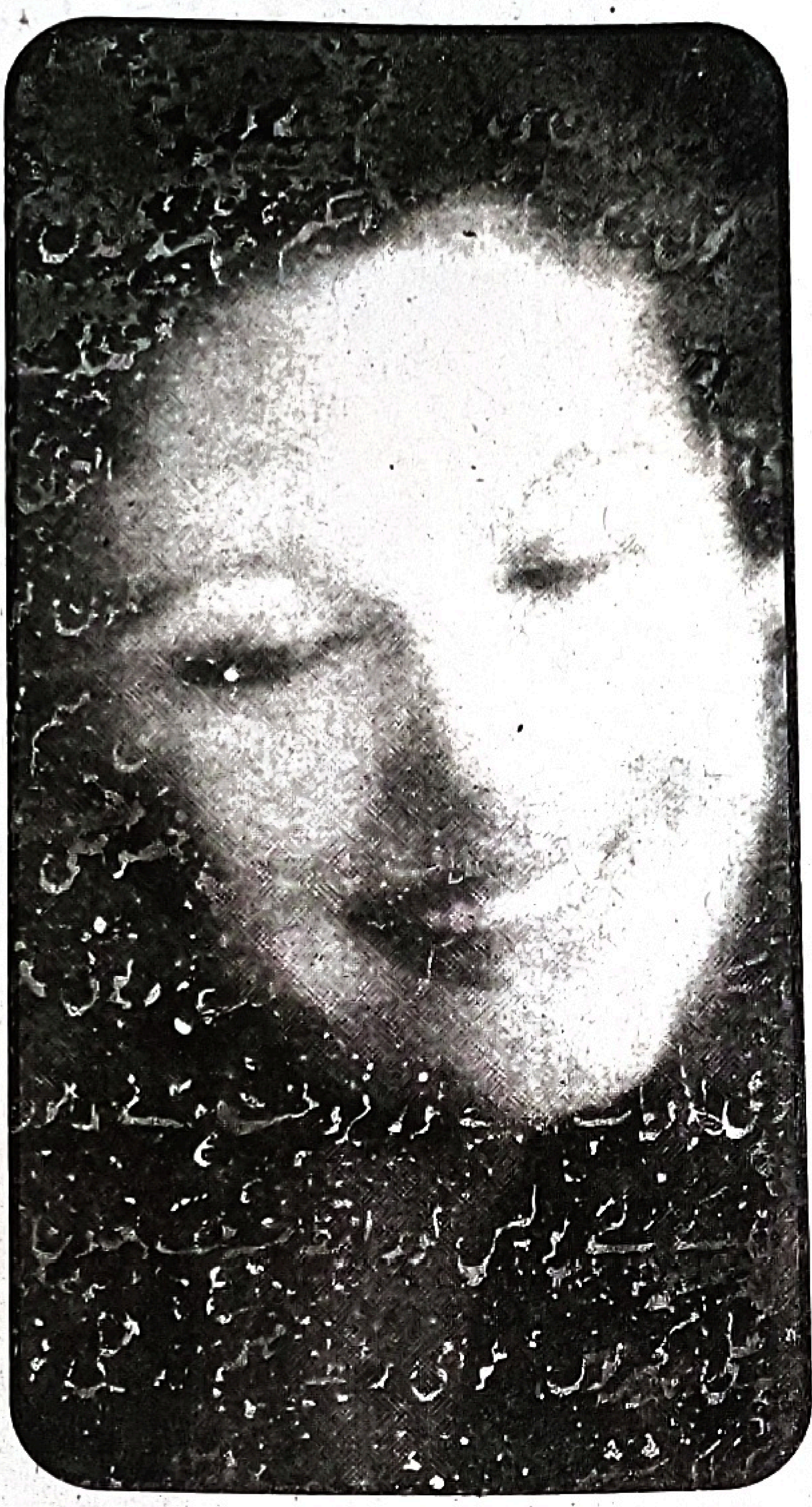
ہیں۔ لہٰذا انہوں نے طاہرہ سید کے معاملے کو دل پر نہ لیا لیکن انہیں کیا معلوم تھا کہ میاں صاحب نے دل کے بت کدے میں کئی صنم آباد کر رکھے ہیں۔

دلشاد بیگم

1997ء میں الیکشن کی تیاریاں جاری تھیں۔ بھارتی اخبار "ہند سماچار" کے انکشاف نے پاکستانی سیاسی میدان میں تہلکہ سا مچا دیا۔ اخبار نے 12 جنوری 1997ء کو معروف بھارتی اداکار فیروز خان اور سنجے خان کی بہن دلشاد بیگم کا انٹرویو شائع کیا جس میں دلشاد نے نواز شریف کی شرافت کا پردہ چاک کرتے ہوئے کہا کہ نواز شریف دل پھینک، عاشق مزاج اور صرف نام کے ہی شریف ہیں۔ اس نے بتایا کہ 1991ء میں میرے کہنے پر نواز شریف نے کشمیر میں فوجی کارروائیاں بند کرا دیں۔ اور اپنے ملک کی سب سے بڑی مذہبی جماعت (جماعت اسلامی) سے ٹکر لی۔

دلشاد بیگم کے انکشافات کو نواز شریف کے دور حکومت میں روزنامہ مساوات لاہور نے بھی شائع کیا۔ مگر نواز شریف نے اس کی اس وقت تردید نہیں کی۔ مگر جب انتخابات کے دوران یہی واقعات مزید تفصیلات کے ساتھ لاہور ہی کے ایک ہفت روزہ "سیاسی لوگ" نے شائع کیے۔ تو اس کے ایڈیٹر غلام حسین پر قاتلانہ حملہ کروایا گیا ذرائع کے مطابق اس حملے میں آئی بی کے اہلکار ملوث تھے۔

دلشاد بیگم نے لندن سے شائع ہونے والے جریدے "لباس انٹرنیشنل" کو ایک انٹرویو میں بتایا کہ اس کے شوہر میاں جاوید لکڑی کا کاروبار کرتے تھے۔ ان سے تین بیٹیاں پیدا ہوئیں بعد ازاں وہ انتقال کر گئے۔ جس کے بعد اس نے آزاد زندگی گزارنا شروع کی۔ اس کی خوبصورتی، ساڑھی باندھنے کے دلکش انداز اور دلفریب اداؤں سے ایک حلقہ اس کا اسیر تھا۔ پاکستان میں اس کی آمد سہگل فیملی کے ایک صنعت کار



دلشاد بیگم

کی بیگم کے ذریعے ہوئی اور اس نے ہی بھوربن میں منعقدہ ایک تقریب میں اس کی ملاقات میاں نواز شریف سے کروائی۔

میاں نواز شریف دلشاد بیگم کی اداؤں پر ایسے مر مٹے کہ اسے پاکستان میں سرکاری مہمان کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ حتیٰ کہ قومی اسمبلی میں اس معاملے پر باقاعدہ سوال اٹھایا گیا۔ کہ ایک غیر ملکی خاتون کس طرح پاکستان میں سرکاری پروٹوکول کی مستحق قرار دی جا رہی تھی جب کہ اس کا تعلق دشمن ملک سے ہے۔ مگر "عشق نہ پچھے ذاتاں" کے مصداق ہیر رانجھا کا سفر جاری رہا۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا کہ دونوں کی پہلی ملاقات بھوربن میں ہوئی تھی۔ اس کے

بعد ہجر کے لمحات نے کئی واقعات کو بھی جنم دیا۔ ایک دن جب نواز شریف لاہور میں تھے۔ بھوربن کے خوشگوار موسم کو دیکھتے ہوئے دلشاد بیگم نے انہیں فون کر کے اصرار کیا۔ کہ وہ فوری طور پر بھوربن پہنچیں۔ تاہم میاں نواز شریف نے سرکاری کاموں کی وجہ سے معذرت کرتے ہوئے اسے فون پر ایک گانا سنایا۔ جسے اس وقت انٹیلی جنس بیورو نے ٹیپ کر لیا تھا یہ طلعت محمود کا گانا تھا جس کے بول تھے۔

شام غم کی قسم آج غمگین ہیں ہم
آ بھی جا آ بھی جا آج میرے صنم
رات حسیں ہے تو کیا چاندنی ہے تو کیا
زندگی دور ہے اور جدائی ستم

ہجر و وصال کے اس دور میں عشق کے راستے پر دونوں اس قدر دور چلے گئے کہ طاہرہ سید کے معاملے کی طرح خاندان کے بزرگوں کو اس بار بھی مداخلت کرنا پڑی۔

ایک دفعہ نواز شریف اسلام آباد سے لاہور آ رہے تھے کہ انہیں جہاز میں دلشاد بیگم کا خصوصی پیغام ملا اور انہوں نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر فوری طور پر جہاز واپس اسلام آباد لے جانے کا حکم دیا۔ جہاں سے وہ سیدھے وصال یار کے لئے بھوربن چلے گئے۔

یہ سلسلہ ان کی وزارت عظمیٰ تک چلا اور ٹیلی فون پر رومانی گیت گانے، خصوصی ملاقاتوں اور ہیلی کاپٹر پر خصوصی سیرو تفریح کے واقعات سامنے آئے اور خصوصی طور پر دلشاد بیگم سے ٹیلی فون پر گانوں کی فرمائش "آج کوئی ایسا گیت گاؤ کہ ہمارے جذبات جاگ اٹھیں" ہے، جو ریکارڈ کی صورت میں ایک خفیہ ادارے کے پاس موجود ہے۔

خواتین سے مساج

لاہور سے تعلق رکھنے والے لکشمی چوک کی رہائشی (ط) نے ایک تحقیقاتی ادارے کے اعلیٰ حکام کے سامنے رضاکارانہ طور پر سنسنی خیز انکشافات کئے اور اپنے باقی ساتھیوں کے نام بتاتے ہوئے کہا کہ "مجھے ہر ہفتے خصوصی طور پر اسلام آباد بذریعہ جہاز لایا جاتا اور یہاں وزیراعظم ہاؤس میں "خصوصی خدمات" سرانجام دینے کے بعد واپس لاہور کے لئے روانہ کر دیا جاتا۔ (ط) نے بتایا کہ ان دوشیزاؤں اور مردوں نے 3 سے 6 ماہ کا عرصہ سرکاری خرچ پر بیرون ملک گزارا۔ نواز شریف کے شاہانہ انداز میں بنے ہوئے ان باتھ رومز میں خواتین کے مساج کے لئے بیڈن روڈ لاہور سے تعلق رکھنے والے 2 افراد کو خصوصی تربیت بھی دلوائی گئی۔" ذرائع نے بتایا کہ تحقیقاتی ادارے نے فرانس میں مساج کی تربیت کے لئے بھجوائی جانے والی 4 حسین و جمیل دوشیزاؤں کے بارے میں بھی تفصیلات جمع کی ہیں، جس سے ہوشربا داستانیں سامنے آئی ہیں۔ نواز شریف نے اس خصوصی باتھ روم کا نقشہ انروڈ موبائل پرائیویٹ لیمٹڈ گلبرگ لاہور سے خصوصی ہدایات کے ساتھ بنوایا تھا، جس میں 19 ملی میٹر کے شیشے اور 10 فٹ کے آئینے نصب کروائے گئے تھے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ نواز شریف نے 14x28 فٹ باتھ روم کے لئے قومی خزانہ سے لاکھوں ڈالرز کا سامان درآمد کیا، جس پر انہوں نے کوئی ڈیوٹی ادا نہ کی۔

افسوس ناک امر یہ ہے کہ باتھ روم کے نلکوں پر سونے کا پانی چڑھوایا جب کہ اتنی مالیت سے کسی غریب گھرانے کی بیٹی کی رخصتی کی جا سکتی تھی۔ اس باتھ روم میں گھومنے والا خصوصی رنگین ٹیلی ویژن اور گندی فلموں کے لئے وی سی آر بھی موجود ہے۔ موسم کے مطابق ٹھنڈا اور گرم رکھنے والے اس باتھ روم میں 2 آرام دہ

کرسیاں' ایک کونے میں چکوری بکس' مساج کرانے کے لئے گول ایرانی رگ قالین' نہانے کے ٹب میں داخلے کے لئے صندل کی خوشبودار لکڑی کی سیڑھیاں' ایک باتھ روم میں 2 واش بیسن بلجیئم سے درآمد کردہ شیشے کے شلف اور ورزش کرنے کا قیمتی سامان نصب کیا گیا۔ پاکستان کے عوام کے لئے اس سے بڑا المیہ اور کیا ہوگا کہ غریب غربت کے باعث ملک میں خودکشیاں اور خودسوزیاں کر رہے تھے اور وقت کا وزیراعظم عظیم الشان باتھ روم میں گھنٹوں مساج اور ٹی وی دیکھنے میں مصروف رہتا۔ احتساب بیورو کے ذرائع نے مزید بتایا کہ (ط) نے یہ بھی انکشاف کیا کہ ایک سائل (چن زیب) جس وقت ماڈل ٹاؤن کی کھلی کچہری میں انصاف نہ ملنے پر خودسازی کر رہا تھا تو معزول وزیراعظم نواز شریف اس وقت باتھ روم میں (ط) سے مساج کروا رہے تھے۔"

مزید برآں معزول نواز حکومت کے دور میں عرب شہزادوں کی "خدمت" کے لئے سرکاری سطح پر شراب و شباب فراہم کرنے کا انکشاف ہوا ہے۔ "مقبول اداکارہ جاناں ملک نے عرب شہزادوں کی تواضع کی۔ ذرائع کے مطابق سابقہ دور حکومت میں ایک عرب ریاست کے ولی عہد کے دورہ پاکستان کے ہمراہ جو وفد آیا تھا' اس کی رہائش کے لئے مقامی فائیو سٹار ہوٹل کے چالیس کمرے اور فلم انڈسٹری کی خوبصورت ترین "کلیوں" کو خصوصی طور پر حکومتی سطح پر بک کیا گیا تھا۔ ذرائع کے مطابق ماضی کی معروف اداکارہ سویٹی کی بیٹی اداکارہ جاناں ملک کو ان مہمانوں کا دل بہلانے کے لئے بک کیا گیا تھا اور اس دوران جاناں ملک نے ایک رات میں مہمانوں کا دل بہلانے کے لئے 8 لاکھ روپے کی رقم وصول کی تھی۔ ذرائع نے یہ بھی بتایا ہے کہ جاناں ملک مذکورہ رات کو مقامی فائیو سٹار ہوٹل کے تقریباً 5 کمروں میں مہمان نوازی کے فرائض انجام دیتی رہی۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جاناں ملک کے ہمراہ فلم انڈسٹری کی دیگر

اداکاراؤں اور ماڈلز کو مہمانوں کی مہمان نوازی کے لئے بک کیا گیا تھا لیکن اداکارہ جاناں ملک کو پڑھی، لکھی ہونے اور روانی سے انگریزی بولنے کی وجہ سے زیادہ رقم سے نوازا گیا تھا۔

دلشاد بیگم اور نواز شریف کے سکینڈل پر ملکی میڈیا نے بہت کچھ چھاپا۔ جب کہ مسلم لیگ والے اسے سوچی سمجھی سازش قرار دیتے رہے۔ اسی دوران یہ باتیں بھی منظرعام پر آئیں جن میں دعویٰ کیا گیا لاہور، اسلام آباد، مری اور بھوربن میاں نواز شریف کی "رنگین وارداتوں" کے گواہ ہیں۔ جب کہ ایک اخبار میں یہ اعلان بھی آیا کہ ہم ملک کے سینئر صحافیوں کی موجودگی اور بند کمرے میں نواز لیگ کے معززین کے اعزاز میں ایسی نمائش کر سکتے ہیں کہ ان کے چاروں طبق روشن ہو جائیں۔

ثمینہ پیرزادہ

طاہرہ سید اور دلشاد بیگم صرف دو خواتین ہی میاں نواز شریف کی منظور نظر نہیں رہیں بلکہ ان میں کئی اور پردہ نشینوں کے نام بھی آتے ہیں۔ ایک دور میں یہ بات



ثمینہ پیرزادہ

بہت مشہور ہوئی کہ فلم انڈسٹری میں کسی بھی ہیروئن کی کامیابی کا راستہ ماڈل ٹاؤن سے ہو کر جاتا ہے۔ نواز شریف کے معروف اداکارہ ثمینہ پیرزادہ سے بھی مبینہ طور پر تعلقات تھے اور وہ اپنے دور حکومت میں مذکورہ اداکارہ پر نوازشات کرتے رہے۔ اداکارہ ثمینہ پیرزادہ ایک ماہ میں دو مرتبہ وزیراعظم ہاؤس آیا کرتی اور کئی کئی گھنٹے وزیراعظم کے ساتھ رہتی۔ یہ بھی انکشاف ہوا کہ اس اداکارہ کو کالے رنگ کی سرکاری ہنڈا پر وزیراعظم ہاؤس لایا جاتا تھا۔ جس کے جھنڈا تو نہیں مگر جھنڈے کا ڈنڈا ضرور لگا ہوتا تھا۔ ذرائع کے مطابق سابق وزیراعظم نے اپنی دوست اداکارہ کو ایک غیر ملکی قیمتی ہیروں کا سیٹ منگوا کر گفٹ بھی کیا تھا اور پی ٹی وی کے چیئرمین پرویز رشید کو خصوصی ہدایت کی تھی کہ وہ ثمینہ کو خصوصی کوریج دیا کریں۔ اسی ہدایت کے پیش نظر چیئرمین پی ٹی وی نے ثمینہ پیرزادہ کی فلم ''انتہا'' کی زبردست پبلسٹی کی اور اداکارہ کے کئی انٹرویو ٹیلی کاسٹ کیے۔ علاوہ ازیں پاکستان فلم انڈسٹری کی معروف ہیروئنوں کی ایک طویل فہرست بھی اس میں شامل ہے۔ نواز حکومت کی برطرفی پر ریما' میرا اور دیگر اداکاراؤں کا احتجاج اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ کیا نواز شریف عوام کے کٹہرے میں از خود ان سوالوں کے جواب دینے کی جرات رکھتے ہیں؟

چھوٹے بھی......!

حرام کی کمائی ہو یا گناہ کا بیج اپنا اثر دکھا کر چھوڑتا ہے۔ سو نواز شریف کی سیاہ کاریاں ان سے اگلی نسل میں بھی منتقل ہو چکی ہیں۔ 1997ء کے انتخابات کے دوران شریف برادران کے دونوں ''ہونہار'' فرزند حسین نواز اور حمزہ شہباز لاہور کے انٹرنیشنل ہوٹل کے کمرہ نمبر 103 میں رنگ رلیاں منایا کرتے تھے۔ حسین نواز جہاں انتخابی مہم چلا رہے تھے وہاں ان کے ساتھی حسیناؤں کی تلاش میں بھی رہتے تھے۔

ایسی حسیناؤں میں کئی تو ضرورت مند دوشیزائیں تھیں۔ جو مالی مفادات کی خاطر ہوٹل انٹرنیشنل میں حمزہ شہباز اور حسین نواز کے ساتھ ملاقاتوں پر مجبور تھیں۔ لیکن دو لڑکیاں ان دونوں نوجوان "بچوں" کے دل میں راہ کرتی تھیں۔ جن میں ایک شوبز کی معروف کردار میڈم صدیقی کی صاجزادی عارفہ صدیقی ہیں۔ جب کہ دوسری ارم حسن اس وقت ٹی وی ڈراموں میں بکثرت پائی جاتی ہے۔ ان دنوں یہ ہوٹل نواز شریف کے ایک ساتھی کی ملکیت تھا۔ جسے بعد میں کوآپریٹو سکینڈل میں دھرلیا گیا۔ وہ مدد کے لئے نواز شریف کے پاس گیا تو بڑے میاں حاجی محمد شریف نے اسے کہا "اعوان صاحب اسیں تہاڈی کوئی مدد نئیں کراں گے تسی تے ساڈے منڈے وی ہوٹل وچ خراب کر دتے نیں" (اعوان صاحب ہم آپ کی کوئی مدد نہیں کریں گے آپ نے تو ہمارے بچے بھی ہوٹل میں خراب کر دیئے ہیں۔)

اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئی کھیت



بھائی کے کرتوت

میاں نواز شریف نے جو کام شروع کیا اس سے چھوٹے بھائی شہباز شریف کو بھی حوصلہ ملا اور وہ بھی انہی راہوں کا کھلاڑی بن گیا' جن کا بڑا بھائی تھا لیکن محض اس فرق کے ساتھ کئی ناجائز رشتوں کو قانونی شکل دے دی اور مبینہ طور پر چار شادیاں کیں چھوٹے میاں صاحب کی بیویوں کے ہاتھوں ڈسے ہوئے ایک پولیس افسر ذاتی دوستوں میں یہ قصہ یوں بیان کرتے ہیں:

"میں ڈیفنس میں تھا جب مجھے ڈی آئی جی کا فون آیا کہ فلاں نمبر کوٹھی پہنچ جاؤں۔ وہاں ڈکیتی کی واردات ہوئی ہے۔ میں وہاں چلا گیا۔ علاقہ کا ایس ایچ او پہلے سے وہاں موجود تھا۔ اندر گیا تو ایک خوبصورت خاتون موجود تھی جس کا نام عالیہ تھا۔ میں نے ان سے واردات کے متعلق پوچھا' وقوعہ دیکھا اور واپس دفتر آگیا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے ڈی آئی جی صاحب کا پھر فون آیا کہ برآمدگی ہوگئی؟ میں نے حیرانگی سے کہا۔ سر برآمدگی کیسی؟ ابھی تو صرف وقوعہ دیکھا ہے۔ انہوں نے مجھے سخت سست کہا۔ میں نے اپنے ذرائع سے پتہ کیا۔ کہ اصل معاملہ کیا ہے تو معلوم ہوا کہ محترمہ میاں شہباز شریف کی دوسری بیوی ہیں۔ مجھے اندازہ ہوگیا کہ میں بے موت مارا گیا اور پھر وہی ہوا میرا تبادلہ ڈیرہ غازی خان کر دیا گیا۔"

ان دنوں بلدیاتی انتخابات کا سلسلہ چل رہا تھا۔ انتخابات کے بعد ضلع کونسل

کے چیئرمین کے لیے مجھے لاہور سے حکم ملا کہ رفیق میراثی کو چیئرمین بنانا ہے۔ میں نے پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ رفیق میراثی کے پاس صرف ایک ووٹ ہے اور وہ بھی اس کا اپنا جب کہ مخدوم خاندان جس کا تعلق مسلم لیگ سے ہی تھا کے پاس (40) ووٹ ہیں۔ میں پریشان ہو گیا کہ ایک کو چالیس اور چالیس کو ایک کیسے بناؤں۔ اسی دوران مجھے یہ خوف ناک اطلاع ملی کہ دراصل رفیق میراثی کی ایک بہن جو بہت خوبصورت ہے۔ میاں شہباز شریف کے عقد میں ہے۔ یہ سننا تھا کہ مجھے اپنی منزل سامنے نظر آنے لگی۔ میں نے اپنے اسسٹنٹ کو ساتھ لیا اور مخدوم صاحب کے پاس چلا گیا اور ماجرا انہیں کہہ سنایا۔ وہ غصہ سے آگ بگولہ ہو گئے۔ اور فوری طور پر میاں نواز شریف جو اس وقت وزیراعظم تھے انہیں فون کیا اور کہا کہ چھوٹے میاں کو کنٹرول کریں۔ وہ میراثیوں کو ہمارے اوپر لانا چاہتا ہے۔ پھر مجھے یہ حکم دیا گیا کہ میں واپس آجاؤں۔ یہ انکشاف میاں شہباز شریف، جنہیں خاص حلقوں میں جی ٹو اور سی ٹی کے نام سے پکارا جاتا ہے کی مہربانیوں کا شکار پولیس آفیسر نے ایک نجی محفل میں کیے انہوں نے کہا کہ میں مخدوم صاحب سے ملاقات کے بعد فارغ ہو کر دفتر پہنچا تو تبادلے کے احکامات میرے منتظر تھے۔

میاں شہباز شریف ایک سخت گیر ایڈمنسٹریٹر کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ نواز شریف کی مالی بدعنوانیوں میں شہباز شریف کے مشوروں کا بڑا عمل دخل حاصل رہا۔ بعض حوالوں سے اب ان کی چار شادیوں کی تصدیق ہو چکی ہے لیکن شریف خاندان میں جو اہمیت بیگم نصرت کو حاصل ہے وہ کسی کو بھی نہیں۔ البتہ عالیہ ہنی اپنی معاملہ فہمی کی بناء پر خاندان میں اپنا اثر و رسوخ قائم کرنے میں کامیاب ہو چکی ہیں۔ معزول وزیر اعلیٰ شہباز شریف کی دوسری بیوی عالیہ احمد عرف ہنی کے قریبی خاندانی ذرائع ک مطابق عالیہ شہباز شریف کی قانونی بیوی ہے اور ان کا نکاح نامہ

موجود ہے۔ خاندانی ذرائع نے دعویٰ کیا کہ وہ خفیہ نکاح لندن میں ہوا اور عالیہ ہنی کی خواہش پر تقریباً تین سال کے بعد بیٹی خدیجہ شہباز پیدا ہوئی۔ جس کی شکل ہو بہو اپنے والد شہباز سے ملتی ہے۔ عالیہ شہباز آج کل ڈیفنس کے ڈبلیو بلاک میں رہائش پذیر ہے۔ یہ گھر شادی کے بعد شہباز شریف نے لے کر دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ کیولری گراؤنڈ پر نو تعمیر شدہ سڑک اور پل کی تعمیر شہباز شریف کی دوسری بیگم عالیہ ہنی کی خواہش کی مرہون منت ہے کیونکہ شہباز شریف کو اکثر یہاں رکنا پڑتا تھا اور ہنی سے ”ملاقات“ میں دیر ہو جاتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں نے مذکورہ پل کا نام ”ہنی پل“ رکھ دیا ہے۔

عالیہ ہنی کا شہباز شریف کے تعلقات کے حوالے سے موقف ہے کہ یہ تاثر غلط ہے کہ میں مسلم لیگ کے جلسے میں شہباز شریف سے ملی تھی۔ ان کا کہنا ہے کہ میں شہباز شریف سے کسی کے گھر ایک ڈنر پر ملی تھی اور وہیں ملاقات میں ہم نے ایک دوسرے کو پسند کر لیا۔ اور اس کے کچھ عرصہ بعد 1992ء میں ہماری شادی ہو گئی لیکن ہم نے بچے پیدا نہ کیے اور شادی کو شہباز کی خواہش پر خفیہ رکھا تاہم جب شہباز شریف وزیر اعلیٰ بنے تو اس کے بعد ایک میٹنگ میں انہوں نے غیر رسمی گفتگو میں اپنی دوسری شادی کے بارے میں بتایا۔ عالیہ ہنی کا کہنا ہے کہ شہباز شریف نے شرعی طریقے سے صرف دو شادیاں کی ہیں کسی اور سے شادی تو دور کی بات' کسی اور عورت سے تعلق بھی نہیں' میرے ساتھ شادی اس چیز کا بہت بڑا ثبوت ہے کہ ان کے دل میں خدا کا خوف اور انسانی ہمدردی کس حد تک ہے۔ اگر خدا خوفی نہ ہوتی تو وہ مجھ سے شادی نہ کرتے بلکہ ویسے بھی تعلق بنا سکتے تھے۔

میاں صاحب دن میں دو' تین مرتبہ گھر فون کرتے تھے۔ ان کے لیے ڈنر اور کبھی لنچ کی تیاری کرنا اچھا لگتا۔ میاں صاحب دال چاول بہت شوق سے کھاتے۔

سابق وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف نے اپنی دوسری بیوی عالیہ ہنی کو خوش کرنے کے لیے اس کے باپ منظور چھرا کو تین کروڑ روپے کا کام سات کروڑ روپے میں بخش دیا۔ یہ کام لاہور سے اسلام آباد موٹروے پر سڑک کو تقسیم کرنے کے لیے لاٹنگ پینٹ پر مشتمل تھا۔ ذرائع کے مطابق سابق حکومت کے دور میں لاہور سے اسلام آباد موٹروے پر لاٹنگ پینٹ کا ٹھیکہ دینے سے قبل انتہائی راز داری سے عالیہ عرف ہنی کے والد کو اطلاع کر دی گئی جنہوں نے بیرون ملک سے پینٹ اور مشینری درآمد کر لی اور اس کے بعد حکومت نے اخبارات میں اشتہار دیا اور نو روز کے اندر ٹینڈر طلب کر لیے جس میں شرط عائد کی گئی تھی کہ ایسی کمپنیاں جن کے پاس حاضر سٹاک میں درآمد شدہ مشینری اور پینٹ موجود ہو وہ ٹینڈر بھیج سکتی ہیں۔ لہٰذا منصوبے کے مطابق ہنی کے باپ کی کمپنی کے علاوہ کوئی کمپنی ٹینڈر نہ بھر سکی۔ مختلف کمپنیوں نے اعتراض داخل کیا تھا کہ نو روز کے اندر باہر سے مشینری اور پینٹ منگوانا ناممکن ہے جس پر یہ ٹھیکہ منظور چھرا کو دے دیا گیا۔

یہ 1998ء کا واقعہ ہے جب بازار حسن سے مہمان اداکاروں کا قافلہ شہباز شریف کی لال سہانرا آمد پر مخدوم عالی کی نئی ایمبولینس گاڑیوں پر مجرے کے لیے گیا۔ ڈاکٹر فضل کریم نے طوائفوں کو سات سات ہزار جبکہ اداکاروں کو چھ چھ ہزار کے کھسے' سپیشل چادروں کے سیٹ اور سونے کے چار' چار تولے کے تاج دیئے۔ ریما کو مجرے کے بعد کالے ہرنوں کا جوڑا مشتاق وڈ نے تحفہ میں دیا۔ اس واقعہ کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ بازار حسن کی بعض طوائفوں نے حاجی فضل کریم کی کہروڑ پکا اور جلسہ جسیم میں بطور انچارج ہسپتالوں اور ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسرز تعیناتی کے دوران اس کی حیرت انگیز عیش پرستیوں کا انکشاف کرتے ہوئے کہا ہے کہ سابقہ دور حکومت میں شہباز شریف کی بطور وزیر اعلیٰ پنجاب لال سہانرا آمد کے وقت ایک مرتبہ مہمان



شہباز شریف



عالیہ ہنی کا ماڈلنگ کے دوران ایک انداز



شہباز شریف کی اہلیہ عالیہ ہنی اپنی بیٹی کے ہمراہ

اداکاروں کی شرکت کے لیے جب فوری طور پر گاڑیاں دستیاب نہ ہو سکیں تو مشتاق وڈ نے حاجی فضل کریم سے رابطہ کیا اور فوری طور پر بازار حسن کی مہمان طوائفوں کو نئی ایمبولینس گاڑیوں کے ذریعے نیشنل پارک کے ریسٹ ہاؤس میں پہنچانے کا پیغام دے کر خود مہمان اداکارہ ریما اور مدیحہ شاہ کو لے کر دیکھ کال کے پتن سے لال سہانرا روانہ ہوگئے جب میاں شہباز شریف انتظار کر رہے تھے۔ صرف ایک گھنٹے کے مجرے کے بعد وی آئی پی شخصیات جب آرام کے لیے روانہ ہوگئیں تو فضل کریم اینڈ کمپنی دوسری جگہ محفل جما کر رات بھر رقص و سرود کی محفل کے مزے لوٹتے رہے۔ صبح ہوتے ہی فضل کریم نے کھروڑپکا کی طوائفوں کو سات ہزار فی کس جبکہ اداکاروں کو چھ چھ ہزار مالیت کے کھسے' چار تولے پر مشتمل سونے کے تاج موقع پر انعام کے طور پر دیے جبکہ ریما کو مجرے کے بعد کالے ہرنوں کا جوڑا مشتاق وڈ نے پیش کیا۔ بعد ازاں مشتاق وڈ کے اصرار پر ریما اور مدیحہ شاہ کو مشتاق وڈ، فضل کریم اور ان کے پانچ دیگر ساتھیوں نے معروف اداکاراؤں کو تین دن کے لیے مہمان بنالیا اور صحرائی علاقے کی سیر کرواتے رہے۔

شہباز شریف نے نہایت مختصر مدت میں کامیاب سیاسی زندگی کا طویل سفر طے کیا۔ شریف خاندان کے قریبی ذرائع کا تو یہ بھی کہنا ہے کہ جناب نواز شریف کی کامیابیوں کے پیچھے بھی در حقیقت شہباز شریف کا کایاں ذہن اور بروقت فیصلہ کرنے کی صلاحیت کار فرما ہے۔ نواز شریف کی وزارت عظمیٰ کے دونوں ادوار میں پنجاب کی ذمہ داری شہباز شریف نے ہی اٹھائے رکھی۔ جن دنوں غلام حیدر وائیں وزیر اعلیٰ پنجاب تھے تب بھی یہی کہا جاتا تھا کہ اصل قوت شہباز شریف ہی کے ہاتھ میں ہے۔ دوسرے دور میں تو وزارت اعلیٰ براہ راست ان کے ہاتھ میں تھی۔ میاں شہباز شریف انتظامی حوالے سے نہایت سخت گیر رویہ رکھتے تھے۔ وہ پاکستان کے ایسے وزیر اعلیٰ

تھے جن کے ماتحت' اکثر ان کے غیر ملکی دوروں پر جانے کی دعائیں مانگا کرتے۔ کیونکہ جن دنوں وہ ملک میں ہوتے' افسروں کو ہمہ وقت کام میں مصروف رکھتے۔ دن رات محنت کرنے والا یہ مرد آہن جب تھک کر چور ہو جاتا تو اس کا پگلا دل ریشمی زلفوں کی چھاؤں میں کسی گداز بدن کے لمس کے لیے ترسنا شروع کر دیتا اور پھر "شہباز کی پرواز" کسی نہ کسی پری پیکر کے "نشیمن" پر آرکتی اور پھر یہ بلند پرواز شہباز کبھی سازو آواز یا پھر کسی کے طلسمی حسن کا قیدی بن کر رہ جاتا۔

ان کی تین شادیاں تو منظر عام پر آچکی ہیں۔ ان کے حرم میں مزید کتنے چہرے ہیں اس کا اندازہ ان کی خفیہ سرگرمیوں سے کیا جاسکتا ہے۔ شہباز شریف بھی بازار حسن اور فلمی دنیا کے توبہ شکن چہروں سے جی بہلاتے۔ ریما نے جب پہلی مرتبہ چھوٹے میاں صاحب کی "توبہ توڑی" تو اس کے عوض اسے 70 زینت بلاک اقبال ٹاؤن کی کوٹھی سے نوازا گیا۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ شہباز شریف کی ریما سے ملاقات ایک



عالیہ شہباز

فلمساز نے کرائی تھی جو اب تک دو فلمیں بنا چکا ہے۔ اس بات کا گواہ ایک اور فلمساز بھی ہے جس کی ایک فلم زیر تکمیل ہے۔ اداکارہ ریما نے پنجاب کے سابق وزیر اعلیٰ سے ''پہلی ملاقات'' کے بعد تحفے میں 70 زینت بلاک والی کوٹھی لی تھی۔ تاہم ریما اپنی فیملی کے ہمراہ ان دنوں ماڈل ٹاؤن این بلاک کے ایک عالی شان بنگلے میں رہ رہی ہے۔ بعض اہم ذرائع تو یہ بھی کہتے پائے گئے ہیں کہ انہوں نے ایک اور خوبرو حسینہ کو عقد میں لے رکھا ہے۔ چھوٹے میاں صاحب کی یہ چوتھی بیوی سردار فیض محمد خان کھوسہ کی صاحبزادی نیلوفر کھوسہ ہیں۔

نیلو کی پہلی شادی معروف بیوروکریٹ شاہد رفیع سے ہوئی۔ جن سے ایک بیٹی اور دو بیٹے ہوئے لیکن وقت کی ستم ظریفی کہیے کہ شاہد رفیع کے ہنستے بستے خاندان سے میاں شہباز شریف کا گزر ہو گیا اور چھوٹے میاں صاحب کو نیلو کی نجانے کون سی ادا بھا گئی کہ اسی کے ہو رہے۔ تعلقات آپ سے تم اور تم سے تو کا عنوان ہوئے تو راز' راز نہ رہا۔ شاہد رفیع خود بھی ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ لہٰذا بیوی کی بے وفائی برداشت نہ کر سکے اور طلاق دے دی۔ جبکہ نیلو کا اس سلسلے میں کہنا ہے کہ وہ ایک باعزت گھرانے سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کے بھائی طارق کھوسہ' آصف کھوسہ اور ناصر کھوسہ اہم سرکاری عہدوں پر کام کر رہے ہیں۔ وہ اپنے خاندان کی بدنامی کا سبب نہیں بن سکتیں۔ اس طلاق کی وجہ شہباز شریف نہیں تھے بلکہ شاہد کا اپنا عیش پرستانہ رویہ تھا۔ میری بیٹی بڑی ہو رہی تھی میں نے شاہد کو گھر میں رنگین محفلیں سجانے سے منع کیا تو تنازعہ بڑھ گیا جو بلاآخر طلاق پر منتج ہوا۔ بہرحال نیلو کی تمام تر وضاحتوں کے باوجود ان کے خاندان سے وابستہ قریبی افراد کا کہنا ہے کہ جب خاندان والوں نے ان سے شہباز سے نکاح کے متعلق پوچھا تو انہوں نے نکاح کی تردید کی لیکن ان کے ساتھ انٹرنیشنل فلائیٹ پر جانے کی تصدیق کی۔ ذرائع کہتے ہیں کہ یہ

انٹرنیشنل فلائیٹ دراصل ان عاشقوں کا ہنی مون ہی تھا۔ شہباز شریف کے انہی معاشقوں اور پے در پے شادیوں نے نصرت شہباز کا سکون چھین رکھا ہے۔ اکثر گھر میں دونوں کے درمیان متعدد مرتبہ دنگا فساد بھی ہو چکا ہے۔ بات شاید علیحدگی تک چلی جاتی لیکن بہوں کی موجودگی اور بچوں کے بڑا ہونے کے باعث ایسا نہ ہو سکا۔ نصرت اکثر شہباز کی دیگر شادیوں کی تردید کرتی رہتی ہیں جبکہ شہباز شریف کی دوسری بیوی عالیہ عرف ہنی نے برسرعام ان کو چیلنج کیا ہے کہ اگر نصرت کو یقین نہیں آتا تو وہ میرے گھر تشریف لائیں۔ شہباز کے ساتھ لندن میں ہونے والے نکاح کے تمام ثبوت انہیں دکھا دیئے جائیں گے۔

شریفوں کی رنگ رلیاں

معروف صحافی منیر احمد ہفت روزہ "وجود" میں "شریف برادران کی رنگ رلیاں" کے عنوان سے شائع ہونے والی رپورٹ میں لکھتے ہیں:-

"میاں نواز شریف جب وزیر اعلیٰ پنجاب تھے تو ان کا معمول تھا کہ جب بھی انہیں مری جانا ہوتا وہ اپنے سپیشل سیلون میں لاہور کے ریلوے اسٹیشن سے راولپنڈی روانہ ہوتے۔ لاہور سے راولپنڈی تک ٹرین کا سفر پانچ گھنٹے پر محیط ہے جب کہ یہی فاصلہ بذریعہ جہاز 35 منٹ میں طے کیا جا سکتا ہے۔ اسلام آباد یا مری میں سرکاری حکام نواز شریف کا ان کی آمد سے گھنٹوں قبل ہی انتظار شروع کر دیتے تھے، اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ نواز شریف کے پروگرام اچانک "بدل" جاتے تھے۔ عین اس وقت جب لاہور ریلوے اسٹیشن پر نواز شریف کی راولپنڈی روانگی کے انتظامات مکمل ہوتے، اچانک انتظامیہ کو اطلاع ملتی کہ میاں صاحب بذریعہ سڑک یا جہاز کے ذریعے

راولپنڈی چلے گئے ہیں۔ نواز شریف اس طرح کی حرکتیں اکثر کیا کرتے تھے اور اس کی وجہ سوائے اس کے کوئی اور نہیں ہوتی تھی کہ وہ اپنی ذاتی زندگی کے معاملے میں بہت خوف زدہ تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی کوئی ذاتی بات ان کے والد صاحب تک پہنچے جب کہ شہباز شریف اس معاملے میں خاصے غیر محتاط تھے۔ نواز شریف کی بعض ”مہمان“ خواتین لاہور سے راولپنڈی کے درمیان کسی بھی اسٹیشن پر ان کے سیلون میں سوار ہوتیں اور راولپنڈی پہنچنے سے پہلے دو تین گھنٹے میاں صاحب کے ساتھ گزارنے کے بعد وہ ٹرین سے اتر جایا کرتی تھیں۔ نواز شریف کے موڈ کا اندازہ لگانا بہت آسان تھا' وہ اگر راولپنڈی میں ٹرین سے اترتے وقت ہشاش بشاش ہوتے تو سرکاری حکام اندازہ لگا لیا کرتے تھے کہ میاں صاحب کا سفر ”خوشگوار“ گزرا ہے اور کئی دفعہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ نواز شریف کے ”مہمان“ کسی وجہ سے ٹرین میں سوار نہ ہو پاتے اور پنڈی پہنچنے پر ہر شخص ان سے ڈر رہا ہوتا تھا' ایسے میں مری میں میاں صاحب کو ”خوش“ کرنے کے لئے ”خصوصی انتظامات“ کئے جاتے تھے۔ میاں نواز شریف سمجھتے تھے کہ وہ زمانے کی انجانی نظروں سے محفوظ ہیں۔ بلاشبہ نواز شریف کے مخالفین تک کو ان کی رنگین راتوں کے قصوں کا بہت ہی کم علم تھا لیکن فوجی اور سول انٹیلی جنس ایجنسیوں کے وہ حکام جو نواز شریف کی حفاظت پر مامور تھے' ان تمام باتوں سے باخبر تھے جن پر آج بھی مصلحتوں کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ لوگوں کو نواز شریف کے حوالے سے زیادہ سے زیادہ اتنا معلوم ہے کہ انہوں نے کبھی بھارتی اداکارہ دلشاد بیگم کو فون پر گانے سنائے تھے یا بھوربن میں انہوں نے کینڈل لائٹ میں دلشاد بیگم کے ساتھ زندگی سے لطف حاصل کیا تھا' لیکن معاملہ صرف یہاں تک ہی محدود نہیں بلکہ ان کہانیوں میں کئی اور خواتین کے بھی نام آتے ہیں۔ نواز شریف بطور وزیر اعلیٰ پنجاب عورتوں کے ساتھ تعلقات رکھنے کے معاملے میں کافی غیر محتاط تھے' جب بھی فلم یا ٹی

وی کی کسی اداکارہ یا مشہور ماڈل گرم کے ساتھ ان کی ملاقات ہوئی تو وہ اپنے ذاتی دوستوں کو افسانوی انداز میں خوشگوار لمحوں کی داستان سنایا کرتے تھے۔ نواز شریف کے ساتھ سب سے پہلے طاہرہ سید اور پھر عارفہ صدیقی کا قصہ مشہور ہوا اور پھر کئی خوبصورت چہرے ان کی زندگی میں آتے چلے گئے۔ اداکارہ ریما اگر نواز شریف کی حمایت میں بیان جاری کرتی ہیں تو اس کی کوئی وجہ تو ضرور ہو گی' لیکن معاملہ اس وقت خراب ہوا جب ان اداکاراؤں اور ماڈل گرلز نے "اخلاقیات" کا لحاظ نہ کرتے ہوئے دونوں بھائیوں کو وقت دینا شروع کر دیا۔ اگر کوئی ایک مخصوص اداکارہ اس ہفتے بڑے میاں صاحب سے ملاقات کرتی تو اگلے ہفتے وہ میاں شہباز شریف کے ساتھ ہوتی۔ میاں نواز شریف اور میاں شہباز شریف دونوں کو علم تھا کہ وہ انٹیلی جنس ایجنسیوں کی نظروں میں ہیں لیکن اس کے باوجود دونوں بے احتیاطی کرتے رہے' خصوصاً شہباز شریف رات کو خاموشی کے ساتھ اپنی پجارو نکال کر تنہا ہی نکل جایا کرتے تھے۔ کبھی ان کی منزل زیبا بختیار کا گھر ہوتا اور کبھی ڈیفنس میں وہ کسی مخصوص گھر میں موجود ہوتے۔ نواز شریف اور شہباز شریف کے صاحبزادے بھی بدقسمتی سے ان خواتین تک پہنچ گئے تھے جو کبھی دونوں بھائیوں کی محفلوں میں بزم آرا رہتی تھیں۔ حمزہ شہباز اپنے دوستوں کو اکثر بتایا کرتا تھا کہ اس نے آج کس کے ساتھ کتنا وقت گزارا ہے۔ میاں نواز شریف کو بچپن سے ہی گانے کا شوق تھا' اور وہ کالج کے زمانے میں جب مری جاتے تو وہاں سڑک کے کنارے بیٹھ کر گلوکار رفیع اور طلعت محمود کے گائے ہوئے گیت گنگنایا کرتے تھے۔ طاہرہ سید سے نواز شریف کی دوستی کی وجہ بھی یہ تھی کہ انہیں طاہرہ سید کی آواز بہت پسند تھی۔ نواز شریف اور طاہرہ سید کو ایک دفعہ ٹریفک پولیس کے ایک انسپکٹر نے رات کو ٹریفک سگنل کی خلاف ورزی کرتے ہوئے روک لیا تھا۔ یہ ٹریفک انسپکٹر طاہرہ سید کو نواز شریف کے ساتھ دیکھ کر

پہلے تو حیران ہوا اور پھر انسپکٹر نے انہیں اور دونوں نے اس انسپکٹر کو چھوڑ دیا۔ اسی طرح ایک رات جب میاں شہباز شریف نے زیبا بختیار کو ان کے گھر سے پک کیا اور موٹروے کی جانب چل پڑے تو ان کی حفاظت کے لئے مامور ملٹری انٹیلی جنس کے ایک میجر نے انہیں راستے میں روکا اور سمجھایا کہ "سر! آپ دہشت گردوں کی ہٹ لسٹ پر ہیں اس لئے سکیورٹی کے بغیر سڑکوں پر گھومنے کا خطرہ مول نہ لیں۔ بعدازاں میاں شہباز شریف کے کئی اداکاراؤں کے ساتھ ناگفتہ بہ حالت میں ویڈیو کیسٹ تیار ہوئے جب کہ اداکاراؤں کے ساتھ ان کی گفتگو کے کیسٹوں کی تعداد بے شمار ہے۔"

ریما

نواز حکومت کی برطرفی کے بعد اداکارہ ریما نے نواز شریف کی حمایت میں بیان دیتے ہوئے کہا کہ فوج نے نواز شریف کی حکومت کو برطرف کر کے اچھا اقدام نہیں کیا۔ فلم "قسمت" کے سیٹ پر صحافیوں سے باتیں کرتے ہوئے ریما نے کہا کہ ملک میں جمہوری نظام چلنا ضروری ہے اور نواز حکومت نے جو بھی اقدام کئے وہ سب ملک وقوم کی بھلائی کے لئے ہی کئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ شہباز شریف اور نواز شریف نے پاکستان کو ترقی کی راہ پر لگا دیا تھا۔ لیکن جب پاکستان 21 ویں صدی میں شان و شوکت سے داخل ہونے والا ہی تھا اسی وقت فوج نے مداخلت کر دی ریما نے مزید کہا کہ میں یہ سب کچھ ڈنکے کی چوٹ پر کہہ رہی ہوں۔ مجھے امید ہے کہ نواز شریف اور شہباز شریف کو لوگ یاد کریں گے کیوں کہ انہوں نے ہمیشہ ملک کی بھلائی کے لئے ہی سوچا اور اس کا صلہ انہیں یہ ملا کہ انہیں ناکردہ گناہوں کی سزا دی جا رہی ہے۔ بلاشبہ ریما زبان حال سے اب بھی یہی کہہ رہی ہے کہ۔

"رقم بڑھاؤ نواز شریف ہم تمہارے ساتھ ہیں"

جناب! یہ ہیں میاں نواز شریف جنہیں خاص حلقوں میں جی ون اور بی ٹی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ جب کہ نواز شریف کے نقی بٹ سے "تعلقات" بھی اب پوشیدہ نہیں رہے۔ ایک اخبار نے ان "تعلقات" پر خصوصی اشاعت کا بھی اہتمام کیا۔ جس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ جناب نواز شریف "موٹروے" کے ساتھ ساتھ "جی ٹی روڈ" پر سفر کرنے کے بھی عادی ہیں۔



نجمہ حمید کی شہادت

نجمہ حمید جو بیگم کلثوم نواز کے ساتھ ساتھ مسلم لیگ اور میاں نواز شریف کو بچانے کے لئے کوشاں رہیں، یہ خاتون لال حویلی والے شیخ رشید کی رشتہ دار ہے اور میاں نواز شریف کے بہت سے اندرونی معاملات سے آگاہ ہے۔ اقبال احمد خان نے معروف صحافی منیر احمد منیر کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے بتایا:-

"ایک وہاں لڑکی ہے پنڈی میں اس کا نام ہے...... وہ میانی جئی اے کوئی ایسی پری بھی نہیں۔ گزارے والی ہے۔ اس کا نام بھی ذہن میں آجاتا ہے۔ شیخ رشید کی رشتہ دار ہے قریبی نجمہ حمید اس نے مجھے ایک بات سنائی تھی۔ ہو سکتا ہے حسد سے سنائی ہو۔ میں نے شرارتاً بات کی میرا مقصد یہ نہیں تھا۔ اس لڑکی کا نام ہے...... میں نے کہا میرا تو معاملہ خود خراب ہے۔ یہ نئی لیڈرانی کہاں سے آئی ہے؟ آج کل

بڑی لائم لائٹ میں ہے یہ نجمہ مجھے خود اپنے منہ سے سناتی ہے۔ وہ بڑی بلا جھجک سی عورت ہے۔ واہیات باتیں کرنے کی بھی ایکسپرٹ ہے۔ مجھے کہتی ہے۔ بھائی صاحب اسے قابو کیا ہے شیخ رشید نے اسے بلایا ہے شیخ رشید نے کہ نواز شریف سوہنیاں کڑیاں نوں پسند کردا اے تو میرے پاس آئیں تری میاں صاحب کے ساتھ ملاقات کراتا ہوں۔ تجھے عہدہ لے کر دیتا ہوں شیخ رشید نے ٹوہ ٹاہ کے ٹیسٹ ٹسٹ کر کے پاس کر دیا اور میاں صاحب کو پیش کر دیا میں نے اسے کہا مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا ٹوہ ٹاہ کے یہ نجمہ کے الفاظ ہیں کہتی ہے کہ سویرے گوشت بکتا ہے نا بکرے کا' اس پر کمیٹی کا ڈاکٹر مہر لگاتا ہے۔ مہر اوپر لگی ہوتی ہے۔ نواز شریف کو پیش کرنے سے پہلے شیخ رشید کے لئے مہر لگانا ضروری ہے اس (بہن کی گالی.....) کے لئے جلوس نکلتے ہیں کہ جی شیخ رشید کو چھوڑ دو۔"




نواز شریف کو شیخ رشید اور پیرزادہ لڑکیاں فراہم کرتے

مسلم لیگ (ج) کے سیکرٹری جنرل' سابق وفاقی وزیر اور سابق چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل اقبال احمد خان نے انکشاف کیا کہ 1993ء میں اسمبلیاں بحال ہونے کے بعد نواز شریف اپنے حامی ارکان اسمبلی کو اسلام آباد کے میریٹ ہوٹل میں لے گئے وہاں' شراب و شباب چلتا رہا۔ بوتلیں ہاتھوں میں پکڑی ہوئی ہیں' لڑکیوں کو جپھیاں ڈالی ہوئی ہیں میریٹ ہوٹل سے سارے شریف آدمی بھاگ گئے تھے۔ کاری گری

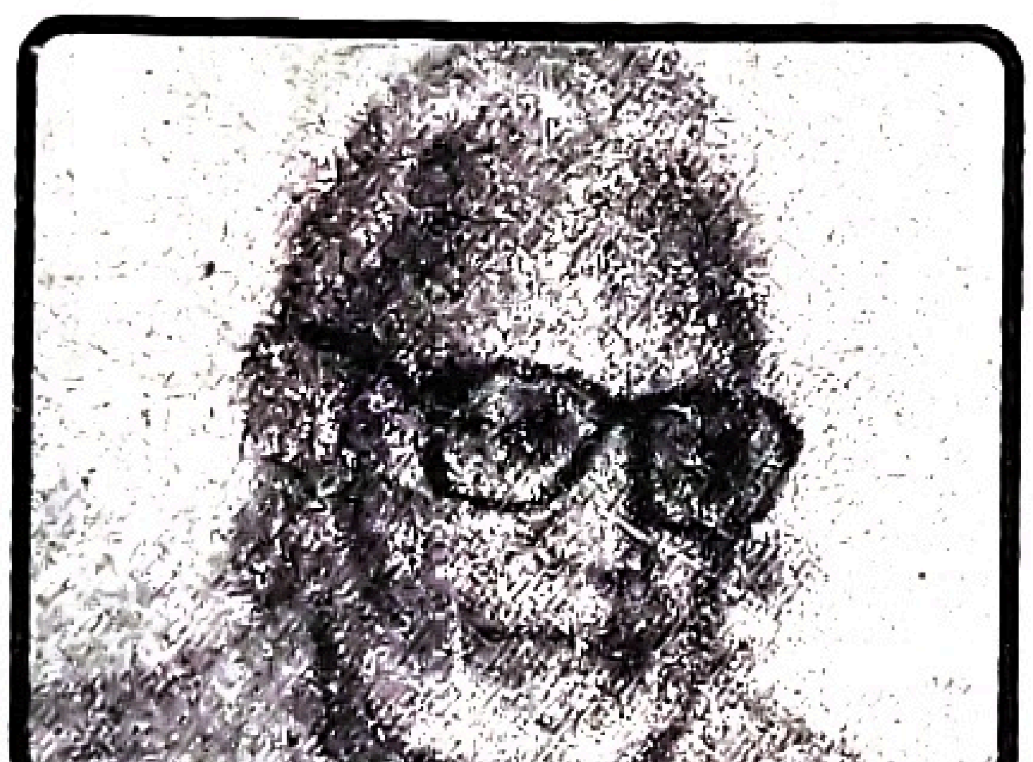
نواز شریف کی یہ ہے کہ انتہائی اخلاق باختہ آدمی ہے، لیکن اس کا رولا نہیں پڑا۔ پرلے درجے کا یہ عورتوں کا رسیا ہے۔ مری میں نواز شریف کو لڑکیاں سپلائی کرنے کی ذمہ داری شیخ رشید کی تھی۔ شیخ رشید اور جنرل (ر) مجید ملک دونوں میرے سامنے شراب پیتے تھے۔ اقبال احمد خان نے اس امر کا اظہار آتش فشاں کے تحت شائع ہونے والی کتاب "اس نے کہا" میں کیا ہے۔ 334 صفحات کی یہ کتاب ان کے طویل انٹرویو پر مشتمل ہے۔ اقبال احمد خان سے یہ انٹرویو معروف صحافی منیر احمد منیر نے لیا۔

مسلم لیگی رہنما اقبال احمد خاں اقتدار کی غلام گردشوں اور سیاست کی "بازیوں" میں ہونے والے سینکڑوں واقعات کے عینی شاہد ہیں۔ اس کتاب میں وہ میاں نواز شریف کی جنسی زندگی سے یوں پردہ اٹھاتے ہیں:-

سوال: سنا تھا کہ نواز شریف وہاں چھانگا مانگا میں بڑی عیاشی کرتے رہے؟۔

جواب: عیاشی تو خیر، جو نواز شریف لے گیا تھا ممبرز کو میریٹ ہوٹل (اسلام آباد) میں، وہاں کیا کچھ نہیں ہوتا رہا۔

سوال: میریٹ ہوٹل میں کب؟



اقبال احمد خان

جواب: 1993ء میں اسمبلیاں RESTORE (بحال) ہونے کے بعد۔

سوال: اخباروں میں آیا تھا کہ وہاں بڑے بل وغیرہ آئے۔

جواب: وہ دو مہینے وہاں رہے۔ کہتے ہیں کہ وہاں شراب و شباب چلتا رہا۔ نواز شریف

روزانہ جہاز بھر بھر کے لئے جاتا رہا' مردوں اور عورتوں کا۔

سوال: لاہور سے؟

جواب: ہاں' وہاں کے بیروں' خانساموں سے پوچھو' کیا ہوتا رہا۔

سوال: کیا ہوتا رہا؟۔

جواب: جب پنجاب گورنمنٹ کے متعلق کیس نہیں چلا تھا اور نواز شریف دوبارہ وزیراعظم بن گیا تھا۔ وہ سارے ممبرز گھیر کے وہاں لے گئے تھے' میریٹ ہوٹل میں۔ پنجاب اسمبلی کا مقدمہ چل رہا تھا ہائیکورٹ میں۔ یہ اس زمانے کی بات ہے۔ دو مہینے وہاں رہے۔

سوال: خبریں بھی چھپتی رہیں کہ اتنا بل آ گیا۔ فلاں نے اتنا کھایا پیا۔

جواب: بوتلیں ہاتھوں میں پکڑی ہوئی ہیں۔ لڑکیوں کو جپھیاں ڈالی ہوئی ہیں۔ میریٹ ہوٹل سے سارے شریف آدمی بھاگ گئے تھے' جو فارنرز تھے۔ فارنرز جو بدمعاشی کرتے ہیں طریقے سلیقے سے کرتے ہیں۔

سوال: ان کی زندگی میں ایک ڈسپلن ہے۔

جواب: ہاں۔ وہ سارے خالی کر گئے ہوٹل۔ بھاگ گئے کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔

سوال: میریٹ ہوٹل والی باتیں میاں نواز شریف کے حوالے سے عجیب سی لگتی ہیں۔

جواب: یہ کافی کرپٹ ہے۔

سوال: اچھا!

جواب: ہاں' ہاں۔ اس کے بھائی نے میرے سامنے CONFESSION (اعتراف) کیا تھا۔ اس طرح میرے پاس بہت ساری EVIDENCES (شہادتیں' ثبوت) ہیں۔ کارگیری اس کی یہ ہے کہ انتہائی اخلاق باختہ آدمی ہے لیکن اس کا رولا نہیں پڑا۔ لوگوں میں رولا پڑ جاتا ہے نا۔ اس کا رولا نہیں پڑا۔ میں بات کرتا ہوں۔ یہ بندہ تو ہے ہی نہیں۔ اسے

کسی نے انڈر سٹینڈ ہی نہیں کیا۔ اس کی قسمت چنگی اے' پرلے درجے کا یہ WOMANIZER (عورتوں کا رسیا) ہے۔ پتہ اے لوکاں ساریاں نوں۔ لیکن رولا نہیں پڑا۔ یعنی AS SUCH (اس طرح) رولا نہیں پڑا...... اس لڑکی کے بارے میں اس پر الزام لگا کر اس کے ساتھ تھی۔ اس کے خاوند کو مروایا نواز شریف نے۔ اس کی وجہ کر کے وہ ایکسیڈنٹ میں مرا ہے۔ اس کا نام...... تھا۔ پھر...... کا الزام بھی نواز شریف پر لگتا ہے۔ اس کو بھی اس نے طلاق دلوائی۔ پھر یہ جو ہے...... ایکٹریس۔ یہ بھی اس کی ارول میں رہتی ہے۔ لال سہانزا ایک نئی جگہ ڈویلپ ہوئی ہے ٹورسٹ RESORT (تفریح گاہ) بہاولپور' ابو ظہبی کے پیٹرن پر بنائی گئی ہے۔ جتنی دیر نواز شریف حکمران رہا ہے اس رکھ میں کسی کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ یہ وہاں جاتا تھا' وہاں ڈیوٹی ہوتی تھی...... فلم ایکٹریس کی۔ وہ ساتھ ایک آدھ لڑکی اور لے کے جاتی تھی۔ نواز شریف نے زیادہ سفر بائی ریل کیا ہے۔ گاڑی پر جایا کرتا تھا۔ ایک بندہ جو ڈائریکٹر جنرل ایل ڈی اے کا بن گیا تھا' قمرالزمان' قمرالزمان کی ڈیوٹی ہوتی تھی کہ ان لڑکیوں کو لے کے پہلے پہنچ جاتا۔ بعد میں نواز شریف وہاں پہنچتا۔ مری میں کڑیاں سپلائی کرنے کی ذمہ داری تھی شیخ رشید کی۔ ایک وہاں لڑکی ہے پنڈی میں۔ اس کا نام ہے۔ درمیانی جئی اے۔ کوئی ایسی پری بھی نہیں۔ گزارے والی ہے۔ اس کا نام ابھی ذہن میں آجاتا ہے۔ شیخ رشید کی رشتہ دار ہے قریبی نجمہ حمید۔ اس نے مجھے سنائی بات۔ ہو سکتا ہے۔ OUT OF JEALOUSY (حسد سے) سنائی ہو۔ میں نے شرارتاً" بات کی۔ میرا مقصد یہ نہیں تھا۔ اس لڑکی کا نام ہے...... میں نے کہا' نجمہ میرا تو معاملہ خود خراب ہے۔ یہ نئی لیڈررانی کہاں سے آئی ہے؟...... آج کل بڑی لائم لاٹ میں ہے۔ یہ نجمہ خود اپنے منہ سے سناتی ہے۔ وہ بڑی بلا جھجک سی عورت ہے۔ واہیات باتیں کرنے کی بھی ایکسپرٹ ہے۔ مجھے کہتی ہے' بھائی صاحب اسے قابو کیا ہے شیخ رشید نے۔ اسے

بلایا ہے شیخ رشید نے کہ نواز شریف سوہنیاں کڑیاں نوں پسند کردا اے۔ تو میرے پاس آ۔ میں تیری میاں صاحب کے ساتھ ملاقات کراتا ہوں۔ تجھے عہدہ لے کے دیتا ہوں۔ شیخ رشید نے ٹوہ ٹاہ کے ٹیسٹ ٹسٹ کر کے پاس کر دیا۔ اور میاں صاحب کو پیش کر دیا۔ میں نے اسے کہا' مجھے سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا ٹوہ ٹاہ کے۔ یہ نجمہ کے الفاظ ہیں۔ کہتی ہے کہ "سویرے گوشت بکتا ہے نا۔ بکرے۔ ان پر کمیٹی کا ڈاکٹر مہر لگاتا ہے۔ مہر اوپر لگی ہوتی ہے۔ نواز شریف کو پیش کرنے سے پہلے شیخ رشید کے لئے مہر لگانا ضروری ہے۔" اس (بہن کی گالی) کے لئے جلوس نکلتے ہیں کہ جی شیخ رشید کو چھوڑ دو۔ (بہن کی گالی) شرابی وہ۔ میرے سامنے شیخ رشید اور جنرل مجید شراب پیتے تھے۔ میری موجودگی میں شراب پیتے میں نے دیکھا۔

سوال: جنرل مجید ملک کو بھی؟

جواب: ہاں۔

سوال: جنرل مجید ملک نے اب چھوڑ نہیں دی؟

جواب: دیکھو جی' دو سال سے (93ء سے) ہمارا واسطہ نہیں۔ اس دوران میں چھوڑ دی ہو تو میں کہہ نہیں سکتا۔ میں دو سال پہلے کی بات کر رہا ہوں۔ میں 91ء میں سکنڈے نیویا گیا۔ چودھری نذیر احمد جو ہوتا تھا "الاحباب" والا۔ اعزاز اس کا جونیئر ہوتا تھا وکیل۔ 91ء میں نومبر میں گیا ہوں تو HE WAS CHARGE D AFFAIRS IN DENMARK. (وہ ڈنمارک میں نائب سفیر تھا)۔ وہاں مسلم لیگیوں نے مجھے کہا کہ سنا ہے جنرل مجید آ رہا ہے۔ میں نے کہا' جنرل مجید نے یہاں کہاں آنا ہے۔ مجھے پتہ چلا تھا کہ اٹلی کسی کانفرنس میں گیا ہے۔ چارجڈ افسر اعزاز میرا واقف تھا۔ وہ مجھے کہنے لگا خاں صاحب جنرل مجید صاحب اپنی تھکاوٹ اتارنے کے لئے اکثر یہاں آتے ہیں۔ وہ آ رہے ہیں۔ یہاں انہوں نے مالش بھی کروانی ہوتی ہے۔ تین چار دن ریسٹ بھی کرنا ہوتا ہے۔

میں نے کہا' یار وہ تو بڑا۔

سوال: باریش ہے۔

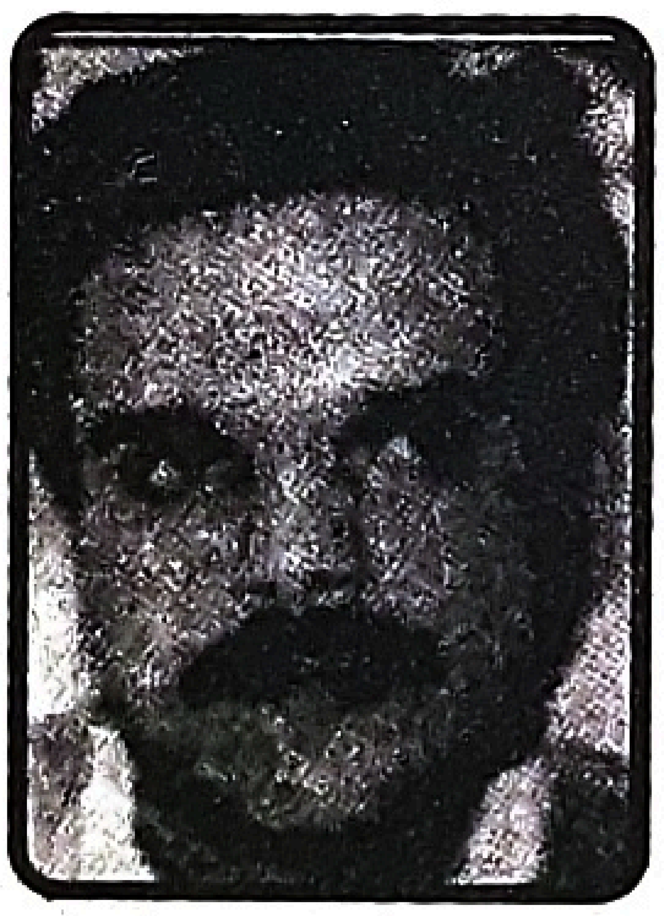
جواب: اس نے کہا' بس چھوڑو اس بات کو۔ باقی شراب پیتے تو میں نے خود دیکھا ہے۔ THIS IS TWO YEARS AGO (یہ دو سال پہلے کی بات ہے)۔ اب تہجد گزار ہو گیا ہو تو الگ بات ہے۔ دو سال سے تو میری ان سے ملاقات ہی نہیں ہوئی۔ لیکن خیر' میں اس طرف نہیں آتا۔ اللہ جانے۔ ہمیں کیا ضرورت ہے۔ میں ویسے بات کر رہا ہوں۔ نجمہ کی بات آئی کہ بکروں پر مہرلگانی ہے کہ ان پر اچھا بوجھ پڑے۔ بکروں پر مہر لگتی ہے۔

سوال: اخبارات میں اس لڑکی کا نام آتا رہتا ہے؟

جواب: اعجاز الحق مجھے بتاتا ہے کہ جب یہ وزیر اعظم بنا ہے۔ ایک دن پہلے کی بات ہے۔ اس نے کہا کہ میں گیا اسلم بیگم کے پاس۔ میں نے انہیں کہا' آپ اسے وزیر اعظم بنانے لگے ہیں۔ یہ تو بڑا کرپٹ آدمی ہے۔

سوال: یہ اعجاز الحق نے آپ سے کہا؟

جواب: اعجاز الحق نے خود مجھے یہ بات سنائی۔ اس نے کہا' اسلم بیگ کہتا ہے' وہ کرپٹ تو نہیں' کرپٹ تو اس کا بھائی ہے۔ یہ صرف WOMANIZER ہے۔ یہ اعجاز الحق کے



انوار الحق



اعجاز الحق

اپنے الفاظ ہیں کہ اسے اسلم بیگ نے بتایا۔

سوال: اعجاز الحق نے آپ کو یہ بات کب بتائی؟

جواب: مجھے اعجاز الحق نے یہ بات بتائی نواز شریف کے وزیر اعظم بننے کے ایک آدھ دن کے بعد۔ میرے پاس آیا تھا۔ لیکن دو واقعات بننے کے ایک آدھ دن کے بعد۔ میرے پاس آیا تھا۔ لیکن دو واقعات ہیں جن میں سے ایک آدمی جو میرا دوست ہے۔ میں یونہی اس سے ملنے اس کے گھر چلا گیا۔

سوال: اسلام آباد؟

جواب: لاہور میں گیا تو وہ بڑا رو رہا تھا۔ باپ اس کا پاس بیٹھا تھا۔ اس نے کہا' خاں صاحب کلاشنکوف سے اسے گولی مار دوں گا۔ اس نے مجھے یہ واقعہ سنایا کہ نواز شریف اس کی بہن کو ورغلا کے لے گیا۔ یہ چیف منسٹر کے زمانے کی بات ہے۔ کوئی آدمی اپنی بہن کے بارے میں نہیں کہہ سکتا جتنی دیر کہ وہ مجبور نہ ہو۔

سوال: بے بس نہ ہو۔

جواب: دوسرا واقعہ۔ ایک بندہ ہے رام گڑھ' مغل پورہ کا۔ الیکشن میں میرا بڑا کام کرتا رہا۔ وہ اسلام آباد مجھے ملنے آیا۔ اس نے مٹھائی کا ڈبہ اٹھایا ہوا۔ نرالا۔ کہتا ہے' میں نے سوچا' آپ لاہور گئے تھے آپ نے لاہور کی مٹھائی نہیں کھائی ہو گی۔ میں لے کے آیا ہوں۔ منڈے کو میرے ساتھ عقیدت تھی۔ ایویں ای۔

سوال: ہو جاتی ہے۔

جواب: مجھے کہتا ہے' میں ہو گیا ہوں نائب تحصیل دار' وہ ہوتا تھا کلرک کسی محکمے میں۔ میں نے کہا' چپ کر۔ بکواس نہ کر۔ اس نے کہا' جی میری بات مان لیں۔ آپ کو کوئی کام بھی نواز شریف کے ساتھ ہو' آپ مجھے بتائیں۔ آپ کا کام ہو جائے گا۔ اب اس نے جو کہانی سنائی۔ اس نے کہا' میں نے صدیقے کو دوست بنا لیا۔ نواز شریف کا

باڈی گارڈ نہیں صدیقا۔

سوال: صدیق؟

جواب: داڑھی والا نہیں۔ اس کے پیچھے کھڑا ہوتا تھا۔ داڑھی والا۔ پہلوان ٹائپ۔ اس کے پیچھے کھڑا رہتا تھا ہمیشہ۔ ملک سے باہر جاتا تھا تو بھی باڈی گارڈ وہی ہوتا تھا۔

سوال: ذاتی بارڈ گارڈ؟

جواب: ذاتی باڈی گارڈ۔ اس نے دو چار قتل کئے تھے۔ وہ اصل میں ہوتا تھا ڈرائیور سہیل ضیابٹ کا۔ سہیل ضیابٹ نے میاں کو دے دیا۔ وہ سارے وزیروں سے لیا کرتا تھا ماہانہ MINMUM FEES (کم از کم فیس) تھی دس ہزار روپیہ۔ زیادہ بھی لیتا تھا۔ نواز شریف کے زمانے میں۔ وہ لڑکا کہتا ہے کہ میں نے اسے بنا لیا دوست۔ ایک دن رات کے ایک بجے وہ مجھے ساتھ لے کے گیا' لاہور میں۔ اندر گیا تو اندر نواز شریف بیٹھا تھا۔

سوال: کہاں لے کے گیا؟

جواب: کسی جگہ۔ اندر نواز شریف بیٹھا ہوا تھا۔ دو لڑکیاں بیٹھی تھیں۔ ساتھ حسن پیرزادہ تھا۔

سوال: حسن پیرزادہ؟



نواز شریف کا باڈی گارڈ صدیق

جواب: یہ وہ شخص ہے جو پیپلز پارٹی کی حکومت میں' 71ء میں بنی تھی' وزیروں کو لڑکیاں سپلائی کیا کرتا تھا۔ پھر نواز شریف کو بھی۔ اگر ضائع نہیں کر دیں انہوں نے سیکرٹریٹ کی فائلیں' آپ وہ نکالیں تو ان کی نکروں پر لکھا ہو گا' N.S بریکٹ میں اور نیچے لکھا ہو گا' H.P یہ کوڈ ورڈ تھا۔ جس درخواست پر لکھا ہوتا' اگر وہ پلاٹ کے لئے ہو تو پلاٹ مل جاتا۔ نوکری چاہئے تو نوکری مل جاتی تھی۔ کچی پنسل سے لکھا ہوتا تھا۔ .H.P حسن پیرزادہ N.S نواز شریف۔ وہ نواز شریف کو لڑکیاں سپلائی کرتا تھا۔ شنید ہے۔

وہ لڑکا کہتا ہے کہ اندر گئے تو پیچھے پیچھے میں۔ وہ دیکھ کر بڑا اپ سیٹ ہوا۔ اگلے دن حسن پیرزادہ نے مجھے بلایا۔ اس نے کہا' دیکھو میں اس کے بہت قریب ہوں۔ کام کرنا پڑتا ہے۔ یہ ہے وہ ہے۔ بیٹے کسی سے بات نہیں کرنی۔ کوئی کام ہو تو میرے پاس آ جانا۔ چنانچہ مجھے اس نے ایک پلاٹ الاٹ کیا ٹاؤن شپ میں' جو میں نے بیس لاکھ روپے میں بیچا۔ میں نے اتنے لاکھ روپے کا مکان خریدا ریس کورس روڈ پر' جو میں نے پانچ ہزار روپے مہینہ کرائے پر چڑھایا ہوا ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ فلاں مکان ہے۔ دوسرے اس نے کہا کہ میں نے گاڑی بھی لی ہے۔ ڈیڑھ لاکھ روپے کی نئی سوزوکی۔ نیچے اتر کے دیکھیں گاڑی کھڑی ہے۔ چھ لاکھ کا گوالمنڈی میں میں نے مکان لیا ہے۔ اس مکان میں نواز شریف۔ یہ ساری کہانی اس نے مجھے سنائی۔ تے میری گنہگار زندگی یہ ہے۔ اس نے کہا' اب کیوں کہ صدیقا میرا یار بن گیا ہے' مجھے پتہ چل جاتا ہے کہ نواز شریف کا پروگرام کیا ہے؟ جس وقت نواز شریف نے آنا ہوتا ہے' میں درخواستیں لے کر ایئرپورٹ پر وی وی آئی پی لاؤنج میں پہنچ جاتا ہوں۔ میں درخواست اس کے آگے کر دیتا ہوں۔ میری طرف بڑے غصے سے دیکھتا ہے میں جو کہتا ہوں اس پر اپنے ہاتھ سے آرڈر کر دیتا ہے۔ لہٰذا میرا کام ہو جاتا ہے۔ آپ اپنے کام کروا لیا کریں۔ میں پھر بھی نہ مانوں۔ اس نے کہا' آپ اعجاز الحق سے پوچھیں۔

اعجاز الحق وراں دی پنڈی کے کس گاؤں میں زمین ہے۔ وہ چھ میل کی سڑک بنوانا چاہتے تھے۔ اعجاز الحق میاں کے پیچھے ایک سال لگا رہا کہ سڑک بنوانی ہے۔ میں نے وہ سڑک بنوا کے دی۔ میں الف لیلیٰ کی داستان کے چکر میں پڑا رہا۔ اس نے مجھے اپنا ٹیلیفون نمبر دیا کہ یہ میرا ٹیلیفون نمبر ہے۔ چیک کریں۔ میں تحصیل دار واقعی ہے گاواں۔ واقعی وہی نمبر تھا۔ میں نے ٹیلیفون کیا تو وہ واقعی تحصیلدار تھا۔ میں نے اعجاز الحق سے پوچھا' یار اس قسم کی بات ہے۔ وہ نہ مانے۔ سمجھ نہ آئے بات کی۔ اس دوران میں اس کا بھائی انوار الحق آ گیا ہے۔ وہ کہتا ہے' فلاں آدمی تو نہیں۔ میں نے کہا' ہاں۔ وہ کہتا ہے' اعجاز وہ آیا تھا۔ سڑک جو اس نے بنوا کے دی تھی ہماری۔

سوال: اعجاز الحق نے اوائڈ کیا ہو گا۔

جواب: نہیں' اعجاز پاگل سا ہے گا۔ اس نے خاص توجہ نہیں کی ہو گی۔

سوال: آپ نے بتایا کہ نواز شریف کا ذاتی باڈی گارڈ صدیقا دس ہزار روپیہ ماہوار لیتا تھا۔

جواب: وزیروں سے۔

سوال: اس وقت ایک وزیر کی تنخواہ کتنی تھی؟

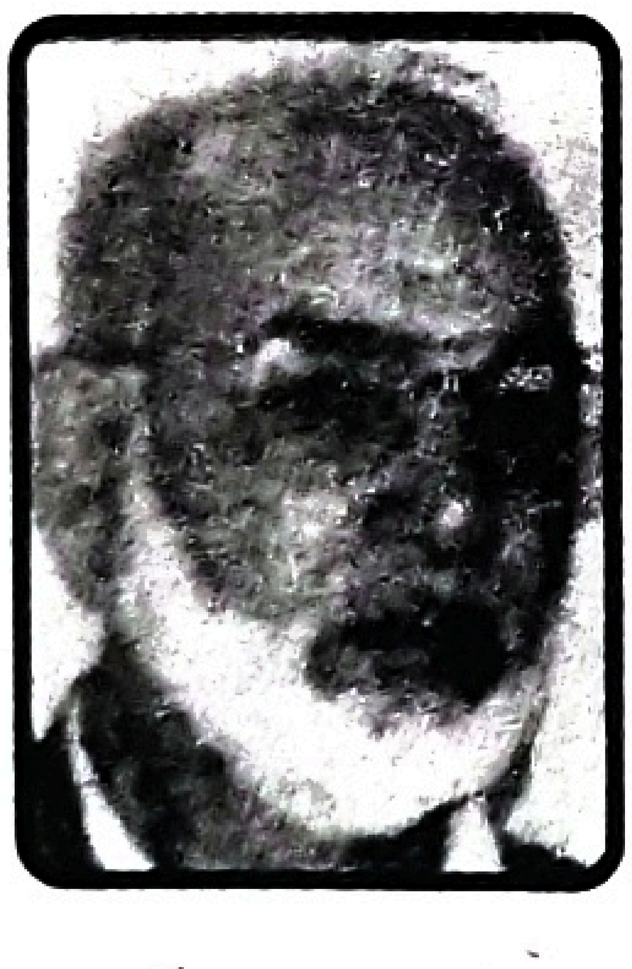
جواب: رشوت ہوتی تھی۔ تنخواہ تو اتنی نہیں ہوتی تھی۔

سوال: پھر وزیر بھی کرپشن سے پیدا کرتے ہوں گے۔

جواب: یقیناً۔

سوال: یہ سنٹر کی بات ہے کہ صوبے کی؟

جواب: سنٹر کی۔ صوبے کا مجھے نہیں پتہ۔



جنرل (ر) مجید ملک

رنگیلا اور نواز شریف

سلطانہ پشاوری کے انٹرویو کے دوران میں ان کی بیٹی اور مزاحیہ اداکار رنگیلا کی سالی سائرہ خان کی زبانی یہ بات منکشف ہوئی کہ راجوں' مہارجوں اور بادشاہوں کی طرح ہمارے جمہوری وزیراعظم میاں محمد نواز شریف کو بھی اپنی پریشانیاں دور کرنے کے لئے مسخروں کی زبانی لطیفے سننے کی کس قدر چاہت ہوتی تھی۔ جب کہ ہماری روایت یہ رہی ہے کہ قائد اعظم کٹھن اور فیصلہ کن مراحل کے دوران میں کئی کئی راتیں آنکھوں میں کاٹ دیتے اور خدا تعالیٰ سے رہنمائی کی دعائیں مانگتے رہتے۔

بہرحال' میاں محمد نواز شریف کے اس اندر شاہانہ کے متعلق سائرہ خان کی ہفت روزہ "آتش فشاں" میں شائع ہونے والی گفتگو ملاحظہ ہو:-

"ایک روز آدھی رات کے وقت نواز شریف کا فون آیا کہ وہ بھائی جان (رنگیلا) سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے بھائی جان کو بہت ڈھونڈا' ادھر (اس کوٹھی میں) بھی نہیں تھے۔ میں نے انہیں دوسری کوٹھی کا نمبر دے دیا اور کہا کہ آپ ادھر ٹرائی کرلیں۔

سوال: نواز شریف کا اپنا فون تھا۔ آپ نے سنی نواز شریف کی آواز۔

جواب: نہیں۔ ان کے سیکرٹری نے فون کیا تھا۔ پہلے اس نے ملایا نا آپریٹر نے میں نے (سیکرٹری سے) کہا' اتنی ایمرجنسی کیا ہے۔ کہتا ہے کہ ضروری بات ہے۔ وہ (نواز شریف) خود بات کرنا چا رہے ہیں۔ میں نے کہا' آپ دوسرے نمبر پر کرلیں۔ کہتا ہے' جی ادھر بھی کوئی نہیں اٹھا رہا۔ میں نے کہا' تیسرا گھر ہے آپ وہاں ٹیلیفون کرلیں۔



نواز شریف



اداکار رنگیلا

کہتا ہے' ادھر بھی کوئی نہیں ہے۔ میں نے اسے کہا' آپ اپنا نمبر نوٹ کرا دیں وہ آپ کو رنگ بیک کر لیں گے۔ میں نے پھر دو لڑکے بھیجے کہ بھائی جان کو بلا لاؤ۔ بھائی جان آئے' پھر انہوں نے فون ملایا۔ وہ نمبر ملایا جو اس نے دیا تھا۔

سوال: رنگیلا نے۔



سائرہ خان

جواب: ہاں' بھائی جان نے رنگ بیک کیا تو یہ اُنہیں نشے میں کہتا ہے کہ میرا آج موڈ آف ہے مجھے کچھ لطیفے سناؤ۔

سوال: لطیفے سناؤ۔

جواب: لطیفے سناؤ۔

سوال: یہ کہتا ہے نواز شریف۔

جواب: بالکل۔

سوال: نشے میں؟

جواب: نشے میں۔ کتنی دیر وہ فون پر انتظار کرتا رہا۔ کہتا ہے کہ آف موڈ میں بیٹھا ہوں، مجھے ہنسائیں۔ مجھے ایسی باتیں سناؤ کہ میں خوش ہو جاؤں۔

سوال: نواز شریف جب وزیراعظم بنا ہے۔

جواب: میں اب کی بات کر رہی ہوں تھوڑے دنوں کی۔

سوال: اچھا!

جواب: تھوڑے دنوں کی بات ہے۔ وہ نشے میں تھا نواز شریف اس نے کہا، یار مجھے ہنسا۔

سوال: ٹیلیفون پر ہی لطیفے سنا۔

جواب: میرے ساتھ کوئی ایسی باتیں کر کہ میں خوش ہو جاؤں۔

سوال: اس وقت بے نظیر کے سخت بیان آ رہے تھے، اس پر پریشان تھے۔

جواب: شاید تبھی۔

سوال: پچھلے دنوں ہوا تھا ان کا۔

جواب: باتیں ہی تو یہ سب لوگ کرتے ہیں۔ سیاست میں پردہ ہر کسی نے اپنے اوپر ڈال رکھا ہے۔ جیب میں قرآن رکھا ہوا ہے۔ کسی نے کچھ کہنا ہے، کسی نے کچھ کہنا ہے۔

رنگیلا وزیراعظم

معروف صحافی رائے اسد خان کھرل اپنی کتاب "رائیونڈ سازش" میں رقمطراز ہیں:-

غریبوں کے دکھوں کا رونا رونے والا اور قوم کو سادگی اور پیٹ پر پتھر باندھنے کی تلقین کرنے والا نواز شریف جو بیرون ملک مقیم پاکستانیوں سے رقوم وطن بھیجنے کی اپلیں کرتا تھا اس کے طرز زندگی کا تو مغل حکمران بھی شاید تصور نہ کر سکتے اپنے دور حکومت میں نواز شریف نے 6 مرتبہ عمرہ کرنے گئے جس پر قوم کا 15 کروڑ روپیہ خرچ ہو گیا اور وہ اندرون و بیرون ملک خصوصی بوئنگ طیارے پر سفر کرتے تھے اور 28 مئی 1998ء کو ایٹمی دھماکوں کے موقع پر انہوں نے قوم سے وعدہ کیا تھا کہ وہ یہ طیارہ واپس کر دیں گے لیکن پی آئی اے کے طیارے کو واپس کرنے کی بجائے اس کی تزئین و آرائش پر 18 لاکھ ڈالر (9 کروڑ روپے) خرچ کر ڈالے جس سے طیارہ ایک فضائی محل میں تبدیل ہو گیا۔ دوران سفر "مغل حکمران" اور ان کے "دربانوں" کے لئے خصوصی کھانے پکوائے جاتے جو انہیں وقفے وقفے سے پیش کئے جاتے۔ سابق چیئرمین پی آئی اے شاہد خاقان عباسی نے ایک ایسا باورچی بھی رکھا تھا جو گجریلے کی طرح ایک خاص قسم تیار کر سکتا تھا جو نواز شریف کو بہت پسند ہے مغلیہ حکمران کو لسی اور بادام والا دودھ چاندی کے گلاس میں خاص انداز میں ان کی پسندیدہ فضائی میزبانوں کے

ذریعے پیش کیاجاتا تھا ہر طرف وزیراعظم ہاؤس خالی کرنے کا اعلان کرنے کے باوجود اسے خالی نہ کیا اور اس کے لئے کراکری اور اشیاء خوردونوش تک باہر سے منگوائی جاتی تھیں وزیراعظم ہاؤس میں نواز شریف کے بعض ذاتی دوست بھی ان کے ساتھ مقیم رہے ان میں ایک سجاد شاہ بھی تھا جو "مغل حکمرانوں" کو لطیفے اور گانے سنایا کرتا تھا۔ میرٹ کی رٹ لگانے والے نواز شریف نے اپنے حکم پر بغیر کسی انٹرویو اور امتحان کے براہ راست بھرتیاں کیں انہوں نے ایف آئی اے میں انسپکٹر سے ڈپٹی ڈائریکٹر کی سطح تک 30 افراد کا تقرر کیا جن میں 28 کا تعلق لاہور سے تھا اور وہ سب شریف فیملی کے قریبی سمجھے جاتے تھے ان میں سے ایک صدر رفیق تارڑ کا بھانجا تھا یہ وہی تھا جب سیف الرحمٰن سابق وزیراعظم بے نظیر بھٹو کو پی آئی اے میں بھرتیوں کے حوالے سے سزا دلوانا چاہتے تھے نواز شریف کی توجہ کا مرکز لاہور یا سینٹرل پنجاب رہا اقتدار کے پہلے 18 ماہ میں 41 اہم عہدوں پر تقرریاں کیں اور ان سب کا تعلق لاہور یا وسطی پنجاب سے تھا اقتدار کے پہلے 16 ماہ میں وہ صرف ایک رات کراچی میں قیام پذیر رہے۔ نواز شریف احتساب سیل میں بڑے پیمانے پر ہونے والی کرپشن کے بارے میں رپورٹوں یہاں تک کہ سیف الرحمٰن کے دست راست خالد عزیز اور وسیم افضل احتساب کی زد میں آنے والے لوگوں سے جبراً رقمیں وصول کرتے رہے لیکن نواز شریف نے ان رپورٹوں کو نظرانداز کر دیا۔ پنجاب پولیس کے کرپٹ ترین اور نااہل آفیسر رانا مقبول کو آئی جی سندھ لگا دیا گیا۔

نواز شریف ایک ایسا وزیراعظم تھا جو موٹروے کے ذریعے اسلام آباد سے لاہور آتا تھا تو 350 کلو میٹر لمبے راستے کے دونوں اطراف 7 اضلاع کے تمام تھانوں کے 16 ہزار سپاہی اور افسر سیکورٹی کے نام پر جمع ہو جاتے تھے۔

وفاقی حکومت کے 38 اہم اور حساس اداروں کے چیئرمین اور ڈائریکٹر جنرل کے

عہدوں پر نہ صرف لاہور بلکہ ماڈل ٹاؤن میں اپنی رہائش گاہ کے ارد گرد بسنے والے افراد کو فائز کر دیا۔

ملک کا انوکھا وزیر اعظم جس نے چین جاتے ہوئے پی آئی اے حکام کو حکم دیا کہ میرے آرام کے لئے ایئربس میں ایک چارپائی لگائی جائے' متعلقہ حکام نے معذرت کر دی تو حکم ہوا کہ چلو ایئربس کی چھوٹی نشست کی جگہ جمبو جیٹ والی بڑی نشست لگا دی جائے۔ فنی طور پر اس پر بھی عمل نہ ہو سکا تو پی آئی اے کے حکام کی شامت آ گئی۔

مغلیہ دور کی یادیں تازہ کرنے والا دنیا کا واحد وزیر اعظم تھا جو ہفتے میں دو چھٹیاں کرتا تھا اور ہر ہفتے باغ جناح لاہور میں کرکٹ میچ کھیلتا تھا۔ اس کے ایک میچ پر لاکھوں روپے خرچ ہو جاتے تھے۔ شاہانہ مزاج رکھنے والا ایک بادشاہ جس نے دربار داری کے لئے بے شمار وزیروں کے علاوہ 92 مشیر اور سپیشل اسسٹنٹ ملازم رکھ لئے ان میں ایسے مشیر بھی تھے جو تہران اور دوسرے ممالک میں ہوائی اڈوں اور ہوٹلوں میں پاکستان کے وزیر اعظم کا مشیر ہونے کی بڑھکیں لگاتے تھے!

یہ ایک ایسے وزیر اعظم کی داستان ہے جس نے شاہانہ نمائشی ٹھاٹھ باٹھ کی خاطر بغداد کے الف لیلوی خلفاء کے دور کو بھی مات کر دیا۔ وہ ہیلی کاپٹر پر سفر کرتا' راستے میں کوئی ہم سفر سری پائے کھانے کی فرمائش کر دیتا تو طیارہ کا رخ اس شہر کی طرف موڑ دیا جاتا جہاں سری پائے ملتے ہوں۔ اس کا بیٹا حسین نواز بمبئی میں پاکستان اور سلام دشمن کٹر اور انتہا پسند ہندو رہنما بال ٹھاکرے کا ذاتی مہمان بنتا' ٹھاٹھ سے بمبئی میں گھومتا' بال ٹھاکرے جس کی رہنمائی اور نگرانی میں بابری مسجد شہید کی گئی جس نے حکم دیا کہ بھارت سے تمام مسلمان ہجرت کر جائیں' جس نے دلیپ کمار کے گھر پر حملہ کرایا کہ اس نے پاکستان سے ملا ایوارڈ کیوں واپس نہیں کیا؟ اس بال ٹھاکرے کے ساتھ

جسین نواز نے مشترکہ سرمایہ کاری اور صنعتی منصوبوں کے بارے میں مذاکرات کئے۔

ایک وزیراعظم جو بے روزگاروں کو روزگار فراہم کرنے کے نعرے پر مسند اقتدار پر براجمان ہوا' نے اقتدار میں آ کر بینکوں' ریلوے' پی آئی اے اور دیگر کئی اداروں سے ہزاروں افراد کو ملازمت سے نکال دیا۔

پاکستان کی تاریخ میں پہلا وزیراعظم جس کے دور میں آئین' قانون اور ہر قسم کے ضابطوں کو الماریوں میں بند کر دیا گیا اور ایک ایسا "سول مارشل لاء" نافذ کر دیا گیا جس کے ذریعے سندھ پر قومی اسمبلی کے ایک رکن کو حکمران مقرر کر دیا گیا۔ ایک بدنصیب صوبہ جس کا گورنر اسمبلی اور معطل حکومت موجود تھی اور اسے ایک ایم این اے چلا رہا تھا۔ اگر حالات و واقعات کا بغور جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ نواز شریف کے دور حکومت میں معیشت تباہ' ادارے ملیامیٹ اور ملکی وسائل کی لوٹ مار انتہا کو پہنچ گئی تھی نواز شریف کا دور دراصل شخصی جاہ پرستی اور ہوس اقتدار و اختیار کی ایک المناک داستان ہے۔

شاہی محل

عوام کو پیٹ پر پتھر باندھنے' گھاس کھانے' غریبوں کی زندگی میں انقلابی تبدیلیاں لانے کا وعدہ کر کے اقتدار پر براجمان ہونے اور ایٹمی دھماکوں کے بعد پابندیوں کے خوف میں مبتلا کر کے عوام کو قناعت کا وعظ دینے اور غریبوں کے ہمدرد ہونے کے دعویدار معزول وزیر اعظم نواز شریف نے اپنے اختیارات کے بل بوتے پر قومی خزانے کا بے دریغ استعمال کیا۔ سینکڑوں ایکڑ اراضی پر محلات بنائے جن کے چپے چپے پر بے انتہا دولت لٹائی گئی۔ بیرونی قرضوں میں جکڑے ہوئے ایک غریب ترقی پذیر ملک کے وزیر اعظم کے محلات کے بارے میں عرب شیخ بھی شاید خواب ہی دیکھ سکتے

ہیں۔

معروف صحافی رائے اسد خان کھرل کی کراچی سے شائع ہونے والے کثیرالاشاعت ہفت روزہ "وجود" میں شائع شدہ رپورٹ کے مطابق:-

شریف خاندان نے رائے ونڈ میں پہلا پلاٹ 1984ء میں دو لاکھ 33 ہزار 500 روپے میں خریدا۔ باقی اراضی انہوں نے 10 سال بعد 130 ملین روپے ادا کر کے خریدی پھر 448 ایکڑ سے زائد رقبے پر قائم کی گئی۔ "رائیونڈ سٹیٹ" پر سرکاری خزانے سے 75 کروڑ روپے خرچ کئے گئے جب کہ رائے ونڈ جاگیر کو اہم مراکز سے ملانے کے لئے 16 ارب روپے کے منصوبہ جات پر عمل شروع کیا گیا لیکن 31 ارب روپے سے زائد رقم خرچ ہو گئی۔ ان منصوبہ جات کا شریف خاندان کے علاوہ کسی اور کو کوئی فائدہ نہیں تھا۔ شریف خاندان کے فراڈ کی انتہا دیکھئے جو ہسپتال اور تعلیمی ادارے قائم کئے گئے وہ کاروباری بنیادوں پر تھے لیکن ان کے لئے تمام سامان ڈیوٹی فری منگوایا گیا اور یوں قومی خزانہ کو کروڑوں روپے کا نقصان پہنچایا گیا۔ صرف شریف خاندان کی جاگیر کے حوالے سے قومی خزانہ سے اربوں روپے خرچ کئے گئے۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ارکان اسمبلی' بلدیاتی اداروں کے سربراہ اور اراکین اپنے اپنے علاقوں کے ترقیاتی کاموں کے لئے رقم مانگتے تھے لیکن نواز شریف اور شہباز شریف نے تمام بدلیاتی اداروں کے بجٹ کے 6 فیصد سے زائد فنڈز "شاہی محل" کی تعمیر پر لگا دیئے۔ 600 لائنوں کی جدید ڈیجیٹل ٹیلیفون ایکسچینج لگائی گئی۔ مذکورہ ایکسچینج کی 0 سے 70 لائنیں اب تک شریف فیملی کے لئے مخصوص ہیں۔ تمام قوانین کو بلڈوز کر کے اور عام لوگوں کے ٹیلیفون بند کر کے شریف فیملی کو سہولتیں فراہم کی گئیں۔ سوئمنگ پول' ڈیری فارم' فش فارم' "شاہی حمام" سکول' ہسپتال' پارک بنائے گئے اور کارپٹ روڈز بنائی گئیں علاوہ ازیں آوٹ فال روڈ پر بھی کروڑوں روپیہ

حکومتی خزانہ سے خرچ کیا گیا۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ نواز شریف نے اپنے پہلے دور میں رائیونڈ پیلس بنانا شروع کیا تھا اور انہوں نے واپڈا کو شاہی حکم جاری کیا کہ وہاں پر 14 کلو میٹر لمبی گیارہ ہزار کلوواٹ کی ڈائریکٹ لائن بچھائی جائے اور اس میں کسی کو کنکشن نہ دیا جائے تاکہ برقی رو میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو' واپڈا نے وہاں لائن بچھا دی' جس پر واپڈا نے 11 کروڑ 68 لاکھ 940 روپے سرکاری خزانے سے خرچ کر ڈالے لیکن معزول وزیر اعظم کے والد میاں محمد شریف کو بجلی سپلائی کرنے والا یہ سسٹم پسند نہ آیا جس پر نواز شریف نے پانی و بجلی کے اس وقت کے وفاقی وزیر راجہ نادر پرویز کو خصوصی احکامات جاری کئے جنہوں نے واپڈا کے چیئرمین کو رائیونڈ محل کے لئے خاص طور پر UN-INTERUPTED (ایسی لائن جس میں تعطل پیدا نہ کیا جا سکے) کی فراہمی کا حکم جاری کیا۔ واپڈا نے اس نئے بندوبست کے لئے مزید ایک کروڑ 67 ہزار 633 روپے خرچ کر ڈالے۔ حالانکہ واپڈا اس سسٹم پر خرچ کی گئی رقم کو کسی طرح بھی "ریگولرائز" نہیں کر سکتا تھا اس لئے اس نے رائے ونڈ محل کو وزیر اعظم ہاؤس ظاہر کر کے اس کی ادائیگی کی' جس کے لئے پاکستان پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ (پی ڈبلیو ڈی) کے فنڈز استعمال ہوئے۔ فنڈ کو استعمال کرنے کے لئے واپڈا نے جون 99ء کو مراسلہ نمبر 99-96-96390 پاکستان پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ کو ارسال کیا جس نے ایک ہفتے کے اندر اندر واپڈا کو مذکورہ رقم کی ادائیگی کر دی۔

واپڈا کے ذرائع کے مطابق جتنی رقم رائیونڈ محل کو بجلی سپلائی کرنے پر خرچ کی گئی اتنی رقم سے ایک درجن سے زائد دیہات یا 8 ہزار گھروں کو آسانی کے ساتھ بجلی فراہم کی جا سکتی تھی۔

معروف صحافی رائے اسد خان کھرل کی تحقیقات کے مطابق شریف خاندان

نے رائیونڈ کے قریب 5 دیہات مانک آرائیاں، پاجیاں، بدوکی، ثانی شیخ داکوٹ اور سوبے مل میں زمین خریدنی شروع کی اور دیکھتے ہی دیکھتے سینکڑوں ایکڑ زمین خرید لی۔ مئی 1998ء تک شریف خاندان نے 1750 ایکڑ زمین خرید لی تھی۔ معزول وزیر اعظم اور ان کی خاندان نے صرف اس بات کا اعتراف کیا کہ فارم 360 ایکڑ اور کمپلیکس 78 ایکڑ پر مشتمل ہے۔ فارم اور کمپلیکس کے گردو نواح میں جو زمین خریدی گئی اس کے بارے میں سابق حکمرانوں نے نہ صرف خود کھل خاموشی اختیار کئے رکھی بلکہ متعلقہ پٹوار خانے اور ریونیو آفس کا ریکارڈ تک سیل کر دیا گیا' جو بعد ازاں مشرف حکومت نے قبضہ میں لے لیا۔ پاکستان پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ (پی ڈبلیو ڈی) نے سینکڑوں ایکڑ کے رائیونڈ فارم کو وزیر اعظم ہاؤس کی رہائش گاہ قرار دے کر کروڑوں روپے سالانہ مختص کئے حالانکہ قوانین کے مطابق اس کی اجازت نہیں تھی۔ علاوہ ازیں رائیونڈ کی جاگیر کو تمام قواعد و ضوابط بالائے طاق رکھ کر وزیر اعظم کے خصوصی احکامات کے تحت سوئی گیس فراہم کی گئی کیونکہ اس علاقہ کو سوئی گیس کی فراہمی کا منصوبہ سالانہ ترقیاتی پروگرام میں شامل نہیں تھا۔ گیس کے لئے معمول کا کنکشن فراہم کرنے کی بجائے ہیوی مشینری کے ذریعے ہائی سپیڈ کنکشن فراہم کیا گیا۔ اس طرح کروڑوں روپے سرکاری خزانہ سے خرچ کر دیئے گئے۔



مغل شہزادوں کی یاد تازہ کردینے والے "شریف حکمرانوں" کے رائیونڈ محل کا بیرونی منظر

مزید تحقیقات کے دوران یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ راجباہ "نالہ" کاہنہ جسے بوچڑ خانہ نہر بھی کہا جاتا ہے یہ سات فٹ چوڑا ہے۔ لیکن یہ نالہ شریف خاندان کی زمین کے علاقے کی حدود میں 20 کلو میٹر تک 20 فٹ چوڑا کر دیا گیا تھا۔ علاوہ ازیں اسے پختہ بھی کیا گیا پنجاب اریگیشن ڈیپارٹمنٹ کے تحت یہ کام انڈس ایسوسی ایٹ نے سرانجام دیا۔ معمول کے برعکس اس پورے پروجیکٹ اور اس کی لاگت کی کوئی تفصیل کسی بورڈ کی صورت میں آویزاں نہیں کی گئی حالانکہ اس منصوبے پر 8 کروڑ روپے کی خطیر رقم خرچ ہوئی۔

کارپٹ روڈ تعمیر کی گئی جس پر 140 ملین لاگت آئی۔ سرکاری خرچ پر رائے ونڈ کی اردگرد اور رائے ونڈ سے لاہور تک غریبوں کی آبادیوں کو تباہ کر کے شاندار سڑکیں بنائی گئیں اور درجنوں غریب اس وجہ سے اپنی زمینوں سے محروم ہو گئے۔

پاکستانی قانون کے مطابق وزیر اعظم اسلام آباد میں اپنے سرکاری گھر کے علاوہ کسی شہر (آبائی) میں ایک گھر سرکاری خرچ پر رکھ سکتا ہے۔ نواز شریف نے یہ سہولت دو مرتبہ حاصل کی۔ انہوں نے اپنے پہلے دور حکومت میں ماڈل ٹاؤن لاہور میں اپنی رہائش گاہ کے علاوہ فیملی کے دیگر 14 گھروں کی تزئین و آرائش کروائی اور 1997ء میں رائیونڈ پیلس کو کیمپ آفس قرار دے کر 76 ملین کے تعمیراتی منصوبے شروع کیے۔

رائیونڈ محلات کے چاروں طرف محکمہ جنگلات، محکمہ لوکل گورنمنٹ، پبلک ہیلتھ انجینئرنگ اور محکمہ ہائی وے کے سینکڑوں ورک چارجز پر کام کرنے والے ملازمین نے لاکھوں روپے مالیت کے درخت لگائے کیونکہ نواز شریف کے والد بزرگوار میاں محمد شریف اپنی شاہی بگھی پر سوار ہو کر سیر کے لئے نکلتے تھے رائیونڈ محل میں ہرن، بارہ سنگھے، مور، چکور، تیتر دیگر نایاب نسل کے طرح طرح کے جانور، ملکی و غیر ملکی فانوس،

ڈیکوریشن میں قیمتی پتھر، پھول اور پودا جات، پنگوڑے، مالشی کرسیاں، جھولوں کے علاوہ ایک ہسپتال، ایک سکول اور ایک مسجد بھی سرکاری خرچ پر تعمیر کی گئی، رائیونڈ محل میں داخل ہوتے ہی ایک ہی قسم کے مخصوص لباس لاچوں اور کرتوں میں ملبوس کو جوان نئے اور سجے ہوئے تانگوں کے ساتھ نظر آتے اور رات کو چاندنی راتوں کو خوبصورت ریشمی لباسوں میں ملبوس میاں محمد شریف کی خواہش پر رائیونڈ فارم کی پگڈنڈیوں پر ان کے تنخواہ دار ملازم بانسریاں بجاتے اور رائیونڈ فارم سے گزرنے والی نہر میں میاں شریف شاہی کشتی میں سیر کرتے رات کو لطیفے اور کہانیاں سنا کر ملازم ان کا دل بہلاتے ہر چھٹی والے روز روسی ساخت کے ہیلی کاپٹر پر جاتی امراء نامی گاؤں کے ہیلی پیڈ پر نواز شریف اترتے تھے جبکہ ان کے چھوٹے بھائی شہباز شریف کاروں کے ایک بہت بڑے جلوس میں جاتی امراء جاتے اور سابق "مغل" حکمرانوں کے "قلعہ" رائیونڈ محل کے لئے سینکڑوں پولیس و دیگر ایجنسیوں کے افسران اور اہلکاروں کے علاوہ پرائیویٹ سکیورٹی گارڈ پہرہ دیتے اور کسی بھی شخص کے لئے سابق حکمرانوں کے قلعہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ اس شاہانہ ٹھاٹ باٹ کے متعلق شریف خاندان کا ہمیشہ یہی موقف رہا ہے کہ رائیونڈ (جاتی امراء) اور ماڈل ٹاؤن میں محلات کی تعمیر انہوں نے اپنے خرچ پر کروائی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر نواز شریف اور ان کے والدین نے ان محلات کی تعمیر اپنے خرچ پر کی ہے تو کیا وہ بتانا پسند کریں گے کہ انہوں نے انتخابی گوشواروں میں ان جائیدادوں کا ذکر کیوں نہ کیا، رائیونڈ محل کی تعمیر کے لئے انہوں نے نقشہ بلدیہ سے کیوں منظور نہیں کروایا مذکورہ محل کی تعمیر کی اجازت لینا کیوں نہ گوارا کیا گیا، ان لوگوں نے کتنا ٹیکس دیا؟ اور کہاں سے اتنا پیسہ کمایا؟

یہ امر قابل ذکر ہے کہ بلدیہ سے رائیونڈ کی تعمیر کی اجازت نہ لینے اور نقشہ منظور نہ کروانے پر انتظامیہ رائے ونڈ محل گرانے کے لئے 2 سے زائد نوٹس بھی

جاری کر چکی ہے لیکن نہ جانے کون سی ایسی رکاوٹ ہے جس کی وجہ سے ان احکامات پر عمل درآمد نہیں ہو سکا۔ یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ 52 سال قبل بھارت کے صوبہ مشرقی پنجاب کے ایک چھوٹے سے گاؤں جاتی امراء میں محنت مزدوری کرنے اور 1939ء میں لاہور میں بھٹی پر ایک روپیہ یومیہ کی مزدوری کرنیوالے خاندان کے پاس اتنی دولت کس طرح آگئی کیونکہ پاکستان جیسے ملک میں قانونی ذرائع سے اتنی دولت جمع کرنا ممکن نہیں ہے۔ رائیونڈ ریفرنس کیس اسی سوال کی بازگشت ہے۔ معزول وزیر اعظم نواز شریف ان کے والد میاں محمد شریف اور والدہ شمیم اختر کے خلاف "رائیونڈ سٹیٹ ریفرنس" احتساب عدالت اٹک قلعہ میں دائر کیا گیا۔ یہ ریفرنس 903 صفحات پر مشتمل ہے جس میں استغاثہ کے 44 گواہ ہیں ریفرنس کے مطابق نواز شریف کے گھر کا تعمیراتی رقبہ 450 ایکڑ ہے اور اس دو منزلہ گھر میں لفٹ بھی نصب ہے صرف تعمیراتی اخراجات کا تخمینہ 24 کروڑ 70 لاکھ روپے ہے ریفرنس کے مطابق رائے ونڈ اسٹیٹ پر جو رقم خرچ کی گئی ہے اس کے بارے میں میاں نواز شریف یا ان کے والدین کی طرف سے کہیں ذکر نہیں کیا گیا کیا یہ انہوں نے کہاں سے حاصل کی ہے۔ ریفرنس میں رائیونڈ اسٹیٹ کی تعمیر کے لئے خریدی گئی اراضی میں ٹیکس چوری کا الزام بھی شامل ہے۔ رائیونڈ اسٹیٹ کی 450 ایکڑ اراضی معزول وزیر اعظم کی والدہ کے نام خریدی گئی تھی۔ اگر اس ریفرنس میں شامل الزامات ثابت ہو گئے تو ان کی سزا 14 سال قید ہو گی اور ملزمان عوامی نمائندگی کا عہدہ حاصل کرنے کے لئے بھی نااہل ہو جائیں گے۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ نواز شریف کے خلاف رائیونڈ اسٹیٹ ریفرنس کے علاوہ لگ بھگ 13 مقدمات درج ہیں جس میں سے 8 کرپشن سے متعلق ہیں۔ ان کے خاندان کے خلاف مجموعی طور پر 11 کرپشن کے بڑے کیس دائر ہیں۔ نیب نے ابھی تک

ان کے خلاف 4 کرپشن کے کیس احتساب عدالتوں کو بھیجے ہیں۔ جب کہ 9 کیس ایسے ہیں جن پر کارروائی ہو رہی ہے اور جلد احتساب عدالتوں کو بھیج دیئے جائیں گے۔ میاں نواز شریف کے خلاف کرپشن کے کسی کیس کا فیصلہ تاحال نہیں ہو سکا اور سیف الرحمان جو ان کے دور میں خود احتساب سیل کے سربراہ تھے ان کے ساتھ مقدمات میں ملوث ہیں شریف خاندان کے خلاف جو کیس ابھی "پائپ لائن" میں موجود ہیں ان میں موٹروے کی تعمیر میں گھپلے' کمیشن' قومی وسائل کا ضیاع' غیر ملکی اثاثوں اور بینک بیلنس کو انتخابی گوشواروں میں ظاہر نہ کرنے بھارت کو چینی برآمد کر کے قومی خزانہ کو ری بیٹ کی مد میں 2 ارب کا نقصان پہنچانے میرٹ سے ہٹ کر بھرتیاں کرنے' ہنڈی کے غیر قانونی کاروبار کے ذریعے وسیع پیمانے پر کالے دھن کو منتقل کرنے' جعلی اکاؤنٹس کے ذریعے بھاری رقوم کی منتقلی اور ان کی بنیاد پر ملکی و غیر ملکی بینکوں اور مالیاتی اداروں سے بھاری قرضے لے کر ہڑپ کرنے یا معاف کرانے' ٹیکس چوری' فارن کرنسی اکاؤنٹس منجمد کرنے سے قبل بینکوں سے اربوں روپے نکلوا کر بیرون ملک منتقل کرنے' اختیارات کے بل بوتے پر لوگوں سے زبردستی زمین ہتھیانے' ڈیوٹی فری کاریں منگوانے' پارک لین لندن کے فلیٹس' بیرونی اثاثہ جات اور آئی ایس آئی کے سیکرٹ فنڈ سے بھاری رقوم لینے کے ریفرنس شامل ہیں۔

میڈیا کے ذریعے فوج اور بینظیر کی کردار کشی مہم

نواز شریف نے فوج کے خلاف ڈس انفارمیشن پھیلانے کے لئے باقاعدہ ایک میڈیا سیل قائم کر رکھا تھا اس سیل میں سہولیات سیف الرحمٰن نے مہیا کر رکھی تھیں' رقم سابق وزیر اطلاعات و نشریات مشاہد حسین سید کی وزارت فراہم کرتی جب کہ خلیل ملک اس کے انچارج تھے۔ یہ منظم سیل بلیو ایریا' اسلام آباد میں ریڈکو بلڈنگ میں واقع تھا جہاں افواج پاکستان کے خلاف کالم تحریر کروانے' مضامین شائع کروانے اور فوج کے خفیہ راز افشاء کر کے فوج کو بدنام کرنے کا کام ہوتا اور یہ کام اندرون و بیرون ملک یکساں طور پر جاری تھا۔

پاکستان کے نامور صحافی رائے اسد خان کھرل ''میڈیا کے ذریعے فوج اور بے نظیر کی کردار کشی مہم'' کے عنوان سے اپنی کتاب ''رائیونڈ سازش'' میں لکھتے ہیں:۔

فوج کے خلاف مضامین شائع کروا کر ان کو بڑی مقدار میں سرکاری خرچ پر خرید کر مفت تقسیم کرنے اور بھجوانے کے لئے بھی باقاعدہ انتظام کیا گیا تھا اور صرف ایک ڈائجسٹ جس میں فوج کے خلاف رپورٹس شائع ہوئیں کے ایڈیٹر سے دو لاکھ رسالے خرید کر مفت تقسیم کر کے اسے 25 لاکھ روپے کی خطیر رقم سے نوازا گیا اور سرخ سر والے مذکورہ ایڈیٹر نے کارگل کے موضوع پر کئی اقساط پر مشتمل ''حق نمک'' ادا کیا تھا۔ سرخ سر والا یہ ایڈیٹر' جو اپنے رسالے کے علاوہ دوسرے اخبارات میں بھی

لکھتا ہے، دراصل صحافیوں کا سعید مہدی ہے کہ موصوف نے ملک بھر میں کوئی بڑا شہر نہیں چھوڑا، جس میں ان کا کوئی ذاتی پلاٹ نہ ہو۔ رہا کا لفظ اس لئے استعمال کیا ہے کہ یہ شخص اس قدر چالاک ہے کہ جونہی کوئی پلاٹ بطور صحافتی رشوت کے ہاتھ لگتا ہے، فوراً بیچ کر دام کھرے کر لیتا ہے تاکہ کسی قسم کے "فنگر پرنٹ" کہیں نظر نہ آئیں۔ یوں تو اس بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے بلکہ اشنان و استنجا وغیرہ کرنے والے صحافیوں کی بھی کمی نہیں۔ سابق چیئرمین پی ٹی وی پرویز رشید کو پاک فوج کے خلاف مختلف کالم نگاروں سے کالم لکھوانے اور ایک اشتہاری مہم تیار کروانے کے لئے وفاقی حکومت کی طرف سے 17 لاکھ روپے دیئے گئے یہ زر کثیر جونہی پرویز رشید کے ہاتھ لگا، ملکی اخبارات میں کارگل کے حوالے سے مختلف کالم نگاروں نے پاک فوج کے باقاعدہ لتے لینے شروع کر دیئے اور افواج پاکستان کو کارگل کا غیر ضروری محاذ کھولنے اور وطن عزیز کی سلامتی کو داؤ پر لگانے کا قصور وار ٹھہرایا جانے لگا۔ یہ سلسلہ یہاں پر ہی ختم نہیں ہو جاتا بلکہ سابقہ حکمرانوں نے امریکی صدر بل کلنٹن اور واجپائی اور یہ ثابت کرنے کے لئے کہ کارگل ایشو میں ان کی رائے یا مرضی شامل نہیں تھی یہ سب کچھ فوج نے بتائے بغیر کیا اپنے ہی ملک کی فوج کے خلاف ایک غیر ملکی اخبار میں "روگ آرمی" کا اشتہار چھپوا دیا اس اشتہار کی اشاعت کے بعد افواج پاکستان کی دنیا بھر میں تضحیک ہوئی لیکن سابقہ حکمرانوں یا ان کے حواریوں نے مذکورہ اشتہار کی اشاعت کے خلاف اپنی زبان سے ایک لفظ تک نہ نکالا ڈائریکٹر جنرل آف پبلک ریلیشنز (ڈی جی پی آر) میں سابق وزیر اعلیٰ پنجاب کی ہدایت پر پہلی دفعہ ایک پولٹیکل سیل قائم کیا گیا جو حکومت کے خلاف خبریں رکوانے اور اپنے نظریات کے پرچار کے لئے مخصوص تھا سابقہ حکمرانوں کے خفیہ میڈیا سیل سے حکومت کے ایماء پر فوج کے خلاف کالم اور مضامین تحریر کرنے والوں کی فہرستیں بھی ملی جن میں ان کے ساتھ فوری رابطے کے

ے گھروں کے فون اور فیکس نمبر تحریر ہونے کے علاوہ تحریر کردہ کالم اور مضامین کے
تھ ادائیگیوں کی دستاویزات بھی ملیں۔

سابق وزیر اطلاعات سید مشاہد حسین کے حکم پر پاکستان ٹیلی فون کی طرف سے
ب سینئر صحافی کو کالم کے 70 ہزار روپے ادا کئے جاتے تھے اس کے علاوہ حکومت کے
ھنے پر فوج کے خلاف کالم لکھنے والے متعدد صحافیوں کو صوابدیدی فنڈز سے لاکھوں
وپے کے چیک جاری کئے گئے۔ جب کہ ایسے صحافیوں کے بارے میں بھی ثبوت
ملے ہیں جو وفاقی اور صوبائی حکومتوں سے "نوزائد اور لفافے" حاصل کر کے بے نظیر
ور نواز شریف کی حکومت کی مدح سرائی میں مضامین اور کالم لکھتے رہے صرف ایک
وے اخبار کے مالک کو 10 کروڑ روپے دیئے گئے' صحافتی صنعت کی ایک بااثر شخصیت
کو سابق حکومت کے دور میں کئی لگژری گاڑیاں دی گئیں جو اس شخصیت نے جیل
روڈ پر واقع کاروں کے ایک شوروم کے ذریعے فروخت کر دیں' جب کہ ایک چہیتے
خبار نویس کو ایک ایسا قومی اخبار بخش دیا گیا جو مالیاتی اداروں کا نادہندہ تھا۔ حکومتوں
کے چہیتے اخبار نویسوں اور اخباری مالکان نے نواز حکومت سے مہنگے ترین پلاٹ معمولی
قیمت پر حاصل کر کے کروڑوں روپوں میں دوسری پارٹیوں کو بیچ دیئے تھے' نواز
حکومت نے صوبائی حکومتوں کو ہدایت جاری کی تھیں کہ وہ صرف ان کے پسندیدہ
اخباروں کو ہی اشتہارات جاری کریں' پشاور اور بعض دوسرے شہروں کے "بڑے"
صحافیوں میں 50 لاکھ روپے تقسیم کئے گئے۔ 18 صحافیوں کو پلاٹ' پرمٹ' ٹھیکے اور دیگر
سہولیات فراہم کی گئیں' سابق وزیر اعلیٰ سرحد کی ہدایت پر سابق ایس ایس پی لیاقت
علی خان نے چار مہنگی ترین گاڑیاں اور ایک 7 لاکھ کی گاڑی اور 2 ہائی ایس گاڑیاں
یک قومی اردو اخبار کے بیورو چیف کو دیں۔ انٹرنیشنل نیوز ایجنسی سے وابستہ ایک
صحافی نے بھی مہنگی ترین گاڑی حاصل کی جب کہ ایک انگریزی روزنامے کے صحافی کو

سیاسی انتظامیہ میں سابقہ حکمرانوں سے قریبی تعلقات ہونے کی وجہ سے "بادشاہ" کے نام سے جانا جاتا۔ اس نے صرف ایک تبادلے میں ہی 5 لاکھ روپے کمائے' دو صحافیوں کو کیش کے علاوہ ٹھیکے بھی دیئے گئے جب کہ 8 صحافیوں کو آٹے کے پرمٹ دیئے گئے۔ ایک اردو اخبار کے چیف رپورٹر کو 3 ایئر کنڈیشنڈ' ایک ٹی وی سیٹ اور مہنگا ترین پلاٹ دیا گیا۔ جس طرح حکمران اپنی سیاہ کاریوں اور کرپشن کی داستانیں رقم کرنے میں ایک دوسرے سے پیچھے نہ رہے اسی طرح صحافت جیسے مقدس پیشہ میں "عینک والے جنوں" کی بھی کمی نہیں۔ پیپلزپارٹی کے دور حکومت میں جو کام اظہر سہیل مرحوم بے نظیر بھٹو کے لئے انجام دیا کرتے' وہی کام خلیل ملک' نواز شریف کے لئے کرتے رہے' جو ہر صبح اپنی نہایت سطحی دانش اور نحوست زدہ چہرہ لئے ٹیلی ویژن پر نواز شریف کی سیاہ کاریوں پر جھوٹ کا ملمع چڑھانے آن وارد ہوتے تھے خلیل ملک نے سال 1998ء کی ٹیلی فون ڈائریکٹری کی اشاعت کے لئے سعودی عرب جدہ میں اپنے ایک دوست کے پرنٹنگ پریس کو دے دیا' اس کے علاوہ بھی یہ حضرت لاکھوں کی "گیم ڈالتے" رہے۔ ویسے کیا اچھا متبادل تلاش کیا تھا نواز شریف نے' عینک والے جن کا' سبحان اللہ!

نواز شریف جو فوجی حکمرانوں کے ذریعے اقتدار میں آئے' نے اپنے آپ کو نمایاں کرنے اور پریس سے تعلقات بڑھانے کے لئے اپنے وزارت خزانہ کے دور میں ہی کافی حد تک پریس میں اپنی جگہ بنالی تھی اور پاکستان میں پہلی بار پریس میں "لفافہ جرنلزم" کو فروغ دیا اور اس کے بانی کہلائے انہوں نے اپنے ہر دور میں مختلف مدوں سے اپنے حمایتی رپورٹروں' کالم نگاروں اور ایڈیٹروں کی مدد کی اور مخالفین کو دبانے کے لئے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کیئے کبھی سرکاری اشتہارات بند کر کے اور کبھی ٹیکسوں کے بھاری بھرکم نوٹس بھجوا کے۔ صرف آئی ایس آئی اور آئی بی کے دو

عہدے داروں کو 14 کروڑ روپے دیئے گئے تاکہ وہ ایسے رپورٹروں' کالم نگاروں اور ایڈیٹروں کی معاونت کریں جن سے آگے چل کر کام لیا جا سکے اور مذکورہ عہدے داروں نے پوری "ایمان داری" کے ساتھ خطیر رقم پیپلز پارٹی کے مخالف اور نواز شریف کے "قصیدہ نگاروں" میں بانٹ دی۔ نواز شریف اور ان کے ساتھ پریس سے اپنے ہمدردوں کو اکٹھا کیا اور حکومتی خرچ پر انہیں حج اور عمرے کرائے اس کے ساتھ ساتھ ان کو بیرونی ممالک دوروں میں بھی ساتھ لے کر جاتے ان تمام حربوں کا مقصد صرف یہ تھا کہ بے نظیر سے زیادہ پریس کوریج حاصل کی جائے اور اخبارات کی حد تک اپنے آپ کو بے نظیر اور دیگر مخالفین سے بہتر حکمران ثابت کر کے عوام میں اپنی ساکھ بہتر کی جائے جب 1990ء کے انتخابات میں نواز شریف نے انتخابی مہم کا آغاز کیا تو انہوں نے خصوصی اہتمام کے ساتھ میڈیا سیل ترتیب دیا جس کے ذمے صرف یہ ڈیوٹی لگائی گئی کہ وہ صرف بے نظیر اور اس کی والدہ نصرت بھٹو کے کردار کے بارے میں ایسا پروپیگنڈہ کرے' جس کی مدد سے عوام میں اس خاندان کی ساکھ خراب کی جائے تاکہ ان کو انتخابات میں شکست دی جا سکے۔ مال روڈ پر واقعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ کی عمارت کو اس میڈیا سیل کے لئے منتخب کیا گیا اور پنجاب کے ایک سابق آئی جی پولیس اور ثقافت اسلامیہ کے ڈائریکٹر کو بھی اس میں شامل کر لیا گیا' میڈیا سیل کے ارکان جن میں لاہور کے بعض بزرگ صحافی بھی شامل تھے' ان کو بے تحاشہ مراعات دی گئیں اور بے نظیر اور اس کی والدہ نصرت بھٹو کی تصاویر کو کمپیوٹر کے ذریعے اس طرح سے تیار کیا گیا جس میں وہ کسی غیر ملکی کے ساتھ ڈانس کرتی دکھائی گئی تھیں اور کچھ تصاویر میں ان کے لباس تک مختصر کر دیئے گئے۔ یہ پراپیگنڈہ کارگر ثابت ہوا اور پریس نے ان تصاویر کو انتخابی مہم کے دوران خوب اچھالا یہ ایک ایسے انسان کی خواہش ہے جو مخالف پر ہر طرح سے غلبہ پانے کا خواہش مند ہے اور اس سلسلے میں وہ

اخلاقی کردار اور ملکی سلامتی اور سالمیت کو داؤ پر لگانے سے بھی گریز نہیں کرتا۔

نواز شریف کی صحافیوں پر نوازشات

صرف 1997ء میں حکومت کی طرف سے صحافیوں کو 35 لاکھ روپے بطور امداد دیئے گئے جن کی تفصیل کچھ یوں ہے' روزنامہ جنگ کے کالم نگار عبدالقادر حسن کو 80 ہزار' کالم نگار زاہدہ حنا نے 20 مارچ 1997ء کو چیک نمبر 09931427 کے ذریعہ 50 ہزار اور اسی اخبار کے مشہور تجزیہ نگار صالح طاہر نے 15 فروری 97ء کو چیک نمبر 672951 کے ذریعہ 20 ہزار روپے لئے' لاہور کے مرحوم صحافی الیاس مغل کی بیوہ نصرت الیاس کو 50 ہزار' لاہور کے ایک مرحوم صحافی رانا اقبال کی بیوہ کو 50 ہزار' ضیاء القمر پاشا کی بیوہ کو ڈیڑھ لاکھ مقبول احمد بلوچ کی بیوہ کو 10 ہزار' روزنامہ صداقت کے شہزاد سلیم کو 10 ہزار' روزنامہ رہبر کی ریحانہ چغتائی کو 20 ہزار' روزنامہ جنگ لاہور کے فوٹوگرافر ایس اے رضا کو ایک لاکھ' اسلام آباد کے صحافی آفتاب احمد خان کی بیوہ کو ایک لاکھ' تنویر حیدر کی بیوہ کو 10 ہزار' روزنامہ جہاد پشاور کے ایڈیٹر شریف فاروق کو نامعلوم وجوہات کے لئے 3 لاکھ' کراچی کے مرزا امتیاز حسین کو 20 ہزار' ڈیلی رپورٹ کی عابدہ شاہ کو 15 ہزار' اے پی پی کے محمد مختار کو علاج کے لئے 50 ہزار' روزنامہ عوام فیصل آباد کے ظہیر قریشی کی بیوہ کو 20 ہزار' روزنامہ برسات کے علی نواز ڈاہری کو 50 ہزار' روزنامہ امت کے سعود ساحر کو علاج کے لئے ایک لاکھ' روزنامہ جنگ کے یونس مرزا کو 50 ہزار اور روزنامہ صداقت کے عتیق بٹ کو ایک لاکھ روپیہ دیا گیا۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر شیریں مزاری ایڈیٹر منتھلی پلس (اڑھائی لاکھ)' رفیق غوری ایڈیٹر جی این این (ایک لاکھ)' اسداللہ غالب کالم نگار جنگ (ڈیڑھ لاکھ)' عرفان غازی (پچاس ہزار)' مس شمائلہ مدثر جعفری (پچاس ہزار)' خلیل ملک (پچاس ہزار)' نصرت مرزا (ڈیڑھ

لاکھ)، پروفیسر محی الدین کالم نگار (پچاس ہزار)، انجنیئر محمد نعیم خان (ایک لاکھ) انقلاب ماتری (پانچ لاکھ) اور نہال ہاشمی کو دو لاکھ روپیہ دیا گیا۔

یہ تو ایسے صحافی ہیں جن کو سابقہ حکمرانوں کی طرف سے دی جانے والی امداد رقوم ریکارڈ پر موجود ہیں لیکن بے شمار صحافی ایسے ہیں جن کو اپنے صوابدیدی فنڈ اور دیگر مدو سے لاکھوں روپے کی "بخشیاں" دی گئیں وہ ان کے علاوہ اس طرح نواز شریف نے وزارت خزانہ اور وزیر اعلیٰ پنجاب کی حیثیت سے صحافیوں کو جو رقوم دی ان کی فہرست بھی پیش کی جا رہی ہے۔

تاریخ اجراء	چیک نمبر	نام صحافی	رقم
29-9-86	874517	صدر فیڈرل یونین آف جرنلسٹس، لاہور	
5-10-86	874520	مصباح الحق چیف رپورٹر پی پی آئی	20000 روپے
4-3-87	893601	اطہر مسعود روزنامہ جنگ لاہور	223800 روپے
24-5-87	899509	صدر پریس کلب گجرات	50000 روپے
5-5-87	899589	فضل الرحمٰن نعیم، صحافی	10000 روپے
4-6-87	910703	منظور احمد رحمت۔ ایڈیٹر	
		ہفت روزہ مدینہ بہاولپور	15000 روپے
175-87	899596	اے آر گیلانی۔ صحافی جنگ	15000 روپے
13-6-87	910710	شاہد فیروز پوری	20000 روپے
18-7-87	931942	جاوید نذیر، چیف رپورٹر۔ دی نیوز	75000 روپے
5-8-87	931926	طارق وارثی۔ ایڈیٹر نوائے وقت	125000 روپے
1-9-87	931929	سعادت فیاض۔ رپورٹر مشرق	100000 روپے
5-8-87	932926	شجاع الرحمٰن، ایڈیٹر ہلال احمر	15000 روپے

26-9-87	922968	ضیاء الاسلام انصاری، چیف ایڈیٹر مشرق 100000 روپے
5-10-87	946969	افتخار احمد، سٹاف رپورٹر جنگ 150000 روپے
10-10-87	946277	مرزا نعیم اختر، جرنلسٹ بہاولپور 10000 روپے
29-9-86	874517	صدر فیڈرل یونین آف جرنلسٹس، لاہور 100000 روپے
4-1-88	958694	نذیر حق ڈپٹی ایڈیٹر مشرق 50000 روپے
24-1-88	958692	وقار انبالوی کالمسٹ نوائے وقت 30000 روپے
30-3-88	977550	اطہر مسعود ڈپٹی ایڈیٹر جنگ 30000 روپے
3-4-88	986202	ضیاء الاسلام انصاری چیف ایڈیٹر مشرق 50000 روپے
30-3-88	977553	رانا محمد صدیق، اٹک 10000 روپے
25-4-88	989303	سرور مجاز ایڈیٹر ماہنامہ روداد 30000 روپے
2-7-88	007834	سید ممتاز گیلانی، سب ایڈیٹر، انچارج نوائے وقت 25000 روپے
20-7-88	014184	اطہر مسعود چیف نیوز ایڈیٹر جنگ 25000 روپے
20-7-88	014185	نذیر ناجی، کالم رائٹر نوائے وقت 40000 روپے
5-9-88	015441	محمد منیر سیڈ پی راین نوائے وقت لاہور
16-3-89	030216	رفیق احمد شاد فری لانسر 20000 روپے
6-4-89	043105	ایس اے منور جرنلسٹ 100000 روپے
8-4-89	043106	مسٹر روحانی ایڈیٹر ڈیلی سنگ میل، ملتان 100000 روپے
22-4-89	043118	پرویز بشیر رپورڈر ڈیلی جنگ لاہور 20000 روپے
15-5-89	049233	سیف فیض قادری، سب ایڈیٹر 20000 روپے
5-5-89	043981	قمر النساء، جرنلسٹ ملتان 20000 روپے

21-2-89	030215	ثریا ریاض W/O ریاض ملک جرنلسٹ پاکستان ٹائمز	50000 روپے
27-7-89	068852	جاوید نثار C/O سیکرٹری انفارمیشن اینڈ کلچر لاہور	30000 روپے
7-6-89	55818	طاہر رانا' C/O سٹاف رپورٹر جنگ لاہور	20000 روپے
3-8-89	068853	جاوید نذیر' سیکرٹری انفارمیشن کلچر کلب پنجاب	25000 روپے

ٹیلی فون ٹیپ کرنے کا شوق

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ نواز شریف حکومت کی طرف سے اسلام آباد کے ایک درجن سے زائد صحافیوں کے ٹیلی فون ٹیپ کئے جاتے تھے جن میں طارق وارثی' ایم ضیاء الدین' ملیحہ لودھی' حامد میر' ماریانہ بابر' ایاز میر' کیتھی گنان' نوید معراج' ظفر عباسی' امتیاز گل' طارق بٹ' جمال اسماعیل اور دیگر شامل تھے۔ ان صحافیوں کی گفتگو کی تفصیلات وزیر اطلاعات مشاہد حسین اور سینیٹر سیف الرحمٰن اور بعض اوقات وزیر اعظم کو بھی مہیا کی جاتی تھیں جب کہ ان کے علاوہ ملک بھر میں 40 سے زائد صحافیوں کے ٹیلی فون ٹیپ کئے جاتے رہے ان صحافیوں میں ایڈیٹر انچیف نوائے وقت مجید نظامی ایڈیٹر دی نیشن عارف نظامی' ارشاد احمد عارف' عباس اطہر' ارشاد حقانی' اسد اللہ غالب' نجم سیٹھی' رحمت علی رازی' ضیاء شاہد' میجر (ر) طاہر' رائے اسد خان کھرل' عامر میر' رانا جواد' منیر' شفیق اعوان' انجم رشید' کراچی سے محمود شام' ادریس بختیار' ثروت جمال اصمعی' رفعت سعید' کامران خان اور دیگر شامل ہیں میر

شکیل الرحمٰن کافی عرصے سے بیرون ملک میں ہیں تاہم ان کے بیرون ملک سے آنے والی ٹیلی فون سننے کے لئے ان کے گھر واقع کراچی اور لاہور میں دفتر کے ٹیلی فون ٹیپ کئے جا رہے تھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ سابق حکومت کے ایک وزیر اعلیٰ اور اعلیٰ حکام نے پاکستان ٹیلی کمیونی کیشن لمیٹیڈ (پی ٹی سی ایل) کو بھی ذاتی مفاد کے لئے استعمال کیا اس کے علاوہ قومی دفاعی راز بھارت اور امریکہ بھی پہنچائے جاتے رہے' سیکرٹری ٹیلی کمیونیکیشن اکرم شیخ' چیئرمین پی ٹی سی ایل نسیم مرزا اور اس وقت کے ڈائریکٹر جنرل انٹیلی جنس بیورو کرنل اقبال نیازی نے بعض غیر ملکی اور مقامی کمپنیوں کے ساتھ 90 امریکی ڈالر کے مشکوک معاہدے بھی کئے سابق ڈی جی آئی بی کرنل اقبال نیازی کے حکم پر پی ٹی سی ایل کے سیکشن ایس ای ڈی نورالدین بوگائی کی سربراہی میں گفتگو ریکارڈ کرنے کا کام ہوتا نہ صرف صحافیوں کے گفتگو ٹیپ کی جاتی بلکہ' ججوں' اپوزیشن رہنماؤں' بعض حکومتی وزیروں اور آرمی کے اعلیٰ افسران تک کی گفتگو بھی ٹیپ ہوتی رہی جب کہ دوسری طرف آئی ایس آئی کے سابق سربراہ لیفٹیننٹ جنرل ضیاء الدین کی نگرانی میں بھی سیاستدانوں' صحافیوں' ججوں آرمی چیف کور کمانڈروں اور بعض محکموں کے سربراہوں کی گفتگو ٹیپ ہوتی رہی اور یہ حساس ادارے روزانہ سابق وزیر اطلاعات مشاہد حسین' سابق چیئرمین احتساب بیورو سینیٹر سیف الرحمٰن اور بعض اوقات سابق وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف کو مذکورہ ٹیپ سنواتے رہے۔

شرمناک اقدامات

فروری 97ء کو بھاری مینڈیٹ سے برسراقتدار آنے والے وزیراعظم میاں محمد نواز شریف نے الیکشن 1997ء میں عوام سے جو وعدے کئے ان کو کس حد تک عملی جامہ پہنا سکے اس کا اندازہ آپ ان کی اڑھائی سالہ حکومتی کارکردگی سے بخوبی لگا سکتے ہیں۔

معروف صحافی رائے اسد خان کھرل "نواز حکومت کی شرمناک کارروائیاں" کے عنوان سے اپنی کتاب "رائیونڈ سازش" میں لکھتے ہیں میاں محمد نواز شریف نے برسراقتدار آتے ہی عوام سے یہ وعدہ کیا کہ وہ غیر ملکی قرضوں پر انحصار کرنا چھوڑ دیں گے اور کشکول توڑ دیں گے لیکن اس کے باوجود انہوں نے سال 98-1997ء میں 3 ارب 20 کروڑ 10 لاکھ ڈالر کا غیر ملکی قرضہ حاصل کیا جب کہ دوسری طرف خود انحصاری اور قرض اتارو ملک سنوارو سکیموں کے نام پر نہ صرف اندرون ملک بلکہ بیرونی ممالک سے بھی ان سکیموں کے نام پر روپیہ اکٹھا کیا گیا لیکن نہ تو قرض اترا اور نہ ہی ملک سنورا مہنگائی اور بے روزگاری میں کمی کی بجائے بے حد اضافہ ہوا ناقص اور غلط حکومتی پالیسیوں کی وجہ سے 3200 سے زائد صنعتی یونٹس بند ہو گئے جن کی وجہ سے نہ صرف لاکھوں افراد بے روزگار ہو گئے بلکہ ملک کی برآمدات سے حاصل ہونے

والے کروڑوں روپے کے زرمبادلہ کے ذخائر بھی ختم ہو کر رہ گئے جبکہ رہی سہی کسر حکومت نے ایٹمی دھماکوں کے بعد فارن کرنسی اکاؤنٹس منجمد کر کے پوری کر دی جس کی وجہ سے 500 ملین سے زائد روپیہ جو سالانہ بیرون ملک مقیم پاکستانی ملک میں بھیج رہے تھے فارن کرنسی اکاؤنٹس منجمد کرنے کے اس حکومتی فیصلہ کے بعد آنا رک گیا جس کی وجہ سے ملکی معیشت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا اور غیر ملکی کھاتوں کو منجمد کرنے کے اس فیصلہ کو خود نواز شریف اور دیگر ان کے قریبی ساتھی وزیروں اور مشیروں نے غلط قرار دیا اور انہی غلط اقدامات کی وجہ سے وزیر خزانہ سرتاج عزیز کو تبدیل کیا گیا اور اس سے بڑی اور فحش غلطی حکومت نے اپنے شعبے میں ناکام ہونے والے شخص سرتاج عزیز جو "سرچارج عزیز" کے نام سے جانے جاتے تھے' کو انتہائی اہم اور احساس عہدے یعنی وزارت خارجہ کا قلم دان سونپ کر کی گئی۔ روپے کی قیمت میں بار بار کمی کی وجہ سے نہ صرف مہنگائی میں اضافہ ہوا بلکہ ڈالر کی قیمت میں خوف ناک حد تک اضافہ ہوا جس کی وجہ سے ملک پر بیرون ملک قرضوں کی شرح میں کئی گنا اضافہ ہوا۔ ایک طرف بجلی کے بلوں میں کئی سو گنا اضافہ کر کے اور صرف شدہ یونٹس کے ریٹس سے کئی گنا زیادہ سرچارج لگا کر اور کئی کئی گھنٹے کی لوڈ شیڈنگ کر کے بعد میں بجلی کے بلوں میں 30 فی صد کمی کا اعلان کر کے عوام کو بے وقوف بنانے کی کوشش کی گئی۔ علاوہ ازیں زندگی کی بنیادی سہولتوں سے محروم ہونے کے باوجود ملکی ترقی میں نمایاں کردار ادا کرنے والے طبقے یعنی زمینداروں پر پہلی مرتبہ زرعی ٹیکس جبراً لاگو کر دیا گیا۔ جس پر کسانوں نے احتجاجی مظاہرے ریلیاں جلسے اور جلوس نکالے لیکن جمہوریت کی دعوے دار حکومت نے ان کے مطالبات ماننے کی بجائے احتجاج کرنے والے کسانوں کو جھوٹے اور بے بنیاد مقدمات میں گرفتار کروا دیا۔ اور کچھ عرصہ بعد حکمرانوں نے 50 ایکڑ سے زائد رقبہ والے زمینداروں پر 100 روپے فی ایکڑ اور 100

ایکڑ سے زائد رقبے والے زمینداروں پر 175 روپے فی ایکڑ کے حساب سے بغیر کسی قسم کے کوئی قانون پاس کیے یا اسمبلی میں قانون پاس کیے بغیر۔ مزید ٹیکس کا بوجھ ڈال دیا حالانکہ یہ ٹیکس صرف صوبہ پنجاب کے زمینداروں پر لاگو کیا گیا جبکہ باقی تینوں صوبوں نے وفاقی حکومت کے اس حکم کو ماننے سے انکار کر دیا جس کی وجہ سے ان تینوں صوبوں کے زمینداروں کے حصے کا ٹیکس بھی پنجاب کے زمینداروں کو ادا کرنا پڑا۔ حکومت کی نج کاری پالیسی کے اقدام سے عوام کو تو کوئی فائدہ نہ ہوا۔ البتہ حکمرانوں کو نج کاری کے عمل سے ضرور فائدہ ہوا۔ انہوں نے کروڑوں روپے کے صنعتی یونٹوں کو اپنے فرضی گاہکوں کے ذریعے اونے پونے داموں میں خرید کر اپنی "اپنی صنعتی سلطنت" میں اضافے کے ساتھ ساتھ خوب منافع کمایا۔ جب کہ دوسری طرف نج کاری کے اس عمل سے ہزاروں افراد بے روزگار ہو گئے اور اس طرح بے روزگاری کے خاتمے اور اس میں کمی کی بجائے اس میں مزید اضافہ ہوا۔ نواز حکومت نے محض مخالفت برائے مخالفت کی پالیسی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اور اپنے من پسند افراد کو ملازمتیں دلانے کے لئے سابقہ دور حکومت میں قوائد و ضوابط کے مطابق مختلف سرکاری محکموں میں بھرتی ہونے والے ہزاروں نوجوانوں کو ملازمت سے فارغ کر دیا۔ اس کے علاوہ ہزاروں ملازمین کو جبراً گولڈن شیک ہینڈ کے ذریعے ملازمتوں سے فارغ کر دیا گیا۔ بینکوں اور دیگر مالیاتی اداروں کے 200 ارب روپے سے زائد قرضے ہڑپ کرنے والوں کے خلاف چلائی جانے والی خصوصی مہم صرف دعوؤں تک ہی محدود رہی اور ماسوائے اپوزیشن والوں کے باقی کسی بھی بڑے ڈیفالٹر کو نہ پکڑا گیا حالانکہ مسلم لیگ سے وابستہ اور بعض اعلیٰ حکومتی عہدوں پر فائز شخصیات بھی گریٹ ڈیفالٹروں میں شامل تھیں۔ کرپشن اور بدعنوانیوں میں ملوث سلیمان فاروقی کو ایک وفاقی وزیر نے ملک سے فرار کروایا تاکہ اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ ہو سکے۔ بے

روزگار نوجوان کے لئے 2 لاکھ سے پانچ لاکھ تک آسان شرائط پر قرضوں کا اعلان کیا گیا لیکن ماسوائے چند ایک کے باقی کسی مستحق نوجوان کو تمام تر (and Requirements Formalties) پوری کرنے کے باوجود قرضہ نہ مل سکا جس کا واضح ثبوت پاکستان ٹیلی ویژن کا 9 دسمبر کو رات 10 بجے دکھایا جانے والا پروگرام ''میں اور آپ'' ہے جس میں کمپیئر سلیم طاہر نے وزیراعظم کی خود روزگار قرضہ سکیم کا پول کھول دیا۔ حکومتی وزیروں اور مشیروں کی طرف سے گندم کی غیر قانونی سمگلنگ کی وجہ سے پنجاب میں آٹے کا زبردست بحران بھی اسی حکومت کا ''تحفہ'' تھا جب نوبت اس حد تک پہنچ گئی کہ لوگ اپنے اور اپنے بیوی بچوں کے پیٹ کے دوزخ کو بھرنے کے لئے آٹے کے ٹرکوں پر اس طرح ٹوٹ پڑتے جیسے ملک میں قحط آ گیا ہو۔ بلا جواز اور بھاری بھرکم ٹیکسوں نے نہ صرف چھوٹے دکان داروں اور تاجروں بلکہ بڑے بڑے صنعت کاروں کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ لیکن اس کے باوجود نہ جانے کیوں ریونیو میں اضافہ نہ ہوا' سرکاری زمینوں اور دیگر اثاثہ جات کی نیلامیوں میں بھی متعدد بے ضابطگیاں دیکھنے میں آئیں۔ اپنی غلط اور ناقص اقتصادی پالیسیوں کی وجہ سے حکومت بیرونی سرمایہ کاروں کو ملک میں لاکر سرمایہ کاری کروانے میں بری طرح ناکام رہی یہی وجہ تھی کہ نواز شریف حکومت کے دور میں سٹاک مارکیٹ میں اوسطاً'' مندے کا رجحان رہا۔ تجاوزات کے خلاف چلائی گئی خصوصی مہم بھی صرف مخالفین کو انتقام کا نشانہ بنانے کے لئے استعمال کی گئی۔ ایک طرف صوبہ سندھ اور سرحد میں بے زمین ہاریوں کو زمینوں کے مالکانہ حقوق دیئے گئے جب کہ دوسری طرف پنجاب کے بے زمین اور بے گھر لوگوں سے ان کے گھر چھین لئے گئے اور ناجائز تجاوزات کا نام دے کر ان دو' دو' چار' چار' مرلے کے گھروں میں رہنے والوں کے سروں سے چھتوں کا سایہ بھی چھین لیا گیا۔ جب کہ کسی بھی ناجائز تجاوزات کے زمرے میں آنے والے کسی بڑے

پلازے، مارکیٹ، کوٹھی، یا بنگلے کو نہ گرایا گیا۔ امن و امان قائم کرنے میں حکومت بری طرح ناکام رہی، فرقہ وارانہ دہشت گردی، بم دھماکوں، قتل و غارت، گینگ ریپ، اغوا برائے تاوان، ڈکیتی اور دیگر سنگین نوعیت کی وارداتوں میں خوف ناک حد تک اضافہ ہوا۔ ملک کی نامور شخصیات، ایماندار اور فرض شناس افسران، ملکی درد رکھنے والے اور فرقہ واریت کے مخالف علمائے دین کو قتل کرنے کے سابقہ تمام ریکارڈ ٹوٹ گئے۔ کراچی میں نواز حکومت برسراقتدار آتے ہی محض ذاتی مفادات اور مصلحتوں کی خاطر پہلے سے گرفتار دہشت گردوں کو چھوڑنے سے ایک دفعہ پھر آگ اور خون کا کھیل شروع ہو گیا تھا اور کراچی میں دوبارہ حالات خراب ہو گئے اور کراچی کے باسی دوبارہ عدم تحفظ کا شکار ہو گئے تھے، حکومت کا ایم کیو ایم سے اتحاد ٹوٹتا اور جڑتا رہا اور آخر میاں نواز شریف نے ایم کیو ایم سے اتحاد ختم ہونے کے بعد سندھ میں پیپلزپارٹی یا ایم کیو ایم کی حکومت قائم ہونے کے خوف کے پیش نظر آئین کی دفعہ 245 سی استعمال کر کے ایمرجنسی کے نفاذ کے ذریعہ سندھ میں گورنر راج نافذ کر دیا اور ملکی تاریخ میں پہلی مرتبہ جمہوری حکومت نے حالات کو کنٹرول کرنے کے لئے کسی صوبہ میں فوجی عدالتوں کو قائم کیا۔ حالانکہ اس سے پہلے مارشل لاء کے دور میں بھی ایسی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اس کے بعد گورنر معین الدین حیدر کو فارغ کر کے غوث علی شاہ کو نواز شریف نے اپنا مشیر نامزد کیا اور اس شخص کو صوبے کا مختار کل بنا دیا۔ واپڈا کو فوج کے حوالے کرنا، حالانکہ فوج کی اس طرح ملکی معاملات اور سیاست میں براہ راست مداخلت تھی اس اقدام کا مقصد دراصل فوج کا مورال ڈاؤن کرنا تھا۔ سابقہ حکمرانوں نے تمام وقت مختلف سرکاری محکموں میں ملازمتوں پر پابندی عائد کئے رکھی لیکن اس کے باوجود قواعد و ضوابط کی پرواہ کئے بغیر "اندر کھاتے" تعیناتیاں ہوتی رہیں۔ نواز شریف نے لامحدود اختیارات حاصل کرنے کے لئے آئین میں آٹھویں ترمیم 58

(2) بی کا خاتمہ کیا جس کے تحت صدر کے پاس جو اسمبلیاں توڑنے اور چیف آف آرمی سٹاف کی تقرری کے اختیارات تھے وہ بھی وزیراعظم کے پاس آ گئے۔ جب کہ جمہوریت کے علم بردار اس وقت کے وزیراعظم نواز شریف کے دور میں ہی آئین میں چودھویں ترمیم کے ذریعے ارکان اسمبلی کو ہارس ٹریڈنگ اور فلورا کراسنگ سے روک کر گونگے بہرے کر دیا گیا اور اس اقدام پر نہ صرف اپوزیشن بلکہ متعدد حکومتی ارکان نے بھی شدید احتجاج کیا۔ نواز شریف حکومت کے دور میں ماورائے عدالت ہلاکتوں جعلی پولیس مقابلوں اور ٹارچر سیلوں میں معمولی جرائم میں ملوث ملزموں کی ہلاکتوں کی شرح میں بے حد اضافہ ہو گیا اور ملک پولیس سٹیٹ بن کر رہ گیا۔ گویا ایسے محسوس ہونے لگا جیسے حکمرانوں نے پولیس کو بندے مارنے کا خصوصی ٹاسک دے رکھا تھا اور ماورائے عدالت ہلاکتوں پر آل انڈیا ریڈیو نے 13 ستمبر 98ء کو ایک طویل دورانئے کی روزنامہ "جنگ" میں شائع ہونے والی پاکستان کے معروف صحافی رائے اسد خان کھرل کی رپورٹ نشر کی جس میں بتایا گیا کہ پاکستان پولیس سٹیٹ بن چکا ہے اور یہاں چادر اور چار دیواری کے تقدس کو پامال کرنا جعلی پولیس مقابلوں' ماورائے عدالت ہلاکتوں اور نجی ٹارچر سیلوں میں شہریوں کی ہلاکتوں اور حکمرانوں کی اشیر باد حاصل کرنے کے لئے ان کے سیاسی مخالفین اور ان کے کارندوں کو ہلاک کرنے کے واقعات میں خوف ناک حد تک اضافہ ہو چکا ہے۔ کشکول توڑنے اور خود انحصاری کا درس دینے والے نواز شریف نے غیر ملکی امداد حاصل کرنے کے لئے غیر ملکی دوروں پر اربوں روپے اڑا دیئے۔ صرف دسمبر 98ء کے پہلے ہفتے میں سابق وزیراعظم نواز شریف نے 100 رکنی وفد کے دورہ پر کروڑوں روپے خرچ کر دیئے۔ اور واشنگٹن میں تین روزہ قیام کے دوران پاکستان کے سفارت خانے کے ذریعے 50 لیموزین کاریں کرائے پر حاصل کیں تھیں۔ ایک گاڑی کا کرایہ 40 ڈالر فی گھنٹہ تھا۔ اور یہ گاڑیاں صبح آٹھ بجے سے رات

گیارہ بجے تک زیر استعمال رہتی تھیں۔ پاکستانی کرنسی کے مطابق 50 گاڑیوں کا ایک دن کا کرایہ 13 لاکھ 80 ہزار اور 3 دن کا کرایہ 41 لاکھ 40 ہزار روپے بنتا ہے۔ وفد کے ارکان فائیو سٹار ہوٹل میں قیام پذیر رہے اور دورہ امریکہ کی مناسب کوریج کے لئے لابی اسٹ فرم پر کروڑوں روپے خرچ آئے۔ اس وفد میں حکومتی خرچ پر نہ صرف غیر ضروری افراد بلکہ وزراء کی بیگمات کی بھی بڑی تعداد شامل تھی۔ اور سابق وزیراعظم کے اس دورہ کے بارے میں اپوزیشن لیڈر محترمہ بے نظیر بھٹو کا یہ بیان بالکل درست ثابت ہوا کہ یہ دورہ محض فوٹو سیشن ثابت ہو گا۔ کیوں کہ نواز شریف کے دورہ امریکہ سے قبل ہی امریکہ نے پاکستان پر ایٹمی دھماکوں کے بعد لگائی جانے والی پابندیوں کو اٹھانے کا اعلان کر دیا تھا اور نواز شریف کے دورہ کی تو مثال ایسی ہی ہے کہ "کھایا پیا کچھ نہیں گلاس توڑا دو روپے" کرپٹ افسران اور کرپٹ سیاست دانوں کے خلاف سخت کارروائی کے متعلق بیانات محض اخبارات کی زینت بنتے رہے لیکن کسی ایک بھی کرپٹ سیاست دان یا کرپٹ افسر کو دوسروں کے لئے نشان عبرت نہ بنایا گیا۔ خدمت کمیٹیوں کا قیام بھی فوری اور مفت انصاف کی فراہمی کی بجائے اپوزیشن اور افسران کو دبانے اور ہراساں کرنے کے سوا کچھ اور نہ تھا اور خدمت کمیٹیاں مسلم لیگی کارکنوں کو نوازنے کے لئے ایک سیاسی رشوت اور ہتھیار کے طور پر استعمال کی گئیں سابقہ حکمرانوں نے برسراقتدار آنے سے لے کر آخری وقت تک تمام ڈبل سواری پر پابندی عائد کئے رکھی لیکن اس کے باوجود دہشت گردی پر تو قابو نہ پایا جا سکا اور نہ ہی کسی موٹر سائیکل ڈبل سوار دہشت گرد کو پکڑا جا سکا ہاں البتہ شریف شہریوں کو پکڑ پکڑ کر تھانوں میں بند کیا جاتا رہا اور لوگوں سے اس قانون کی مدد سے خوفزدہ کر کے پولیس والوں کو پیسے بٹورنے کا ایک نیا راستہ دکھایا گیا اور اس طرح موٹر سائیکل رکھنے والا طبقہ شدید ذہنی کوفت میں مبتلا رہا اور ڈبل سواری پر پابندی کے باوجود

دہشت گردی کی ہر واردات ڈبل سوار موٹر سائیکل سوار ہی کر کے فرار ہونے میں کامیاب ہوتے رہے لیکن اس کا خمیازہ شریف شہریوں اور غریب عوام کو بھگتنا پڑا' سابقہ حکومت نے احتساب سیل قائم کیا لیکن اس کا مقصد صرف مخالفین کو دبانا تھا اور تمام تر سرکاری مشینری' وسائل اور تمام تر حربوں کے باوجود حکومت آصف زرداری' بے نظیر بھٹو یا دیگر اپوزیشن کے کسی فرد کے خلاف کوئی الزام بھی ثابت نہ کر سکی اور احتساب سیل اور اس میں زیر سماعت کیسوں کے اوپر کروڑوں روپے کا حکومتی خزانہ کو نقصان ہوا' اربوں روپے کی لاگت سے تعمیر ہونے والے لاہور اسلام آباد موٹر وے سے عام آدمی کو کیا فائدہ ہوا اس سے تو صرف اپر کلاس طبقہ کو ہی فائدہ ہوا اور اس رقم کو اگر دیگر ترقیاتی منصوبوں پر خرچ کیا جاتا تو ملک میں سکولوں' ہسپتالوں' ذرائع مواصلات جگہ جگہ بجلی' سوئی گیس کی فراہمی اور سڑکوں کے جال بچھ جاتے اور ملک کی ٹوٹی پھوٹی سڑکیں کارپٹ روڈز میں تبدیل ہو چکی ہوتیں۔ لاہور سے جتنی دیر میں آدمی موٹروے کے ذریعے اسلام آباد پہنچتا ہے اتنی دیر میں جی ٹی روڈ کے ذریعے بھی آدمی لاہور سے اسلام آباد پہنچ جاتا ہے اور جی۔ٹی روڈ سے نہ صرف موٹروے پر ادا کی جانے والی 200 کے قریب ٹال ٹیکس فیس بچ جاتی ہے بلکہ پٹرول بھی کم خرچ ہوتا ہے اور ٹائروں کا بھی کم نقصان ہوتا ہے اس کے علاوہ اگر گاڑی خراب ہو جائے تو جی۔ٹی روڈ پر جگہ جگہ ورکشاپس موجود ہیں جبکہ موٹروے پر یہ سہولت نہیں۔ بھارت کی طرف سے ایٹمی دھماکوں کے جواب میں 28 مئی 1998ء کو نواز حکومت نے ایٹمی دھماکے کر کے آسمان سر پر اٹھا لیا اور ان دھماکوں کا تمام تر کریڈٹ میاں محمد نواز شریف نے خوب حاصل کیا۔ حالانکہ ایٹمی پلانٹ نے ذوالفقار علی بھٹو (مرحوم) کے دور میں کام شروع کر دیا تھا اور اس وقت سے ہی پاکستان نے ایٹمی صلاحیت حاصل کر لی تھی اور پاکستان ایٹمی دھماکوں کی صلاحیت رکھتا تھا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ

ہندوستان نے ایٹمی دھماکے کیوں کئے؟ اس کی وجہ بھی نواز شریف حکومت کی کمزور اور ناقص خارجہ پالیسیاں ہی تھیں جس کی وجہ سے بھات کو ایٹمی دھماکے کرنے کی جرات ہوئی اور جوابی ایٹمی دھماکے کر کے نواز شریف نے خوب داد وصول کی نواز حکومت کی ناقص خارجہ پالیسیوں کی وجہ سے پاکستان کی ہمسایہ برادر اسلامی ملک ایران سے صورت حال کشیدہ رہی اور چین کے ساتھ بھی پہلے والے مثالی تعلقات نہ رہے۔ مقبوضہ کشمیر کے مسئلے کو بھی اسے اجاگر کرنے میں حکومت ناکام رہی جس طرح سے اس کو اجاگر کرنا چاہئے تھا اور حکمران کشمیریوں کے خون سے ہولی کھیلنے والے حکمرانوں سے مذاکرات کی باتیں لاہور سے دہلی تک بس سروس اور تجارت کے معاہدے کر کے کشمیری مجاہدین کے زخموں پر "چینی" چھڑکتے رہے' علاوہ ازیں بغیر سوچ سمجھے اور بغیر کسی قسم کا کوئی فنڈز مختص کئے کالا باغ ڈیم کی تعمیر کا کھوکھلا نعرہ لگا کر خواہ مخواہ چھوٹے صوبوں کو وفاق اور پنجاب کے خلاف کرنے میں سابقہ حکومت نے اہم کردار ادا کیا اور سابقہ حکومت کے اس اقدام کی وجہ سے کالا باغ ڈیم تو تعمیر نہ ہو سکا البتہ ملک میں ایک بحران کی سی کیفیت پیدا کر دی گئی جس کی وجہ سے دوسرے صوبوں کے لوگوں نے قومی پرچم جلانے اور پاکستان مردہ باد تک کے نعرے لگانے جیسے انتہائی گھٹیا اقدامات سے بھی گریز نہ کیا' نواز شریف نے عدلیہ کے ساتھ محاذ آرائی میں جس طرح چیف جسٹس سپریم کورٹ سید سجاد علی شاہ کو ناک آؤٹ کیا اور جس طرح عدلیہ پر شب خون مارا اس کی دنیا میں کہیں مثال نہیں ملتی اور ملکی تاریخ میں پہلی مرتبہ سپریم کورٹ پر نواز شریف کے حامیوں نے حملہ کیا جس پر مجبوراً چیف جسٹس کو چیف آف آرمی سٹاف کو اپنے تحفظ کے لئے خط لکھنا پڑا یہ سلسلہ یہاں پر ہی ختم نہیں ہو جاتا بلکہ نواز شریف نے اپنے بھائی اس وقت کے وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف جسٹس (ر) محمد رفیق تارڑ' اور دیگر قریبی لوگوں کے ذریعے ججوں میں اختلافات پیدا کر کے اپنے

مقاصد پورے کئے نواز شریف نے صدر فاروق لغاری اور چیف آف آرمی سٹاف جنرل جہانگیر کرامت کو بھی راستے کی دیوار سمجھتے ہوئے ہٹا دیا اور اپنی مرضی کے چیف آف آرمی سٹاف اور صدر منتخب کئے' ملک کے کثیر الاشاعت اخبار "جنگ" کے دفاتر پر چھاپے اس کا کاغذ کا کوٹہ کم کرنے انکم ٹیکس کے بھاری بھرکم اور بلا جواز نوٹس بھجوانے' اکاؤنٹس منجمد کرنے اور غیر جانب دار سینئر صحافیوں کو فارغ کرنے کے لئے جنگ گروپ کے مالک میر شکیل الرحمٰن پر دباؤ ڈالنا اور انتقامی کارروائیاں کروانا بھی جمہوریت اور آزادی صحافت کی دعوے دار اسی حکومت کا "سنہری" کارنامہ تھا۔ اس کے علاوہ اسلام آباد کا معروف انگریزی روزنامہ "دی مسلم" بھی اسی حکومت کی انتقامی کارروائیوں سے بند ہوا کراچی کے انگریزی جریدے "نیوز لائن" کے دفتر پر بھی سادہ کپڑوں میں ملبوس سرکاری اہل کاروں نے چھاپہ مار کر سٹاف کو ہراساں کیا اور ریکارڈ لے جانے کی کوشش کی کراچی میں "بی بی سی" کے نمائندہ کے گھر پر چھاپہ بھی اسی دور حکومت میں مارا گیا۔ غیر جماعتی بلدیاتی انتخابات کے اعلان کے باوجود کھلم کھلا مسلم لیگی ارکان اسمبلی نے بلدیاتی ممبران کو نامزد کیا اور ان کو کامیاب کروانے کے لئے سابقہ حکومت نے ہر حربہ استعمال کیا اور ان بلدیاتی انتخابات میں ملکی تاریخ میں سب سے زیادہ خون خرابہ ہوا جبکہ ان انتخابات کے بعد 90 روز کی بجائے 7 ماہ بعد بلدیاتی اداروں کے سربراہوں کا چناؤ عمل میں آیا جس میں سنگین بدعنوانیاں سامنے آئیں۔ یعنی حکومت پنجاب نے صوبہ بھر کے ڈپٹی کمشنروں کو ہدایت کی کہ وہ صرف ان کے تجویز کردہ کونسلروں کو ہی بلدیاتی اداروں کے سربراہوں کے الیکشن میں حصہ لینے کے لئے فارم دیں جبکہ باقی کسی کونسلر کو فارم ہی نہ دیئے جائیں اور ان سے بھی باقاعدہ اپنے کاغذات واپس لینے کا تحریری حلف نامہ لکھوائیں۔ تاکہ صرف حکومتی ارکان ہی بلدیاتی اداروں کے سربراہ بن سکیں۔ شرح خواندگی کو کم کرنے کی دعوے دار حکومت

نے فیسوں میں کئی گنا اضافہ کر کے غریب اور متوسط طبقے کے لوگوں کو بچوں کو سکولوں اور کالجوں سے بھاری فیس ادا نہ کر سکنے کی وجہ سے سکولوں اور کالجوں سے بچوں کو چھڑوانے پر مجبور کر دیا۔ نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کی شان میں نواز شریف کی موجودگی میں گستاخی کرنے والے (نعوذباللہ) سینیٹر کو سزا نہ دینا بھی اسی حکومت کا کارنامہ تھا اور اس وقت کے وزیراعظم موصوف نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے سینیٹر کا واقعہ بڑے فخر سے سناتے' جب ملک اقتصادی طور پر دیوالیہ ہونے کے قریب تر ہوا ایسے وقت میں زمینداروں کو ایک لاکھ روپیہ فی ٹریکٹر سبسڈی دے کر حکومتی خزانے پر مزید نصف ارب روپے کا بوجھ ڈال دیا گیا کیا زمینداروں کو یہ ریلیف عوامی مفاد کی خاطر نہیں بلکہ اپنے کمیشن کی خاطر دیا گیا کیوں کہ ملت ٹریکٹر کے چیئرمین مصطفیٰ سکندر جو کہ پہلے لیبر لیڈر تھا کے ساتھ حکمرانوں کی 25 کروڑ کی ڈیل ہوئی اور اسے تکنیکی اداروں کا چیئرمین بھی بنا دیا گیا۔ کیا یہ ملک کی معاشی صورت حال درست کرنے کے اقدامات تھے۔ شریعت کے نفاذ کا محض اعلان کر کے اپوزیشن والوں کو خواہ مخواہ باتیں کرنے کا موقع دیا گیا کیا تمام تر اختیارات کی موجودگی میں ایک اسلامی جمہوریہ ریاست میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے پارلیمنٹ سے بل منظور کرانے کی کوئی ضرورت تھی؟ لاہور کو پاکستان سمجھ کر اور رائے ونڈ کو پنجاب سمجھ کر پورے ملک کے فنڈز ادھر خرچ ہوتے رہے جبکہ باقی ماسوائے نواز شریف کے قریبی وزراء کے حلقوں کے ملک کے کسی حصہ میں ترقیاتی کام بھی نہ ہو سکا۔ نواز شریف نے ایسے اعلانات بھی کیے جو انتہائی قابل ستائش ہیں مثال کے طور پر شادی ایکٹ کے ذریعے شادی کھانوں اور لائٹنگ پر پابندی' دفاتر میں چائے پینے پر پابندی' سرکاری دفاتر سے ایئر کنڈیشنر اتارنے کا حکم' افسران کی ایکڑوں پر محیط شاہانہ طرز کی رہائش گاہوں کی نیلامی' ناجائز تجاوزات کے خلاف خصوصی مہم' ریونیو

میں اضافہ کے لئے اقدامات، بجلی چوروں کے خلاف خصوصی مہم، بے زمین ہاریوں میں زمین کی تقسیم، کسانوں کو ون ونڈو سسٹم کے ذریعے آسان شرائط پر قرضوں کی فراہمی، بے روزگار نوجوانوں کے لئے قرضہ سکیم، زمینداروں کو ٹریکٹر میں ایک لاکھ روپیہ فی کس سبسڈی، وزیروں، مشیروں کی گاڑیوں پر جھنڈے نہ لگانے، پروٹوکول میں کمی، سکواڈ کا خاتمہ، انسداد دہشت گردی کی خصوصی عدالتوں کا قیام، ملازمتوں میں ارکان اسمبلی کا کوٹہ ختم لگژری گاڑیوں، بڑے بڑے بنگلوں اور کوٹھیوں پر بھاری ٹیکس، سمگلنگ اور چوری کی گاڑیوں کے خلاف خصوصی مہم، جعلی ادویات بنانے والے اور فروخت کرنے والوں کے خلاف چلائی گئی خصوصی مہم، گھوسٹ سکولوں بوگس تقرریوں، امتحانی سینٹروں میں نقل کرنے والوں اور بوٹی مافیا کے خلاف خصوصی مہم، جعلی اور ناقص زرعی ادویات بنانے اور فروخت کرنے والوں کے خلاف کارروائی کے احکامات، امن و امان کے لئے پولیس اور انتظامیہ کے تعاون سے محافظ کمیٹیوں اور ایلیٹ فورس کا قیام، کھلی کچہریوں، عوامی رابطہ مہم اور ٹیلی فونوں کے ذریعے عوام کے مسائل حل کرنے کی کوششیں، نفاذ شریعت کا اعلان اور پارلیمنٹ سے شریعت بل پاس کرانا، لیکن انتہائی افسوس کی بات ہے کہ یہ اقدامات ایسے ہیں جو محض اعلانا ثابت ہوئے اور ان پر عمل در آمد کی شرح آٹے میں نمک کے برابر رہی کیا سرکاری دفاتر میں چائے اور سگریٹ نہیں پئے جاتے تھے؟ کیا سرکاری دفاتر سے افسران نے ایئر کنڈیشنر اتارے تھے؟ اور نہ اتارنے والے کسی ایک افسر کو بھی کیا کوئی سزا ملی؟ کیا شادی کھانوں اور لائٹنگ پر پابندی کے باوجود شادیوں کی دعوتوں میں وزیروں، مشیروں، ارکان اسمبلی اور خدمت کمیٹیوں کے ارکان کی موجودگی میں لائٹنگ اور پر تکلف کھانے نہیں دیئے جا رہے تھے؟ کیا کسی بھی افسر کے ایکڑوں ر محیط کروڑوں روپے مالیت کے سرکاری بنگلے کی نیلامی ہوئی؟ ون ونڈو سسٹم کے ذریعے

کتنے مستحق کسانوں کو قرضے مل سکے؟ کتنے بے روزگاروں کو وزیراعظم کی خودروزگار سکیم کے تحت قرضہ مل سکا؟ ملازمتوں پر پابندی کے باوجود کیا "اندر کھاتے" ملازمتیں نہیں دی گئیں تھیں؟ اور کتنی جعلی اور غیر معیاری زرعی ادویات بنانے والی فیکٹریاں یا دکانیں سیل کی گئیں' کتنے ذخیرہ اندوزوں کے خلاف کارروائی کی گئی؟ ڈبل سواری پر پابندی کے باوجود کتنے موٹر سائیکل ڈبل سوار دہشت گرد پکڑے گئے؟ کتنے کرپٹ اور بدعنوان افسران کے خلاف کارروائی ہوئی؟ احتساب سیل کتنے کرپٹ سیاست دانوں کے خلاف کارروائی عمل میں لا سکا؟ کتنے بڑے ڈیفالٹروں کو پکڑا گیا؟ کیا تمام تر اختیارات کے باوجود سابقہ حکومت شریعت کے نفاذ کو ممکن نہیں بنا سکتی تھی؟ بیمار صنعتی یونٹوں کی بحالی' مہنگائی' بے روزگاری' امن و امان اور ملک کی خارجہ و اقتصادی صورت حال کو بہتر بنانے میں سابقہ حکومت کس قدر کامیاب ہوئی۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ حکومت نے کوئی بدانتظامی یا بدعنوانی نہیں کی تھی تو ان تلخ حقائق کا تسلی بخش جواب مل سکتا ہے کہ

- ملکی معیشت کو زوال کیسے آیا؟
- پاکستان دیوالیہ ہونے کے قریب کیوں پہنچ گیا؟
- واپڈا' سٹیل ملز' ریلوے' پی آئی اے ٹیلیفون اور دیگر آمدنی والے محکموں کا خسارہ کیوں بڑھتا چلا گیا؟
- اخبارات کے سرکاری اشتہارات کاغذ کا کوٹہ نیوز پرنٹ اور اکاؤنٹس کس حکومت نے منجمد کیے؟
- پاکستانی زراعت کیوں ختم ہو گئی اور زرعی اجناس برآمد کرنے کی بجائے درآمد کیوں کرنا پڑیں؟
- پاکستان کے گلی کوچوں میں ہونے والے ترقیاتی کام کیوں رک گئے؟

- پورے ملک کے فنڈز کہاں خرچ ہوتے رہے؟
- پاکستان عوام خوف ناک مہنگائی کا شکار کیوں ہو گئے؟
- اسلامی جہادی تنظیم "حرکت انصار" پر امریکہ کے کہنے پر کس حکومت نے پابندی لگائی؟
- پاکستان کی برآمدات کیوں کم ہو گئیں؟
- پاکستان ہر وہ چیز کیوں درآمد جو کچھ عرصہ پہلے درآمد کرنے لگا جو کچھ عرصہ پہلے برآمد کر رہا تھا؟
- ترقیاتی اداروں کے پلاٹ کون کھا گیا؟
- جاگیروں کی سرحدیں کیوں پھیلتی گئیں؟
- ڈیوٹی فری کاریں کس نے منگوائیں؟
- ایک چھوٹا سا طبقہ امیر سے امیر تر کیسے ہوتا گیا؟



نواز شریف امریکی صدر بل کلنٹن کو یقین دہانیاں کراتے ہوئے

نواز شریف کو کس چیز کی سزا ملی؟

سیاست اگر منافقت کا نام ہے تو میاں نواز شریف ایک کامیاب سیاست دان تھے۔ سیدھی راہوں کے اس ٹیڑھے مسافر نے پاکستان میں پیسے کی سیاست کو متعارف کروایا اور کامیاب رہا۔ زراندوزی ان کی سیاست کا کلیدی منشور رہا۔ وہ خود کو قائداعظم ثانی کہلواتے اور خوش ہوتے۔ خوشامدی کالم نگاروں اور ماشئے کارکنان نے ان کی تاریخ پیدائش 16 دسمبر کی بجائے 25 دسمبر مقرر کی تاکہ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ کے یوم پیدائش کے ساتھ ہی نواز شریف کی سالگرہ منائی جائے اور ملک بھر میں تقریبات منعقد ہوں۔ یہ تاریخ کا المیہ نہیں تو اور کیا ہے کہ نواز شریف کا نام قائداعظمؒ ایسی عظیم شخصیت کے ساتھ لیا جانے لگا۔ ظالموں نے یہ بھی نہ سوچا کہ کہاں قائداعظمؒ اور کہاں نواز شریف۔ علامہ ابوٹیپو خالد الازھری اپنے کالم میں لکھتے ہیں:-

نواز شریف اسلامی جمہوری اتحاد کے نام سے بننے والے اتحا کے صدر بھی رہے جس کا منشور تھا کہ برسراقتدار آنے کے بعد ملک میں مکمل اسلامی نظام نافذ کیا جائے گا۔ دینی سیاسی جماعتوں کے کندھوں پر بیٹھ کر وہ برسراقتدار آئے تو مغربی محبوب کی طرح اپنے تمام وعدے بھول گئے۔

آئی ایس آئی کے سابق سربراہ جنرل (ر) حمید گل نے اسلام آباد میں ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے یہ انکشاف کیا کہ "معزول وزیراعظم نواز شریف کو امریکی صدر کے کہنے پر جلاوطن کیا گیا ہے۔" یہ ایک حقیقت ہے کیوں کہ میاں نواز شریف کے برخوردار حسن نواز لندن میں بیٹھ کر یہ دعوے کرتے رہے تھے کہ امریکیوں نے مجھے کہہ دیا ہے کہ بیٹا فکر مت کرو۔ تمہارے باپو کا بال بھی بیکا نہ ہو گا۔

نواز شریف کارگل سے فوجوں کی واپسی کے بعد سی ٹی بی ٹی پر دستخط' مذہبی جماعتوں کے خلاف کریک ڈاؤن' جہادی تنظیموں کا صفایا اور اسامہ بن لادن کی گرفتاری میں مدد دینے کا عہد کر چکے تھے جس کے صلے میں امریکہ نے انہیں اپنی Good Books میں شامل کر لیا تھا لیکن وہ اپنے اس عہد و پیمان اور ملک دشمن اقدامات کی وجہ سے پاکستانی عوام کی نظر میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ناپسندیدہ بن گئے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی معزولی پر پورے ملک میں بجز ان کے خاندان کے کسی ایک شخص نے بھی آنسو نہیں بہایا۔

میاں نواز شریف اینڈ کمپنی نے اسلام اور پاکستان کو درپردہ جتنا نقصان پہنچایا' اس کی تلافی شاید مستقبل بعید میں بھی نہ ہو سکے۔ ذیل میں معروف کالم نگار حافظ شفیق الرحمٰن کی کتاب "نواز شریف جیتی بازی ہار گیا" میں شائع شدہ ایسے ہی چند ایک حقائق مختصراً پیش کئے جا رہے ہیں ان کا مطالعہ یہ بتائے گا کہ میاں نواز شریف کو اسلام اور پاکستان سے کتنی محبت تھی۔

- معتبر ذرائع کے مطابق میاں نواز شریف اپنے دور حکومت میں پارلیمنٹ کی طرف سے متفقہ طور پر منظور کی جانے اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی 1974ء کی ترمیم کو ختم کرنے والے تھے اور اگر خدانخواستہ اقتدار کے نشے میں بدمست حکمران ایسا کر دیتے تو ملک ایک بدترین بحران میں مبتلا ہو جاتا۔

اپریل 1999ء کی بات ہے کہ معزول وزیراعظم میاں نواز شریف نے کابینہ کا ہنگامی اجلاس بلایا جس میں انہوں نے اپنے قابل اعتماد اراکین اسمبلی کو بھی شمولیت کی دعوت دی۔ اجلاس میں انہوں نے ملک کی تباہ کن اقتصادی صورت حال کا تفصیلی تجزیہ پیش کیا اور کابینہ کے ارکان سے کہا کہ "میں آئین میں ایک "معمولی" ترمیم کرنے والا ہوں جس کے نتیجہ میں مغربی ممالک بالخصوص آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک سے حاصل کردہ پاکستان کے تمام قرضے معاف ہو جائیں گے۔ آپ لوگ اس ترمیم کے سلسلے میں میرا بھرپور ساتھ دیں۔ اس ترمیم کی وقتی طور پر مخالفت ہو گی جس کی ہمیں پرواہ نہیں کرنا چاہئے اور اگر کوئی تحریک بھی چلائے گا تو ہم اسے سختی سے کچل کر رکھ دیں گے۔" کابینہ کے ارکان خوشی سے پھولے نہیں سمائے۔ انہوں نے حیرت اور خوشی کے ملے جلے جذبات سے سرشار ہو کر پوچھا کہ "آئین کی کون سی ایسی دفعہ ہے جس کے حذف کر دینے سے ہمارے تمام بیرونی قرضے معاف ہو جائیں گے اور پاکستان خوش حالی و ترقی کی نئی شاہراہ پر گامزن ہو جائے گا۔" میاں نواز شریف نے کہا کہ "آئین میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے والی دفعہ" اس پر اجلاس میں سناٹا چھا گیا۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد راجہ ظفرالحق ہمت کر کے کھڑے ہوئے اور میاں نواز شریف کو مخاطب کر کے کہا "میاں صاحب! یاد رکھئے ہم نے ہمیشہ آپ کا جائز و ناجائز ساتھ دیا اور آپ کے ہر حکم کی تعمیل کی۔ مگر ختم نبوت کا مسئلہ ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ قادیانی ختم نبوت کے منکر ہیں' وہ حضور نبی کریم ﷺ کے مقابلہ آنجہانی میں مرزا قادیانی کو پیش کرتے ہیں۔ (نعوذ باللہ) قادیانی مذہب سامراج کا خود کاشتہ پودا ہے جس کا مقصد اسلام کو نقصان پہنچانا ہے۔ خود علامہ اقبالؒ نے کہا تھا کہ قادیانی اسلام اور وطن دونوں کے غدار ہیں۔ قادیانیوں نے

حضرت قائداعظمؒ کا جنازہ بھی محض اس لئے نہیں پڑھا تھا کہ وہ مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے تھے۔ مسلمانوں نے بے پناہ قربانیوں کے نتیجے میں انہیں کیفرکردار تک پہنچایا۔ 7 ستمبر 1974ء کو ملک کی منتخب پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو ان کے کفریہ عقائد کی بناء پر آئین میں ایک ترمیم کے ذریعے غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ اب اگر آپ یہ ترمیم واپس لے کر قادیانیوں کو مسلمانوں کا درجہ دینا چاہتے ہیں تو یاد رکھیں کہ امت مسلمہ آپ کو اور ہمیں معاف نہیں کرے گی۔ مسلمان ہر چیز برداشت کر سکتا ہے' مگر حضور نبی کریم ﷺ کی عزت و ناموس پر حملہ آوروں کو کسی صورت میں معاف نہیں کر سکتا۔" اس موقع پر راجہ ظفرالحق جذباتی ہو گئے اور میاں نواز شریف کو مخاطب کر کے کہا "میاں صاحب! آپ شوق سے یہ ترمیم کریں لیکن سب سے پہلے میرا استعفیٰ قبول کریں۔ میں آپ کے ساتھ مزید کام کرنے کے لئے تیار نہیں۔ راجہ ظفرالحق کی جرات رندانہ کام آگئی' ان کے دیکھا دیکھی باقی ارکان کو بھی ہمت ہوئی ایک دو کو چھوڑ کر اکثریت نے نواز شریف کے اس فیصلے کی مخالفت کی اور کہا کہ اس ترمیم کے بعد ہم مسلمانوں کا سامنا نہیں کر سکتے۔ جب میاں نواز شریف نے دیکھا کہ پوری کابینہ اس مسئلہ پر متفق ہے اور اپنی ناراضگی کا اظہار کر رہی ہے تو انہوں نے کھسیانے ہو کر اپنی شرمندگی چھپاتے ہوئے کہا "نہیں نہیں' میرا مقصد اس ترمیم کو ختم کرنا نہیں تھا بلکہ میں نے تو آپ کے سامنے ایک تجویز رکھی تھی۔ اگر آپ حضرات کو یہ تجویز منظور نہیں تو میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔" اس کے ساتھ ہی اجلاس برخاست ہو گیا مگر اراکین میں نواز شریف کی اسلام سے بے زاری کے بارے میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں اس بات کا علم نواز شریف کو بھی ہو گیا۔ انہوں نے اپنی خفت مٹانے کے لئے اگلے دن رائے ونڈ کے تبلیغی مرکز

سے مشہور عالم خطیب و مبلغ حضرت مولانا طارق جمیل کو ذاتی درخواست پر بلایا اور ان سے درخواست کی کہ وہ پارلیمانی پارٹی کے ارکان اور وزیراعظم ہاؤس کے تمام سرکاری افسران کو "اطاعت امیر" کے عنوان سے خطاب کریں۔ حضرت مولانا طارق جمیل نے اس موضوع پر بھرپور خطاب کیا۔ دوران خطاب جناب نواز شریف بے حد خوش نظر آرہے تھے کہ اب اراکین اپنے "امیر" کی اطاعت ضرور کریں گے۔

○ معزول وزیراعظم میاں نواز شریف نے پاکستان پیپلزپارٹی کے مرکزی راہنما چوہدری اعتزاز احسن کو سپریم کورٹ میں نئے آرڈیننس کے خلاف پٹیشن میں اور ہیلی کاپٹر کیس میں پیروی کے لئے اپنی طرف سے وکیل مقرر کیا۔ یہ وہی اعتزاز احسن ہیں جنھوں نے 12 مئی 1990ء کو پارلیمنٹ میں شریعت بل پر تقریر کرتے ہوئے اسلام اور شریعت کے بارے میں ایسے توہین آمیز الفاظ استعمال کئے جن سے حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کا تاثر ملتا ہے۔ نامور صحافی چوہدری غلام حسین نے اپنے پرچہ "سیاسی لوگ" میں چوہدری اعتزاز احسن پر الزام لگایا تھا کہ ان کا خاندان قادیانی ہے۔ ان کی بیگم بشریٰ اعتزاز قرآن و سنت کے قوانین کے نفاذ کے خلاف جلوسوں میں پیش پیش رہتی ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ خود میاں نواز شریف نے 1989ء میں جب چوہدری اعتزاز احسن وزیرداخلہ تھے، الزام عائد کیا تھا کہ انہوں نے مشرقی پنجاب کے علیحدگی پسند سکھوں کی فہرستیں بھارتی حکومت کے حوالے کردی ہیں اور مسلم لیگ نے آج تک اس الزام کو واپس نہیں لیا۔

○ 1987ء میں جب رفیق تارڑ لاہور ہائی کورٹ میں جسٹس کے عہدہ پر فائز تھے، 28 جون کو ان کے پاس شعائر اسلامی کی توہین کے سلسلہ میں ایک کیس ملک

"جہانگیر جوئیہ بنام سرکار" سماعت کے لئے منظور ہوا۔ اس کیس میں قادیانی وکیل شیخ مجیب الرحمٰن (جو قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر احمد کا دست راست ہے) نے بھری عدالت میں اقرار کیا کہ:

"مدعی نبوت مرزا قادیانی (نعوذباللہ) "محمد رسول اللہ" کا درجہ رکھتا ہے اور ہر قادیانی کا یہی عقیدہ ہے۔"

اس سلسلہ میں اس نے مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر احمد ایم - اے کی کتاب "کلمتہ الفصل" کا مندرجہ ذیل اقتباس پڑھا:

"پس مسیح موعود (مرزا قادیانی) خود محمد رسول اللہ ہے جو اشاعت اسلام کے لئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔ اس لئے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو پھر ضرورت پیش آتی۔"

("کلمتہ الفصل" ص 158)

مجھے یاد ہے کہ مجیب الرحمٰن ایڈووکیٹ کی اس بات پر تارڑ صاحب بہت پریشان ہوئے اور مجیب الرحمٰن کے اپنے عقیدہ پر اصرار کرنے اور آنجہانی مرزا قادیانی کو بار بار "محمد رسول اللہ" کہنے پر خوب سوال و جواب اور تکرار ہوئی، جس کا تفصیلی ذکر انہوں نے اپنے فیصلہ میں بھی کیا۔ (دیکھئے پی ایل ڈی 458 لاہور 1987ء) اس کیس میں حکومت کی طرف سے جناب خلیل الرحمٰن رمدے بطور ایڈووکیٹ جنرل پنجاب پیش ہوئے، جو آج کل لاہور ہائی کورٹ میں جسٹس کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ انہوں نے بھی مجیب الرحمٰن قادیانی ایڈووکیٹ کے دل آزار عقیدہ اور توہین عدالت پر مبنی رویہ کی نہ صرف مذمت کی بلکہ ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے بار بار عدالت کی توجہ اس طرف مبذول کروائی۔

تماشا یہ ہے کہ یہی مجیب الرحمٰن قادیانی ایڈووکیٹ نواز شریف دور میں صدر تارڑ کی منظوری سے بھاری بھرکم تنخواہ و مراعات کے عوض احتساب سیل میں حکومت کی طرف سے نامزد وکیل تھا۔

پھر معزول وزیراعظم میاں نواز شریف نے اپنے والد میاں شریف کے مشورہ سے ہیلی کاپٹر کیس میں پیروی کے لئے راولپنڈی سے اس قادیانی وکیل مجیب الرحمٰن ایڈووکیٹ کو اپنا وکالت نامہ دستخط کر کے بھجوایا اور وہ اس کیس میں میاں نواز شریف کی طرف سے اٹک قلعہ میں پیش ہوئے۔

کراچی کے کثیرالاشاعت ہفت روزہ وجود کی رپورٹ کے مطابق:

"میاں نواز شریف نے سپریم کورٹ میں اعتزاز احسن اور احتساب عدالت میں مجیب الرحمان کو اپنا وکیل بنایا ہے۔ اس کے علاوہ قادیانیوں سے نواز شریف نے مختلف ذرائع سے مزید رابطے بھی کئے ہیں اور اپنی جان بچانے کی درخواست کی ہے جس کے ثبوت جلد ہی منظر عام پر آ جائیں گے۔"

(ہفت روزہ وجود کراچی 20 جون 2000ء)

○ طیارہ سازش کیس میں میاں نواز شریف کی طرف سے پیش ہونے والے تیسرے وکیل خواجہ سلطان احمد ہیں۔ وہ مکمل بے دین اور اسلام دشمن نظریات کے حامل ہیں۔ توہین رسالت ﷺ کیس میں انہوں نے 23 فروری 1995ء کو لاہور ہائی کورٹ میں توہین رسالت ﷺ کے ملزمان کی وکالت اور قادیانیوں کا دفاع کرتے ہوئے عجیب استدلال اختیار کیا کہ (بایں الفاظ) "ایک دوسرے کو کافر قرار دینے کی روایت سی پڑ گئی ہے بعض لوگوں کو دوسرے فرقے کے لوگ کافر قرار دے دیتے ہیں اور تو اور بعض افراد کو اس لئے بھی کافر قرار دے دیا جاتا

ہے کہ وہ حضرت محمد ﷺ کے آخری نبی ہونے پر یقین نہیں رکھتے۔"

○ طیارہ سازش کیس میں میاں نواز شریف کے چوتھے وکیل اعجاز حسین بٹالوی تھے جو اپنے سیکولر اور بے دین ہونے کے حوالے سے وکلاء میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔

29 مئی 1974ء کو سانحہ ربوہ پیش آیا۔ قادیانی جماعت نے اپنے موجودہ گرو مرزا طاہر کی قیادت میں نشتر میڈیکل کالج کے مسلمان طلباء پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھائے۔ اس پر پورا ملک سراپا احتجاج بن گیا۔ پنجاب حکومت نے اس واقعہ کی عدالتی تحقیقات کا حکم دیا۔ اعجاز حسین بٹالوی پوری ملت اسلامیہ کی مخالفت کے باوجود قادیانیوں کی طرف سے پیش ہوئے اور انہوں نے قادیانی جماعت کے عقائد و عزائم کا نہ صرف بھرپور تحفظ کیا بلکہ مسلمانوں کی بھی دل آزادی کی۔ اس موقع پر آغا شورش کاشمیریؒ نے اپنے پرچہ ہفت روزہ "چٹان" میں مندرجہ ذیل اشعار کے ذریعے احتجاج کیا۔

اپنے دادا کی نبوت کو تماشا کر دیا
ناصر احمد نے میرے صوبہ کو رسوا کر دیا
قادیانی کیا ہیں' اسرائیل کے لخت جگر
ان کے بل ہم نے نکالے اور نہتا کر دیا
امت کافر کے ایڈووکیٹ اعجاز حسین
صورت حالات نے طرفہ تماشا کر دیا

○ صدر رفیق تارڑ نے بے نظیر بھٹو کے دور حکومت میں روزنامہ "نوائے وقت" 22 دسمبر 1996ء کی اشاعت میں اپنے ایک مضمون "اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین اور غیر مسلم جج صاحبان" میں لکھا کہ:

قادیانیوں کے گرو گھنٹال ڈاکٹر عبد السلام نے مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دینے والی آئینی ترمیم منظور ہونے پر اپنے بیان میں کہا تھا کہ ”میں اس لعنتی ملک (مملکت خداداد پاکستان) کی زمین پر اپنا قدم نہیں رکھنا چاہتا اور المیہ یہ ہے کہ حکومت نے گورنمنٹ کالج لاہور کی لائبریری کو اس شخص سے منسوب کر دیا ہے۔“

پھر اس کے بعد وہ قادیانیوں کے اسلام کے خلاف روح فرسا اور دل شکن عقائد و نظریات تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ لطیفہ یہ ہے کہ جناب نواز شریف اور تارڑ صاحب کی باہمی رضا مندی سے محکمہ ڈاک نے غدار پاکستان ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کا یادگاری ڈاک ٹکٹ جاری کیا۔

○ شان رسالت میں گستاخان رسول ﷺ کے مسلسل حملوں کے بعد پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار 1986ء میں قومی اسمبلی نے قانون توہین رسالت ﷺ منظور کیا۔ البتہ جنت مکانی آپا نثار فاطمہ کی طرف سے پیش کئے گئے اس بل میں یہ ترمیم کر دی گئی کہ شاتم رسول کی سزا' سزائے موت یا عمر قید ہو گی۔ اس طرح تعزیرات پاکستان میں 295C کا اضافہ کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی معروف قانون دان جناب محمد اسماعیل قریشی نے وفاقی شرعی عدالت میں یہ پٹیشن دائر کی کہ توہین رسالت ﷺ کی سزا بطور حد صرف اور صرف سزائے موت مقرر ہے۔ اور حد کی سزا میں حکومت ہی نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کو بھی سوئی کی نوک کے برابر کمی یا اضافہ کرنے کا اختیار نہیں اور یہ ناقابل معافی جرم ہے۔ اس مقدمہ کی سماعت یکم اپریل 1987ء کو شروع ہوئی۔ وفاقی شرعی عدالت نے متفقہ طور پر اس پٹیشن کو منظور کرتے ہوئے توہین رسالت کی متبادل سزا عمر قید کو غیر اسلامی اور قرآن و سنت کے خلاف قرار دیا۔ اس یادگار اور تاریخی فیصلہ کے خلاف

نواز شریف حکومت نے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی لیکن بعد میں مسلمانوں کے غیظ و غضب کو دیکھتے ہوئے اس اپیل کو واپس لے لیا گیا۔

- 9 اپریل 1998ء کو وزیراعظم نواز شریف نے یوم اقبال کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمد کی اس تجویز پر کہ شریعت بل اتفاق رائے سے منظور کر لیا جائے کہا کہ "سینٹ میں کچھ ایسے لوگ بیٹھے ہیں جو سرے سے شریعت کے حق میں نہیں۔ ایک رکن نے مجھ سے کہا۔ میں اس کا فقرہ من و عن آپ کے سامنے دہراتا ہوں کہ "آپ شریعت نافذ کرنا چاہتے ہیں لیکن محمد ﷺ سب سے بڑے ڈکٹیٹر تھے۔" (توبہ نعوذ باللہ)

اس موقع پر لوگوں نے شور مچایا اور ممبر کا نام پوچھا۔ نواز شریف نے کہا کہ مجید نظامی بھی اس کا نام جانتے ہیں۔ اس موقع پر حاضرین نے اصرار کیا کہ نام بتایا جائے اور اس ممبر کو پھانسی دی جائے۔ نواز شریف نے کہا کہ میرے مینڈیٹ کا تقاضا ہے کہ میں ضروری آئینی تبدیلیاں لاؤں کیوں کہ مجھے اللہ نے مینڈیٹ دیا ہے۔ انہوں نے کہا اس رکن اسمبلی نے کہا "اللہ کون ہوتا ہے مینڈیٹ دینے والا۔ یہ مینڈیٹ تو حالات و واقعات نے دیا ہے" وزیراعظم نے ڈاکٹر اسرار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ یہ لوگ اتفاق رائے پیدا کریں گے؟ کیا ان لوگوں کے خیالات قابل معافی ہیں؟ خبررساں ایجنسی این این آئی کے مطابق میاں نواز شریف نے کہا کہ اس بزرگ لیڈر نے مجھے کہا کہ آپ کو خدا نے نہیں، میں نے مینڈیٹ دیا ہے۔ ہال میں موجود خواتین و حضرات نے وزیراعظم سے مطالبہ کیا کہ شاتم رسول رکن قومی اسمبلی کا نام بتائیں تاکہ اس کو سنگسار کیا جائے لیکن وزیراعظم نے نام بتانے سے گریز کیا۔ خبررساں ایجنسی جی این این کے مطابق وزیراعظم نے کہا جب قومی اسمبلی کے ایک بزرگ سیاست دان سے

شریعت بل کی حمایت حاصل کرنے کے لئے کہا تو انہوں نے کہا "کس شریعت کی بات کرتے ہیں محمد ﷺ تو خود سب سے بڑے ڈکٹیٹر تھے۔"

اس واقعہ کے برعکس ستمبر 1995ء میں انڈونیشیا کی عدالت نے وہاں کے مشہور دانشور "صوفی پرمادی سٹیو یودیوہو" کو سخت ترین سزا سنائی جس نے یونیورسٹی کے ایک سیمینار میں حضور نبی کریم ﷺ کو (نعوذ باللہ) "ڈکٹیٹر" قرار دیا تھا۔

ستم ظریفی یہ ہے کہ 8 جنوری 2000ء کو تحفظ پاکستان کارواں کے لئے تیار کردہ پوسٹر پر میاں نواز شریف کی تصویر کے ساتھ یہ شعر لکھا تھا۔

ہم بھی بے بس نہیں بے سہارا نہیں
مجھ کو جھکنے نہیں دیتا سہارا تیرا یا رسول اللہ

مزید یہ کہ 14 جولائی 1999ء کو چترال پولیس نے پیپلز پارٹی کے تین افراد برہان شاہ ایڈووکیٹ، محمد وزیر خاں اور عبدالرحیم کو چیوپل کے قریب نصب نواز شریف کے فوٹو والے بورڈ پر کالا رنگ پھیر کر وزیر اعظم کی توہین کرنے پر مقدمہ درج کیا۔

○ معروف نام نہاد سماجی کارکن اور اورنگی پائیلٹ پراجیکٹ کراچی کے سابق ڈائریکٹر اختر حمید خاں کی دریدہ دہنی کس سے پوشیدہ ہوگی۔ 1989ء میں اس نے بچوں کے لئے ایک خوبصورت رنگین کتاب "شیر اور احمق" شائع کی جسے آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے کراچی میں ہی چھاپا۔ اس منظوم کتاب کو کسی مسلمان کے لئے پڑھنا اور برداشت کرنا ممکن نہیں ہے۔ حیرت اس بات پر ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں مسلمانوں کا سا نام رکھنے والا ایک شخص کھلم کھلا حضور نبی کریم ﷺ اور آپ کے جلیل القدر خلیفہ حضرت علیؓ کی توہین و تحقیر

کرتا ہے۔ مسلمانوں کی غیرت کا مذاق اڑاتا ہے' عام مسلمانوں کے علم میں اس گستاخی کو لانے کے لئے اللہ سے پناہ مانگتے ہوئے میں یہاں کتاب کے تین اشعار نقل کرنا چاہتا تھا مگر میری ہمت جواب دے گئی ہے کیوں کہ ان اشعار میں گستاخی اور دریدہ دہنی کی انتہا کی گئی ہے۔ ڈاکٹر اختر حمید خان کے خلاف' آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخانہ کلمات اور مضامین کی اشاعت پر ضلع ملتان میں مقامی وکیل کی رپورٹ پر پولیس نے پرچہ درج کر کے مقدمہ عدالت میں پیش کر دیا تھا جس میں فاضل عدالت نے احکامات کے باوجود پیش نہ ہونے پر اختر حمید خان کو اشتہاری ملزم قرار دے کر اس کے ناقابل ضمانت وارنٹ گرفتاری جاری کر دیئے تھے۔ سندھ ہائی کورٹ نے اختر حمید خان کی عارضی درخواست ضمانت قبل از گرفتاری کی بھی توثیق نہ کرتے ہوئے اسے متعلقہ عدالت سے رجوع کرنے کی ہدایت کی تھی مگر وہ پیش نہ ہوئے جس پر تھانہ گلبہار کے ایک اے ایس آئی بروہی نے ضابطہ فوج داری اور تعزیرات پاکستان میں دیئے گئے اختیارات استعمال کرتے ہوئے اس کی رہائش گاہ واقع حسن سینٹر گلشن اقبال سے گرفتار کر لیا 13 جنوری 1992ء کو حکومت سندھ نے اس متنازعہ کتاب کو اس اعتراف کے ساتھ ضبط کیا کہ اس میں اہانت رسول ﷺ اور مسلمانوں کی دل آزاری کا مواد جان بوجھ کر شامل کیا گیا۔ دریں اثناء ملزم کے خلاف قانون توہین رسالت کے تحت مقدمہ درج ہوا۔ امریکی محکمہ خارجہ کے ڈائریکٹر انسانی حقوق نے مارچ 1993ء میں امریکہ میں تعینات پاکستان کی سفیر بیگم عابدہ حسین کے ذریعے وزیر اعظم میاں نواز شریف کو پیغام پہنچایا کہ اختر حمید خاں کے خلاف توہین رسالت ﷺ کا مقدمہ واپس لیا جائے۔ چنانچہ میاں نواز شریف کی خصوصی ہدایت پر اختر حمید خاں پر قائم مقدمہ واپس لے لیا گیا بلکہ اسے گرفتار کرنے والے اے ایس آئی،

بروہی کو بھی معطل کر دیا گیا۔ اور یوں گستاخان رسول کی حوصلہ افزائی ہوئی۔

○ مولانا منظور احمد چنیوٹی تین بار پنجاب اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ان کی اصل وجہ شہرت تحریک ختم نبوت میں ان کی ناقابل فراموش خدمات ہیں۔ اس سلسلہ میں وہ قادیانیوں کے تعاقب میں دنیا کے ہر گوشے میں پہنچے۔ پاکستان میں قادیانیوں کے ہیڈ کوارٹر "ربوہ" کے نام کی تبدیلی بلا شبہ مولانا منظور احمد چنیوٹی کا ایک اہم کارنامہ ہے۔ جس کی مزاحمت پر قادیانیوں کے قائم مقام خلیفہ مرزا مسرور احمد کی گرفتاری کے لئے بھی مولانا منظور احمد چنیوٹی اور ان کے رفقاء نے حکومت پر سخت دباؤ ڈالا اور قادیانیوں کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ ان کے اس سطح کے راہنما کی گرفتاری عمل میں آئی۔ پنجاب اسمبلی نے ایک تحریک کے نتیجہ میں "ربوہ" کا نام تبدیل کر کے "چناب نگر" رکھ دیا۔ جب کہ پنجاب حکومت پر مغربی دباؤ تھا کہ "چناب نگر" کا نام تبدیل کر کے "ربوہ" کا پرانا نام بحال کرے۔ بہر حال 4 دسمبر 1998ء کو ربوہ کا نام تبدیل کر کے چناب نگر رکھنے کا نوٹیفکیشن جاری ہو گیا۔ اب تمام سرکاری محکموں میں اس کا نام چناب نگر رکھ دیا گیا ہے لیکن قادیانیوں نے اسے تسلیم نہیں کیا۔ آج بھی قادیانیوں کے روزنامہ الفضل پر ربوہ ہی لکھا جاتا ہے۔ 26 فروری 1999ء کو مسلمانوں نے ربوہ کی جگہ چناب نگر کی تختی لگا دی۔ اس پر ایک قرآنی آیت بھی تھی۔ تین چار دن بعد قادیانیوں نے اس پر سیاہی پھیر دی۔ جس پر مسلمانوں میں سخت اشتعال پھیلا۔ پولیس نے 4 افراد پر مقدمہ درج کر لیا جن میں قادیانیوں کا موجودہ قائم مقام خلیفہ مرزا مسرور احمد بھی شامل تھا۔ اس پر قادیانیوں کے ہاں صف ماتم بچھ گئی۔ ملزمان نے سیشن کورٹ سے اپنی ضمانت کروا لی۔ 30 اپریل 1999ء کو ان ضمانتیں منسوخ ہو گئیں اور انہیں ہتھکڑی لگ گئی اور ملزمان کو جیل

اس پر بی بی سی نے 8 منٹ کی خبر چلائی کہ ہائی کورٹ نے انہیں رہا کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ اس پر ربوہ میں "احمدیہ زندہ باد" کے نعرے لگے۔ وکلاء ہائی کورٹ کے رجسٹرار سے ملے تو معلوم ہوا کہ ہائی کورٹ نے تو ابھی نوٹس ہی نہیں دیا۔ پھر معلوم ہوا کہ ڈی آئی جی نے تھانیدار سے کہا ہے کہ ان پر دفعہ 295 بی (قرآنی آیات کی توہین) ختم کر دی جائے۔ چنانچہ پولیس نے 295 بی حذف کر دی اور انہیں 16 ایم پی او کے تحت گرفتار رکھا جس پر چناب نگر کے مجسٹریٹ نے ان کی ضمانت لے لی۔ وکلاء پھر سیشن جج کے پاس گئے اور ساری صورت حال بتائی۔ سیشن جج نے کہا کہ پولیس کو یہ اختیار نہیں تھا کہ جس دفعہ کے تحت انہیں گرفتار کرنے کا حکم دیا ہے' اسے حذف کر دے۔ لہٰذا انہیں دوبارہ گرفتار کیا جائے۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی کہتے ہیں کہ قادیانیوں کی رہائی میں شہباز شریف کا ہاتھ تھا جنہوں نے ذاتی دلچسپی لے کر قادیانیوں کو قانون سے بالاتر ہو کر رہا کروایا۔

○ کچھ عرصہ قبل الجہاد ٹرسٹ کے چیئرمین حبیب الوہاب الخیری ایڈووکیٹ نے پاکستان بار کونسل کی انضباطی کمیٹی کے سامنے یہ الزام لگایا کہ سپریم کورٹ حملہ کیس اصل میں قادیانیوں کا منصوبہ تھا۔ قادیانیوں نے آئین کو ختم کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس وقت کے وزیر قانون اور میاں نواز شریف کے دست راست چوہدری خالد انور نے اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی۔ درخواست میں وہاب الخیری نے یہ الزام بھی لگایا کہ خالد انور اور سرتاج عزیز خود بھی قادیانی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ بعد میں جناب سرتاج عزیز نے اس کی سختی سے تردید کرتے ہوئے کہا کہ میرے والد قادیانی مذہب سے تعلق رکھتے تھے جب کہ وہ خود مسلمان ہیں۔

○ پندرہ روزہ "پاکیشیا" کراچی اپنی 15 مارچ 1993ء کی اشاعت میں "سلمان رشدی سے نواز شریف کی خفیہ ملاقات" کے عنوان سے لکھتا ہے:

"18 فروری کو بی بی سی نے ایک ممتاز بھارتی اخبار "قومی آواز" کے حوالے سے اپنے ایک نشریے میں بتایا کہ پاکستانی وزیراعظم میاں نواز شریف نے بی بی سی کی عالمی سروس کے ذریعے براہ راست انٹرویو کو عین وقت پر منسوخ کر کے ان تمام لوگوں کو حیرت زدہ کر دیا جو اس پروگرام کا شدت سے انتظار کر رہے تھے۔ اس سے قبل بھارتی وزیراعظم نرسیما راؤ اس پروگرام میں شرکت کر چکے تھے جس کے فوری بعد بی بی سی نے پاکستانی وزیراعظم سے انٹرویو کا پروگرام طے کیا تھا۔ بھارتی اخبار کی اس رپورٹ کے مطابق ان لوگوں کے لئے جو پاکستان کی سیاست پر گہری نظر رکھتے ہیں، وزیراعظم نواز شریف کی جانب سے اس پروگرام کی آخری لحات میں منسوخی کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کیوں کہ نواز شریف نے اس سے پہلے کبھی عالمی پریس کا سامنا نہیں کیا ہے۔ بلکہ صرف ملک کے اندر ہی بیان دیتے رہتے بلکہ پریس کو خوف زدہ کرتے رہتے ہیں۔

رپورٹ میں بعض سفارتی ذرائع کے حوالے سے کہا گیا کہ بی بی سی ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی طرف سے شروع کیا گیا یہ ایک ایسا پروگرام ہے جس کا سامنا کرنے کے لئے کوئی پاکستانی لیڈر تیار نہیں ہے۔ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ وزیراعظم نواز شریف چند ہفتے قبل شاتم رسول ﷺ سلمان رشدی سے ملاقات کر چکے ہیں، اس لئے انہیں پریشانی تھی کہ اگر کسی نے بی بی سی کے اس کھلے پروگرام میں اس خفیہ ملاقات کے بارے میں سوال کر لیا تو وہ کوئی جواب نہیں دے پائیں گے۔ اخبار کے مطابق مغربی ملکوں میں رہنے والے پاکستانی اس "خفیہ ملاقات" کے بارے میں جانتے ہیں اور وہ اس بارے میں وزیراعظم سے سوال کرنے کا

فیصلہ کر چکے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ نہ صرف نواز شریف کو بے نقاب کر دیں گے بلکہ ملک میں ان کے خلاف غم و غصے کی لہر بھی پیدا کر دیں گے۔

○ ایک عینی شاہد کے بقول رائے ونڈ غالباً تبلیغی جماعت کے مرکز میں ایک روز اجتماعی جمعہ کے بعد بعض ہمدردوں نے درخواست کی کہ میاں محمد شریف کی صحت و تندرستی اور ان کے خاندان کی مشکلات میں کمی کے لئے دعا کی جائے جس پر اچانک ایک مفلوک الحال فقیر زور سے چلایا "نہیں" اس فقیر کی اس چیخ ---- نے لوگوں کو دنگ اور ان کی زبانوں کو گنگ کر دیا اور وہ اجتماع میاں محمد شریف کے لئے دعا کئے بغیر اختتام پذیر ہو گیا۔ اس فقیر کے بقول مکافات عمل کی چکی میں شریف خاندان ڈالا جا چکا ہے لیکن اٹک قلعہ میں احتساب عدالت کا بائیکاٹ کرنے کے باوجود صحافیوں سے بات چیت کرتے ہوئے پژمردہ نواز شریف بضد تھے کہ "یہ مکافات نہیں بلکہ اللہ کی آزمائش ہے" ایسے میں کوئی نواز شریف سے نہیں پوچھ سکا کہ میاں صاحب آپ کو خدائی قانون کی اپنی تشریح کا اختیار کس نے دیا ہے؟ کیا نواز شریف کے علاوہ اس ملک میں کوئی شخص نواز شریف کے حالات کو مکافات عمل کے بجائے کچھ اور نام دے سکتا ہے؟

○ 26 مارچ 1994ء کو نئی دہلی سے شائع ہونے والے انگریزی اخبارات "نیشنل ہیرالڈ" اور "دی ایشین ایج" نے سٹاک ہوم سے خبر رساں ایجنسی یو این آئی کے حوالے سے ایک رپورٹ میں کہا کہ پاکستان کے چیف جسٹس اور نواز شریف کے قریبی ساتھی جناب ڈاکٹر نسیم حسن شاہ نے کہا ہے کہ ان کے ملک (پاکستان) میں قادیانی فرقہ کے لوگوں کے ساتھ غیر منصفانہ برتاؤ کیا جا رہا ہے اور انہیں ان کے حقوق سے محروم کیا جا رہا ہے۔ رپورٹ کے مطابق چیف جسٹس ڈاکٹر نسیم حسن شاہ نے جو مقبوضہ کشمیر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے بارے میں

اظہار خیال کرنے کے لئے مغربی ملکوں کے دارالحکومتوں کا دورہ کر رہے ہیں۔ یو این آئی سے گفتگو کرتے ہوئے اس بات کا اعتراف کیا کہ پاکستان میں احمدیوں کے ساتھ زیادتی کی جا رہی ہے۔ انہیں ان کے جائز حقوق نہیں دیئے جا رہے۔ رپورٹ کے مطابق چیف جسٹس آف پاکستان نے کہا کہ وہ یقینی طور پر اس غلطی کی اصلاح کے لئے اپنی انتہائی کوشش کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ انہیں سویڈن میں بھی احمدی فرقہ کے بعض ارکان کی جانب سے پیغامات موصول ہوئے ہیں جنہیں وہ صدر پاکستان تک پہنچائیں گے۔

دسمبر 1992ء میں جسٹس نسیم حسن شاہ نے "ناصر احمد بنام سرکار" کیس میں مسلمانوں کی طرف سے اس استدعا کے جواب میں کہ قادیانیوں کو شعائر اسلام کی بے حرمتی سے روکا جائے' کہا تھا کہ آپ قادیانیوں پر اتنی پابندیاں نہ لگائیں' کل کو اگر پاکستان میں قادیانیوں کی حکومت آ گئی تو پھر مسلمانوں کا کیا بنے گا؟ جس کے جواب میں سینئر ایڈووکیٹ چوہدری محمد اسماعیل نے کہا کہ جناب! آپ کیسی بات کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ پاکستان میں قادیانیوں کی حکومت کبھی نہیں آ سکتی۔ یہ ملک صرف اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے۔ انشاء اللہ اس کی برکت سے تمام دنیا پر اسلام کی حکومت ہو گی۔ اس پر عدالت میں موجود تمام مسلمانوں نے بیک زبان ہو کر بلند آواز سے کہا۔ انشاء اللہ' انشاء اللہ۔ پوری دنیا پر اسلام ہی کی حکومت قائم ہو گی۔ اس پر عدالت میں جناب نسیم حسن کی حالت دیدنی تھی۔

اسی طرح جسٹس جاوید اقبال جو میاں نواز شریف کے قریبی ساتھیوں میں شمار ہوتے ہیں ان کی ہرزہ سرائیوں اور گستاخیوں سے کون ناواقف ہے؟ وہ ہمیشہ قرآن وسنت کی تعلیمات کا مذاق اڑاتے ہیں' حدود کی سزاؤں کو وحشیانہ قرار دیتے ہیں' وفاقی شرعی عدالت کو زہر قاتل قرار دیتے ہیں' قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا ظلم قرار

دیتے ہیں' تحریک ختم نبوت 1953ء کو سیاسی قرار دیتے ہیں' خلفاء راشدین کے سنہرے دور کو لڑائی جھگڑے کا دور قرار دیتے ہیں' پردہ کو دقیانوسی سوچ قرار دیتے ہیں' قانون توہین رسالت ﷺ کو (نعوذباللہ) غیر ضروری قرار دیتے ہیں۔

○ نواز دور میں اقربا پروری کی انتہا کر دی گئی۔ ایک طرف نوکریوں پر پابندی لگا کر اہل افراد کا حق مارا گیا دوسری طرف وزیر اعظم کے سفارشی خطوط پر وزارت دفاع جیسے حساس ادارے میں قادیانیوں کو اعلیٰ عہدوں پر بھرتی کیا جاتا رہا۔ سفارشی خطوط کی آڑ میں سول ایوی ایشن کے افسروں نے بھی بہتی گنگا میں ہاتھ دھوتے ہوئے من پسند افراد کو نوکریاں دے ڈالیں۔ وزیر اعظم کے حکم پر ان کے پرنسپل سیکرٹری سعید مہدی نے وزیر اعظم آفس اسلام آباد لیٹر نمبر 17/9/99 UO.No,5617/PSPM/99 ATT جاری کیا جس میں حکم دیا کہ 2A ریس ویو روڈ لاہور کے رہائشی ذوالقرنین خان اور مکان نمبر 290 گلی نمبر 56 آئی ایٹ تھری اسلام آباد کے رہائشی قاسم حسین ملک ولد حسین احمد ملک کو سول ایوی ایشن میں تعینات کیا جائے۔ دونوں کو اسلام آباد اور لاہور ایئرپورٹ پر اسسٹنٹ مینجر کمرشل کی پرکشش سیٹوں پر دو سال کے لئے کنٹریکٹ پر ماہانہ 24 ہزار روپے تنخواہ پر بھرتی کر لیا گیا۔ یہ احکامات 24 ستمبر کو ریفرنس لیٹر HQCAA/2452/276/EMPT-645 اور Ref : HQCAA/2452/276/EMPT-644 کے تحت ڈائریکٹر ایڈمنسٹریشن سہیل ہمایوں کے دستخطوں سے جاری ہوئے۔ دونوں افراد قادیانی ہیں۔

○ شہباز شریف نے اپنے دور حکومت میں اطہر طاہر نامی قادیانی کو غیر مسلم اوقاف کا چیف ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا جس نے اپنے اختیارات کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے محکمہ میں کئی قادیانی بھرتی کئے۔ علماء کرام کے زبردست احتجاج کے باوجود

اسے تبدیل نہ کیا گیا۔

○ نواز شریف کے قریبی دوست اور ساتھی وفاقی وزیر پٹرولیم چوہدری نثار علی خاں نے جولائی 1996ء میں لندن میں قادیانیوں کے سالانہ جلسہ میں شرکت کی اور قادیانیوں کو اپنی طرف سے ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا۔ اخباری اطلاعات کے مطابق چوہدری نثار علی خاں آج کل امریکی سفارت خانے میں پناہ لئے ہوئے ہیں۔

○ 23 مئی 1991ء کو لاہور میں غیر مسلم ماہرین قانون کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے میاں نواز شریف نے کہا کہ پاکستان میں سیاسی طور پر اقلیت یا اکثریت کا کوئی تصور نہیں۔ خدا نے پہلے انسان کو بنایا۔ بعد میں کوئی ہندو' کوئی مسلمان اور کوئی عیسائی بنا۔

○ بھارتی چینل زی ٹی وی کے سابق بزنس ڈائریکٹر یوسف بیگم مرزا کو میاں نواز شریف نے اپنی اہلیہ کلثوم نواز کی ضد اور سفارش پر پی ٹی وی کا ایم ڈی مقرر کیا۔ ان کے متعلق مشہور ہے کہ وہ قادیانی ہیں۔ اسٹیبلشمنٹ میاں نواز شریف کے اس فیصلہ کی مخالفت کی تھی۔ یوسف بیگم مرزا پر یہ بھی الزام ہے کہ انہوں نے عہدہ سنبھالتے ہی زی ٹی وی بھارتی چینل کے مفادات کے لئے کام کیا۔ یاد رہے یوسف بیگم مرزا کے چھوٹے بھائی آصف بیگ مرزا کی شادی کلثوم نواز شریف کی چھوٹی بہن سے ہوئی ہے۔

○ "واشنگٹن پوسٹ" کے مطابق شہباز شریف نے اپنے امریکہ کے دورہ میں پانچ انتہائی حساس معاملات طے کئے جس میں قانون توہین رسالت ﷺ اور آئین میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے والی ترمیم کی منسوخی بھی شامل تھی۔ اخبار کے مطابق امریکی حکام کو تشویش ہے کہ اب اس سلسلہ میں ملی بھگت

کا کیا بنے گا؟

- 13 اکتوبر 1999ء کو "انڈیا ٹائمز" میں سابق بھارتی وزیراعظم اندر کمار گجرال نے اپنے کالم میں انکشاف کرتے ہوئے کہا کہ میرے جگری دوست میاں نواز شریف نے میری فرمائش پر آدھی رات کے وقت اپنے بیڈ روم سے فون کر کے مجھے ان کشمیری مجاہدین کی فہرست پیش کی تھی جو مقبوضہ کشمیر میں دہشت گردی کے ایک واقعہ میں مطلوب تھے۔
- نواز شریف نے اپنے بیٹے حسین نواز اور نیاز اے نائیک کے ذریعے واجپائی کے الیکشن کے لئے 50 کروڑ روپے دیئے اور خود حسین نواز تین دفعہ بھارت گئے اور وہاں شوگر ملیں لگائیں۔ نواز شریف کی معزولی پر خود واجپائی نے کہا تھا کہ ان کا جانا ہمارے لئے خطرناک ہے۔ رکن پارلیمنٹ اور معروف صحافی کلدیپ نیئر نے کہا تھا کہ ہم سب اس بات سے فکر مند ہیں کہ نواز شریف کا انجام ذوالفقار علی بھٹو جیسا نہ ہو۔ خود امریکی صدر کلنٹن اور برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیئر نے بھی نواز شریف کی معزولی پر خاصی تشویش کا اظہار کیا۔
- نواز شریف نے جون 1999ء میں اسامہ بن لادن کو امریکہ کے حوالے کرنے کے منصوبے کی منظوری دی تھی جو ملک کی سلامتی کے لئے انتہائی خطرناک نتائج کا حامل تھا انہوں نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ اسامہ کی گرفتاری یا ہلاک کرنے کے پاکستان کو خطرناک نتائج بھگتنے پڑیں گے، امریکی صدر بل کلنٹن کے مسلسل مطالبے کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے تھے اور اس منصوبے کو فوجی قیادت سے مکمل طور پر خفیہ رکھا گیا تھا۔ نواز شریف پاک افواج کو امریکی ایجنڈے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تصور کرتے تھے۔ ان ناپسندیدہ سرگرمیوں کی وجہ سے نواز شریف پاکستان کے لئے سیکورٹی رسک بن چکے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ 12

اکتوبر کے اقدام پر تنقید کرتے ہوئے واجپائی نے کہا کہ یہ اقدام خطے کے لئے خطرناک ہے کیوں کہ میاں نواز شریف بھارت کے بہت قریب تھے۔ سابق وزیراعظم گجرال نے دھمکی دی کہ ان کے دوست میاں نواز شریف کو پھانسی ہوئی تو پاک بھارت تعلقات بگڑ جائیں گے۔ دولت مشترکہ نے 12 اکتوبر کے اقدام پر پاکستان کی رکنیت معطل کر دی۔ یورپی یونین نے نواز شریف کو رہا کرنے کا مطالبہ کرتے ہوئے مختلف پابندیاں لگانے کی دھمکیاں دیں۔

- باوثوق ذرائع کے مطابق مارچ 2000ء میں امریکی صدر بل کلنٹن نے امریکہ میں بم دھماکوں کے مبینہ ذمہ دار ایمل کاسی کی گرفتاری میں مدد کرنے والی تیرہ پاکستانی اعلیٰ شخصیات کو ایک ارب ڈالر انعام دینے کی منظوری دی۔ یہ منظوری امریکی ٹیم کی رپورٹ پر دی گئی جس نے یہ رپورٹ صدر کلنٹن کو پیش کی تھی۔ رپورٹ میں انکشاف کیا گیا تھا کہ سابق وزیراعظم میاں نواز شریف، سابق صدر فاروق لغاری، سابق وفاقی وزیر داخلہ چوہدری شجاعت حسین، سابق گورنر سرحد ہمایوں بنگش، سابق وزیر اعلیٰ سرحد سردار مہتاب احمد خاں اور وفاقی سیکرٹری داخلہ سمیت کئی اہم سرکاری و سیاسی شخصیات نے ایمل کاسی کی گرفتاری میں مدد کی تھی۔ واضح رہے کہ ایمل کاسی نے مبینہ طور پر امریکی ٹریڈ سنٹر میں بم دھماکے کئے تھے۔ امریکی حکام کے لئے ان کی پراسرار گمشدگی سردردبنی ہوئی تھی جس کی وجہ سے ایمل کاسی کی زندہ یا مردہ گرفتاری پر پوری دنیا میں انعام کا اعلان کیا گیا تھا۔

روزنامہ ''اوصاف'' اسلام آباد کے سنڈے میگزین نے اپنی اشاعت 16 جولائی 2000ء میں ایمل کاسی کے انٹرویو اور مقدمے کے حوالے سے ایک تحقیقی رپورٹ شائع کی۔ اس کا ایک حصہ ملاحظہ فرمائیں:

"انٹیلی جنس بیورو آف پاکستان کے اس وقت کے سربراہ جنرل رفیع اللہ نیازی نے وفاقی حکومت کی ہدایت پر ایمل کاسی کی گرفتاری کے لئے اپنے بندے دیئے۔ امریکی کمانڈوز کے ہمراہ انہیں گرفتار کیا گیا اور انٹیلی جنس بیورو نے انہیں اپنی تحویل میں رکھ لیا۔ امریکی سفیر تھامسن سائم نے قائم مقام وزیراعظم چودھری نثار سے رابطہ کیا اور انہیں کہا کہ ایمل کاسی کو فوری طور پر ہمارے کمانڈوز کے حوالے کر دیا جائے۔ چودھری نثار نے یہی احکامات انٹیلی جنس بیورو کے سربراہ کو دیئے تو انہوں نے طریقہ کار طے کرنے کا کہا جس پر انہوں نے اصرار کیا کہ نہیں امریکیوں کا مطالبہ پورا کر دیا جائے۔ چودھری نثار سے بات ہوئے دو گھنٹے ہی گذرے تھے کہ امریکی سفیر نے وزیر خارجہ میڈیلین البرائٹ سے رابطہ کیا۔ انہیں بتایا گیا کہ پاکستانی کاسی کو ہمارے حوالے نہیں کر رہے۔ امریکی وزیر خارجہ نے وزیراعظم پاکستان سے ترکی میں رابطہ کیا۔ اس رابطے کے بعد چند ہی گھنٹوں میں امریکی ایمل کاسی کو سرزمین پاکستان سے لے اڑے۔ نواز شریف کے قریبی ذرائع نے انکشاف کیا تھا کہ نواز شریف نے دراصل کاسی دے کر بہت سی یقین دہانیاں حاصل کر لی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ صدر فاروق لغاری کو دسمبر 1997ء میں ہی استعفیٰ دینا پڑا؟ امریکی پراسیکیوٹر ہوران نے کہا تھا کہ مغربی پاکستان اور جنوبی افغانستان کے لوگ بہت غریب' ہیں انہیں چند ڈالروں میں خریدا جا سکتا ہے۔ قارئین کی یادداشت کے لئے --- یہی کیس ہے جس میں امریکی پراسیکیوٹر ہوان نے یہ الفاظ کہے تھے کہ "پاکستانی تو بیس ڈالر میں اپنی ماں بیچ دیتے ہیں۔"

○ لندن میں پریس آف انڈیا کو انٹرویو دیتے ہوئے معزول وزیراعظم میاں

نواز شریف کے بیٹے حسن نواز شریف نے بھارتی وزیراعظم اٹل بہاری واجپائی سے اپیل کی کہ ان کے والد اور خاندان کی حفاظت کے لئے اقدامات کریں۔

○ بیگم کلثوم نواز نے ہفت روزہ "ندائے ملت" لاہور کو انٹرویو دیتے ہوئے ایک سوال کے جواب میں اعتراف کیا کہ کلنٹن کا میرے بیٹے حسن نواز سے مکمل رابطہ ہے۔ انہوں نے حسن نواز کو فون کر کے نواز شریف سے ملاقات کے بارے میں کہا تھا۔ کلنٹن اکثر فون کر کے حسن نواز سے پوچھتے رہتے ہیں کہ کوئی مشکل تو نہیں ہے۔ دوسرے ملکوں کے سربراہ جو ہمارے دوست بھی ہیں، وہ بھی حسن کو پوچھتے رہتے ہیں۔ کلنٹن کے ڈائریکٹر کا فون بھی حسن کو آتا رہتا ہے۔ انہوں نے نواز شریف سے ملاقات کی بات کی تھی لیکن ہمیں معلوم تھا کہ یہ ملاقات ممکن نہیں ہے۔

○ روزنامہ "جنگ" 19 نومبر 1999ء کو شائع ہونے والی رپورٹ کے مطابق سابق وزیراعظم نواز شریف نے اپنی پہلی وزارت عظمیٰ کے دور میں اسرائیل سے ایک ارب روپے مالیت کی ٹیکسٹائل مشینری خریدی تھی جو اب پاکستان میں ان کے کارخانوں میں نصب ہے۔ نواز شریف خاندان کے اسرائیلی حکومت کے ساتھ خفیہ تعلقات گزشتہ دس سال سے موجود ہیں۔ نئی دہلی میں متعینہ اسرائیل کے سفیر براہم یہودا نے انکشاف کیا کہ نواز شریف کے چھوٹے بھائی شہباز شریف نے 1993ء میں کم از کم چار مرتبہ اسرائیل کا جعلی دستاویزات کے ذریعے خفیہ دورہ کیا اور ٹیکسٹائل مشینری کا سودا کرنے کے علاوہ رائے ونڈ کے اپنے زرعی فارم کے لئے اسرائیلی ٹیکنالوجی حاصل کی۔ شہباز شریف نے اسرائیل کے تین دوروں میں سات اسپننگ یونٹس کا سودا کیا۔ بعد ازاں یہ مشینری جس کی ایل سی لندن میں کھولی گئی، قبرص لائی گئی یہاں اس کی برآمد کنندہ کمپنی کا نام

تبدیل کیا گیا اور پھر بحری راستے سے یہ مشینری پاکستان لائی گئی۔ اسی دوران شہباز شریف اور شریف خاندان کے ایک نوجوان نے اسرائیلی علاقے "اکو" کا دورہ کیا جہاں یہودیوں نے باغات لگا کر دنیا کا بہترین پھل پیدا کیا ہے۔ اس دورے میں انہوں نے رائے ونڈ کے زرعی فارم کے لئے اسرائیل کی زرعی ٹیکنالوجی حاصل کی۔ معلوم ہوا ہے کہ معزول وزیراعظم نے جاسوسی کا نجی نظام قائم کرنے کے لئے انتہائی جدید آلات بھی اسرائیل سے حاصل کئے تھے جن کے ذریعے نہ صرف ایک جگہ بیٹھ کر ملک کے کسی بھی حصے میں ہو رہی ٹیلی فون کی گفتگو کو سنا جا سکتا ہے بلکہ خاندان کے کارندے دور جگہوں پر بیٹھ کر کسی خاص کمرے میں ہو رہی گفتگو کو بھی تار کا کوئی نظام قائم کئے بغیر سننے کی صلاحیت حاصل کر چکے تھے۔

○ نواز حکومت کی برطرفی کے بعد ان کے بارے میں ہر کوئی ہر روز حیران کن انکشافات کرنے میں مصروف ہے۔ بتانیوالوں نے بتایا کہ بھارت کو اپنی شوگر ملوں کو بنائی ہوئی چینی فروخت کرنے کے لئے واجپائی کے لاہور آنے کے موقع پر جس طرح دولت لٹائی گئی' لاکھوں کی مٹھائیاں تقسیم کی گئیں' واہگہ میں سیڑھیوں کی تعمیر پر پونے نو لاکھ' شاہی قلعے میں ڈنر پر 5 لاکھ' فرنیچر' لائٹوں اور شامیانوں کا کرایہ سوا سات لاکھ ادا کیا گیا۔ اس موقع پر نواز شریف کے لاہور آنے پر چھ صحت مند بکروں کا صدقہ دیا گیا۔ یہ رقم بھی بلدیہ کے کھاتے میں ڈال دی گئی۔ پتوکی اور پھول نگر میں منسوخ ہونے والے دورے پر 10 لاکھ روپے خرچ کئے گئے۔ شہباز شریف کے ضلع شیخوپورہ کے پانچ دوروں پر 42 لاکھ روپے صرف کئے گئے جب کہ قصور کے دورے 7 لاکھ میں پڑے۔

○ نواز شریف نے قومی خزانے کی بربادی کرتے ہوئے 28 غیر ملکی دوروں پر

ایک ارب 10 کروڑ روپے خرچ کیئے۔ خصوصی طیارہ فضائی محل بنا رکھا تھا۔ خاص پکوان پیش کیئے جاتے۔ 6 عمرے ادا کرنے پر ٹیکس دھندگان کے 15 کروڑ روپے اڑا دیئے۔ اپنے قومی ایجنڈے کے مطابق طیارہ واپس کرنے کی بجائے اس کی تزئین و آرائش پر 18 لاکھ ڈالر خرچ کر دیئے۔

○ 1998ء میں انہوں نے ٹی وی پر اپنے ساڑھے 15 ارب کے قرضے ادا کرنے کے سلسلے میں اپنے ادارے بینکوں کو دینے کا اعلان کیا۔ جس میں اتفاق فاؤنڈریز' برادرز سٹیل ملز کوٹ لکھپت' اتفاق برادرز شاہدرہ اور الیاس انٹرپرائزز شامل تھے۔ یہ عمارتیں بالکل خالی اور ان کے باہر سکریپ پڑا ہوا ہے۔

○ 21 اگست 1999ء کو وزیراعظم میاں نواز شریف نے باغ جناح لاہور میں دوستانہ کرکٹ میچ کھیلنے سے قبل گیسٹ ہاؤس میں کھانا کھایا۔ کھانے میں روغنی نان اور دیسی مرغ تھا۔ وزیراعظم صحافیوں سے پوچھتے رہے کہ لاہور میں بہترین ہریسہ کون بناتا ہے؟ بہترین سری پائے کہاں ملتے ہیں؟ بہترین چھولے کس کے ہیں؟ بہترین نہاری کون بناتا ہے؟ فوجی حراست میں آنے کے بعد میاں نواز شریف کی کھانے میں مسلسل ایک ہی فرمائش رہی کہ انہیں ایک امریکی کمپنی میکڈونلڈ کے برگر کھلائے جائیں۔ دیگر قومی اخبارات کی بجائے انہوں نے کرکٹ کے بارے میں رسائل کی فرمائش کی۔ شروع میں انہوں نے پرائم منسٹر ہاؤس کے کچن سے کھانے کی بھی فرمائش کی تھی' جب انہیں بتایا گیا کہ وہ تو بند ہو گیا ہے تو اس پر انہیں مایوسی ہوئی۔ معروف کالم نگار جناب ہارون الرشید اپنے کالم "زوال" میں لکھتے ہیں:

"وزیراعظم ہاؤس میں نواز شریف کی موجودگی میں روزانہ ایک سو کلو گوشت پکتا تھا۔ انواع و اقسام کی بے شمار نعمتیں' وزیراعظم کے طور

پر موصوف اس عالی شان محل میں داخل ہوئے تو باورچی خانے کی "تنگ دامنی" پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور فوراً ہی کشادہ کرنے کا حکم صادر کیا۔ کوئٹہ میں جہاں وہ ایک سرکاری اجلاس کی صدارت کرنے گئے تھے، محض اس لئے ناشتہ کرنے سے انکار کر دیا کہ فلاں سالن موجود نہ تھا۔ پچھلے برس ایک دن افطاری سے کچھ ہی دیر پہلے حکم دیا کہ خصوصی طیارہ بھیج کر لاہور کے فلاں ہوٹل سے فلاں کھانا منگوایا جائے۔ ایک قابل احترام اور نہایت قابل اعتماد شخصیت کے مطابق کلر کہار کی ایک تقریب میں انہوں نے وزیراعظم کو اس سرعت سے ایک عدد چرغہ حلق سے اتارتے دیکھا جتنی دیر میں کوئی شریف آدمی ایک کیلا نہیں کھا سکتا۔"

قارئین! یہ ہیں نواز شریف کے وہ سنہری کارنامے جن پر انہیں فخر تھا۔ ذاتی مفادات کی خاطر اسلام اور پاکستان کو نقصان پہنچانے والے ہمیشہ رسوا ہوتے ہیں۔ نواز شریف بھی اس کا ذائقہ چکھ رہے ہیں۔

چارج شیٹ

ملک عزیز میں عرصہ دراز سے جاری کرپشن اور لوٹ مار کی لعنت نے نہ صرف ملک کو بے حد نقصان پہنچایا ہے بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی پاکستان کی بے حد بدنامی ہوئی خصوصاً گذشتہ 25 سالوں سے قومی خزانے کو جس بے دردی سے لوٹا گیا اس کی دنیا میں کہیں مثال نہیں ملتی لیکن ہمارے ملک کا المیہ یہ ہے کہ بیشتر حکمرانوں پر کرپشن' اقربا پروری اور دیگر سنگین نوعیت کی بدعنوانیوں کے الزامات لگائے جاتے رہے' غیر جانب دار اور شفاف احتساب کی باتیں ہوتی رہیں لیکن بدقسمتی سے احتساب کرنے والے خود چور ہونے کی وجہ سے دوسروں کا احتساب کرنے میں ناکام رہے۔

سابق وزیراعظم میاں محمد نواز شریف کی مثال لے لیجئے۔ ان پر بھی اقربا پروری' مالی بدعنوانیوں' کرپشن اور اپنے عہدے اور منصب کے ناجائز استعمال' قرضے ہڑپ کرنے اور دباؤ کے ذریعے قرضے معاف کروانے کے علاوہ کروڑوں روپے کے پلاٹوں کی بندر بانٹ' سوئٹزرلینڈ میں اکاؤنٹس' منی لانڈرنگ' ٹیکس چوری' ہنڈی کے غیر قانونی کاروبار' حکومتی سودوں میں کمیشن وصول کرنے' اپنے چہیتوں کو نوازنے اور دیگر سنگین نوعیت کے الزامات ہیں لیکن سابق وزیراعظم میاں محمد نواز شریف' ان کے

خاندان یا ان کی کابینہ میں شامل ان کے قریبی ساتھی وزراء نے ان میں سے بیشتر الزامات ایسے ہیں جن کی انہوں نے کبھی تردید کرنے کی بھی زحمت گوارا نہیں کی۔

معروف صحافی رائے اسد خان کھرل نواز شریف کی بدعنوانیوں اور پاک فوج کے خلاف بھیانک سازشوں کو بے نقاب کرنے والی اپنی شہرہ آفاق کتاب ''رائیونڈ سازش'' میں رقمطراز ہیں:

- نواز شریف اور ان کے خاندان پر الزام ہے کہ انہوں نے 1985ء سے 1993ء تک مختلف صنعتی یونٹوں کے لئے مختلف مالی اداروں سے قرضے کی آڑ میں 6 ارب روپے سے زائد رقم ہتھیائی۔
- وزیراعظم نے اپنی حیثیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اتفاق شوگر ملز کو 16 کروڑ کا فائدہ پہنچایا۔
- میاں نواز شریف نے بحیثیت وزیر خزانہ' وزیراعلیٰ اور پھر وزیراعظم اپنے خاندانی کاروبار کی وسعت کے لئے سرکاری اثرورسوخ کو ناجائز طور پر استعمال کر کے دھوکہ دہی سے ایسے سٹاک کو بینکوں کے پاس گروی رکھ کر بھاری قرضوں کی آڑ میں بڑی بڑی رقمیں ہتھیالیں جبکہ ایسا سٹاک یا تو سرے سے موجود ہی نہیں تھا یا اس کی جو قیمت ظاہر کی گئی وہ بے حد کم تھی اور اس دوران جاری ہونے والے قرضے یا تو معاف کرا لئے گئے یا پھر واپس ہی نہ کئے گئے۔
- 1981ء میں اتفاق کے قرضے صرف 40 ملین روپے تھے جبکہ اس کے بعد کے برسوں میں نواز شریف نے مالیاتی اداروں پر دباؤ ڈال کر بڑے پیمانے پر قرضے حاصل کر لئے اور صرف دس سالوں میں 1991ء تک قرضوں کی شرح 12000 ہزار ملین تک پہنچ گئی۔
- نواز شریف نے 3500 افراد کو بھی مالیاتی اداروں سے قرضہ دلوایا اس دوران

60 ارب روپے کے قرضے جاری ہوئے اور 10 ارب روپے کے معاف کرا لئے گئے۔

- 1986ء میں وزیراعلیٰ پنجاب کی حیثیت سے سیاستدانوں' صحافیوں اور بیوروکریٹس کو صوابدیدی فنڈ سے لاکھوں روپے کی ادائیگیاں کی گئیں۔
- ایل ڈی اے کے اربوں روپے مالیت کے 4631 پلاٹوں کو قواعد و ضوابط کی پرواہ کئے بغیر اپنے عزیزوں اور سیاسی حواریوں میں بانٹ دیا بے شمار پلاٹ ایسے تھے جو کمرشل تھے اور ان کی مارکیٹ میں ویلو کروڑوں ہیں۔
- آصف علی زرداری کے خلاف مشہور "Unar" کیس رجسٹرڈ کروانے والے مرتضیٰ بخاری کی بیوی کو انعام کے طور پر سبزہ زار سکیم میں 8 کنال 3700 sqm کا پلاٹ الاٹ کر کے اڑھائی کروڑ روپے کا فائدہ پہنچایا گیا۔
- نواز شریف نے 1991ء میں سٹیل سکریپ پر لاگو 1500 روپے فی ٹن ڈیوٹی کم کر کے صرف 500 روپے فی ٹن کر کے اپنی انڈسٹری کو گھر بیٹھے 50 کروڑ روپے کا فائدہ پہنچایا۔
- نواز شریف نے اپنی وزارت اعلیٰ کے دوران 80ء سے 84ء تک صوابدیدی فنڈز سے ان تین سالوں میں مختلف افراد کو جو ادائیگیاں کیں وہ درج ذیل ہیں 1985-86ء میں 12 لاکھ روپے 1986-87ء میں 1 کروڑ 89 لاکھ 50 ہزار روپے 1987-88ء 1 کروڑ 89 لاکھ 90 ہزار روپے اور 1988-89ء میں 2 کروڑ 20 لاکھ 3 ہزار روپے۔
- میاں شہباز شریف پر الزام ہے کہ انہوں نے 8 کروڑ روپے کی ایکسائز ڈیوٹی چرالی۔
- سابق وزیراعظم نواز شریف نے چیف جسٹس (ر) نسیم حسن شاہ کو گلستان جوہر

کراچی میں 4-400 گز کا پلاٹ الاٹ کیا تعمیر وطن پروگرام کے نام پر شروع کئے جانے والے ترقیاتی پراجیکٹ میں میاں نواز شریف نے اڑھائی ارب روپیہ سیاسی حواریوں میں بانٹ دیا نواز شریف کے وزارت عظمیٰ کے پہلے دور میں موٹروے کا ابتدائی منصوبہ جو حکومت پنجاب نے 8.51 ملین روپے کا تیار کیا تھا وفاقی حکومت کو منتقل کر کے اس میں معمولی ردوبدل کر کے تخمینہ پہلے بڑھا کر 17 بلین اور پھر راتوں رات 25.5 بلین روپے کر کے اپنی پسندیدہ فرم میسرز ڈائیوو کو دے کر 8 ارب روپے کی خطیر رقم کمیشن لی گئی علاوہ ازیں کمپنی کو ٹیکسوں کی مد میں غیر قانونی چھوٹ دے کر مزید 1 ارب روپے حاصل کر لئے گئے اس طرح کل 9 ارب بیس یعنی 9 ارب روپے موٹروے پروجیکٹ سے حاصل کئے گئے۔

- نواز شریف نے پنجاب کے ڈپٹی کمشنروں اور کمشنروں میں اپنی پذیرائی حاصل کرنے کے لئے کروڑوں روپیہ بانٹ دیا۔
- نواز شریف کے وزارت اعلیٰ کے دور میں مجموعی طور پر 393 بلین روپے کی بدعنوانیاں کی گئیں' آڈیٹر جنرل کی رپورٹ کے مطابق نواز شریف کے اقدامات کے باعث 89-1988ء کے دوران مجموعی طور پر 1 ارب 20 کروڑ روپے کا نقصان ہوا' نواز شریف خاندان ہنڈی کے غیر قانونی کاروبار میں ملوث رہا اور اس ناجائز کاروبار کے ذریعے اپنے غیر قانونی سرمایہ کو بدنام زمانہ ہنڈی ڈیلر خائستہ خان اور جمشید خٹک رہائش پشاور کے ذریعے پہلے دبئی اور پھر یورپ منتقل کرتے رہے۔
- میسرز اتفاق فاؤنڈریز لمیٹڈ نے 1985ء سے 1995ء کے دوران میسرز ہوگونیوسنز نیویارک سے 1,87,47,059.84 ڈالر مالیت کا سکریپ برآمد کیا لیکن سکریپ فروخت کرنے کے بعد بھی نیشنل بینک آف پاکستان کو لیٹر آف کریڈٹ کی ادائیگی نہ کی گئی جو بعد ازاں سیاسی دباؤ کے تحت لمبی مدت کے قرضے میں

تبدیل کر دی گئی۔

- Hom Land رجسٹری کے مطابق 30 کروڑ روپے سے 16 اور 16A نمبروں کے فلیٹ ایوان فیلڈ ہاؤس لندن میں خریدے گئے 17 اور 17A کے لئے رقم کی منتقلی Head Brons Lupion DIBB 1993,95,96 کے ذریعے دی گئی۔
- نواز شریف اور ان کے پرنسپل سیکرٹری انور زاہد اتفاق کو قرضے دلوانے کے لئے مالیاتی اداروں پر دباؤ ڈالتے رہے۔
- شہباز شریف کی طرف سے پنجاب کی تاریخ میں پہلی بار براہ راست پولیس انسپکٹروں اور تھانیداروں کی بھرتی کا الزام لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے فی امیدوار 3 سے 5 لاکھ روپے وصول کئے۔
- اسمبلی کی بحالی کے مقدمہ کے فیصلہ کے بعد نواز شریف پر عدلیہ کو کرپٹ کرنے کا الزام جسے اپوزیشن نے "چمک" کا نام دیا۔
- وزیر اعظم جونیجو کی قائم کردہ فیکٹ فائنڈنگ کمیٹی کی طرف سے نواز شریف اور شہباز شریف پر اربوں روپے کمانے کا الزام لگایا۔ اس کمیٹی نے انہیں "پنجاب کے ہٹلرز" قرار دیا۔
- 1991ء میں وزیراعظم کی حیثیت سے پرنس محمد الفیصل چیئرمین الفیصل انوسٹمنٹ بنک کو پاکستان آنے کی دعوت دی گئی اور اسے سٹیٹ گیسٹ ہاؤس مری میں سرکاری مہمان کی حیثیت سے ٹھہرایا جبکہ اس بلانے کا مقصد ذاتی منفعت تھا تاکہ شہباز شریف اور نواز شریف اپنی شوگر ملوں کے لئے قرضے حاصل کر سکیں جو بینک کے قوانین کے مطابق ناممکن تھے لہٰذا انکار کی صورت میں نواز شریف نے اپنے منصب کا لحاظ کئے بغیر ان کی منت سماجت کر کے چوہدری شوگر مل کے لئے 5ء15 ملین ڈالر قرضہ حاصل کر لیا۔

- مہران بینک سے قرضوں کی آڑ میں سرکاری اثرورسوخ استعمال کر کے کروڑوں روپے ہتھیائے گئے اپنے بیٹے حسین نواز شریف اور دیگر اہل خانہ کی چوہدری شوگر مل کے لئے 5 کروڑ روپے کے قرضے کی درخواست پر دستخط کرنے کی بجائے پرائم منسٹرہاؤس کی ایک ٹیلی فون کال ہی نے کام کر دکھایا اور یہ رقم حاصل کر کے اسی دن غیر قانونی طور پر اتفاق فونڈریز کو چیکوں کے ذریعے منتقل کر دی گئی۔
- لاہور ہائیکورٹ کے 10 ججوں کو میاں نواز شریف نے انتہائی قیمتی پلاٹ الاٹ کر دیئے۔
- 1987ء میں پنجاب سے تعلق رکھنے والے 77 ارکان اسمبلی اپنے ساتھ ملانے کے لئے 34 کروڑ روپے کی ادائیگی کی گئی۔
- یوتھ انوسٹمنٹ پروموشن بیورو (YIPS) سے مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن (MSF) کے جوانوں کو 50 کروڑ روپے کی ادائیگی کا بندوبست کیا گیا۔
- 1990ء میں وزارت عظمیٰ سنبھال لینے کے بعد (YIPS) کے ذریعے 2 ارب سے زائد رقوم سیاسی حمایتیوں میں بانٹ دی گئیں۔
- نواز شریف کے کزن خالد سراج کے بقول ابتدائی طور پر شریف فیملی کے 140 ملین روپے پشاور کے حوالہ گروپ سے بنک آف اومان شارجہ کو منتقل کیے گئے اس رقم کے بعد میں شریف خاندان کے ذریعے "شمراک کنسلٹنٹ کارپوریشن" نامی فرم کو الائیڈ بینک سٹاک ایکسچینج لندن کے اکاؤنٹ میں ادا کیے گئے۔
- معزول وزیراعظم نے برسراقتدار آتے ہی محکمہ انکم ٹیکس کے ان افسران کو انتقامی کارروائی کا نشانہ بنانا شروع کر دیا تھا جنہوں نے اتفاق گروپ آف انڈسٹریز (نواز گروپ) پر 2 ارب 55 کروڑ کا ٹیکس عائد کیا تھا۔ نواز شریف نے سابقہ دور

میں یہ رقم حذف کرانے کی بھی کوشش کی تھی لیکن کمشنر اپیل نے یہ ٹیکس ڈیمانڈ کنفرم کر دی جو بعد میں ٹیکس اپیلٹ ٹریبونل لاہور نے بھی اس ڈیمانڈ کو کنفرم کر دیا۔ ذرائع کے مطابق 1996ء کے آخر میں نواز گروپ اس 2 ارب 55 کروڑ کی ڈیمانڈ کے خلاف ہائی کورٹ سے حکم امتناعی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا جس کا فیصلہ آج تک نہ ہو سکا۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ آئین کی رو سے ٹیکس وصولیوں کے بارے میں حکم امتناعی کی معیاد صرف چھ ماہ ہے اس مدت کے بعد حکم امتناعی خود بخود ختم ہو جاتا ہے لہٰذا یہ حکم امتناعی مئی 97ء میں ختم ہو گیا تھا لیکن محکمہ کے کسی آفیسر کو جرات نہ ہوئی کہ وہ 2 ارب 55 کروڑ کی سٹینڈنگ ڈیمانڈ وصول کرنے کے لئے کارروائی کر سکے۔

- نواز شریف دور کے وزیر خزانہ اسحاق ڈار کو کمپنی زون 111 کے ایڈیشنل کمشنر مبین ملک کی طرف سے ان کی مختلف کمپنیوں جن میں قابل ذکر ہجویری مضاربہ' ہجویری مینجمنٹ کمپنی' پرسٹیج الیکٹرونک' ہجویری ہولنگ' مارشل ٹیکسٹائل' کور کیمیکلز' گلف انشورنس اور دوسری کمپنیاں شامل ہیں' کی انکم پر تقریباً 16 کروڑ 40 لاکھ 30 ہزار 167 روپے کا ٹیکس لگایا تھا' وزیر خزانہ اس پر ناراض ہو گئے اور اس کی پاداش میں ایڈیشنل کمشنر مبین ملک کو لائن حاضر کر کے چارج شیٹ کر دیا گیا۔ سابق وزیر اعظم اور وزیر خزانہ نے اسی طرح دوسرے کئی افسران کو بھی ان کے اداروں پر ٹیکس عائد کرنے کی پاداش میں جبری ریٹائرمنٹ پر گھروں کو بھیج دیا۔ ان افسران میں کمشنر انکم ٹیکس سعد اللہ خان' کمپنی زون I لاہور کمشنر انکم ٹیکس شوکت علی بابر زون II لاہور ممبر انکم ٹیکس ٹریبونل سرفراز احمد' میڈم صفیہ چوہدری اور دوسرے کئی افسران شامل ہیں۔
- نواز شریف پر بے نظیر بھٹو کے دور حکومت میں 40 کروڑ روپے ٹیکس چوری

کا کیس بنایا گیا۔ بے نظیر بھٹو کے پہلے اور دوسرے دور میں نواز شریف پہ 20 کروڑ روپے کی ٹیکس چوری کا مقدمہ بنایا گیا اور نواز شریف نے ٹیکس ادا نہ کیا جس پر انکم ٹیکس کے قوانین کے مطابق نواز شریف کے انکم ٹیکس کی عدم ادائیگی پر 20 کروڑ روپے کا جرمانہ عائد کیا۔ نواز شریف نے اپنے پہلے دور حکومت میں اس کیس کے خلاف اپیل دائر کرنے کی کوشش بھی کی مگر وقت گزرنے کی وجہ سے اپیل دائر نہ ہو سکی۔

○ نواز شریف اور شہباز شریف نے اور ان کے خاندان کے دیگر افراد نے جو 28 سے زائد فیکٹریوں کے مالک ہیں نے گزشتہ سال انکم ٹیکس اور دولت ٹیکس کی مد میں صرف چند ہزار روپے ٹیکس دیا۔

○ شہباز شریف نے اپنے قریبی رشتہ دار ملت ٹریکٹر کے مالک کو نوازنے اور 92 کروڑ ڈالر کی غیر ملکی امداد کو ہڑپ کرنے کے لئے صوبہ بھر کے 200 ٹیکنیکل اداروں کو مکمل طور پر ان کے حوالے کر دیا جس سے ٹیکنیکل اداروں سے وابستہ 8 ہزار افراد اور ان اداروں کا مستقبل مخدوش ہو گیا' ذرائع کے مطابق آئی ایم ایف اور دیگر مالیاتی اداروں نے پاکستان بالخصوص پنجاب میں ٹیکنیکل ایجوکیشن کی ترجیح اور نئی نسل کو ہنر مند بنانے کے لئے 90 کروڑ ڈالر امداد دینے پر رضامندی ظاہر کی یہ رضامندی مئی 99ء میں اس وقت کی گئی جب وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف ملت ٹریکٹر کمپنی کے بورڈ آف ڈائریکٹر کے چیئرمین سکندر ایم مصطفیٰ کے ہمراہ دورہ پر بیرون ملک گئے تھے۔ ذرائع کے مطابق ان مالیاتی اداروں نے صرف یہ شرط رکھی تھی کہ وہ یہ امداد نان گورنمنٹ اداروں کو دیں گے۔ جس کے بعد پاکستان آتے ہی سکندر ایم مصطفیٰ نے فوری طور پر ایک اتھارٹی تشکیل دے دی جس کا نام ٹیکنیکل ایجوکیشن اینڈ ووکیشنل ٹریننگ اتھارٹی رکھا گیا جس کا

بعد ازاں حکومت پنجاب نے ایک نوٹیفکیشن جاری کر دیا۔ جس کے تحت پنجاب بھر کے تمام ٹیکنیکل اور ووکیشنل ادارے اس اتھارٹی کو سونپ دیئے گئے اس کے ساتھ ہی حکومت پنجاب نے سابق وزیر اعلیٰ پنجاب محمد شہباز شریف کے حکم پر زکوٰۃ کا 5 ارب روپیہ بھی اس اتھارٹی کے حوالے کر دیا۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس اتھارٹی کے قیام اور صوبہ بھر کے ٹیکنیکل اداروں کے حوالے کرنے کی سیکرٹری ایجوکیشن شہزاد قیصر، سیکرٹری انڈسٹری اور چیف سیکرٹری نے نہ صرف بھرپور مخالفت کی بلکہ اسے ٹیکنیکل ایجوکیشن کی موت قرار دیا۔ مگر اس کے باوجود اپنے رشتہ دار کی فرمائش اور اسے ارب پتی بنانے اور بھاری کمیشن حاصل کرنے کے لئے یہ حکم نامہ جاری کر کے ٹیکنیکل اداروں کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا گیا۔ اور اس سے وابستہ افراد جن کی تعداد 8 ہزار کے قریب بنتی ہے کا مستقبل بھی مخدوش کر دیا۔ یہاں تک ہی نہیں نواز شریف بھی سکندر ایک مصطفیٰ کو نوازنے میں چھوٹے بھائی سے پیچھے نہ رہے انہوں نے گرین ٹریکٹر سکیم کے نام سے ملک بھر کے کسانوں کو فی ٹریکٹر ایک لاکھ روپیہ رعایت دینے کا اعلان کر کے ایک طرف تو ان کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی جبکہ دوسری طرف اپنے عزیز کی فیکٹری کے 5 ہزار ٹریکٹر فروخت کروا کر سبسڈی کی مد میں ملک میں شدید مالی بحران کے باوجود اس کو نصف ارب روپیہ حکومتی خزانہ سے ادا کیا۔

○ 28 مئی 1998ء کو جب ملک میں ایٹمی دھماکوں کے بعد معزول بینک کے صدر زبیر سومرو (قومی اسمبلی کے سپیکر الٰہی بخش سومرو کے صاحبزادے) کے اس نوٹ کے بعد کہ "ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ گروپ کیوں ڈیفالٹر ہوا ہے اور یہ کہ انہیں قرضہ نہیں دیا جا سکتا اور کریڈٹ انفارمیشن بیورو (CIB) سٹیٹ بینک آف پاکستان کی رپورٹ کے مطابق اتفاق گروپ 3217 ملین ڈالر یعنی 3 ارب 21 کروڑ

79 لاکھ روپے کا ڈیفالٹر ہے اس لئے اس گروپ کو قرضہ نہیں دیا جانا چاہئے۔ حالانکہ اس قرضے کے لئے جو درخواست دی گئی اس پر سب سے زیادہ اعتراض یو بی ایل کے ریجنل چیف لاہور نے کیا۔ انہوں نے کہا کہ سٹیٹ بینک کے واضح ضابطوں کے مطابق کسی ایسے گروپ کو جس پر پہلے قرضے ہوں' مزید نئے لئے ہیں' واپس کر رہے ہیں' ٹھیک اسی روز یونائیٹڈ بینک آف پاکستان کے صدر زبیر سومرو کے فائنل نوٹ پر معزول وزیراعظم کا بیٹا چوہدری شوگر ملز کے لئے 200 ملین روپے یعنی 20 کروڑ روپے کا قرض منظور کروایا تھا اور 29 مئی کو یہ قرضہ وصول کر لیا وزیراعظم نواز شریف یہ اعلان کر رہے تھے کہ وہ اپنے سارے قرضے یعنی وہ تمام قرضے جو اتفاق گروپ نے مالیاتی اداروں سے لئے انہیں واپس کرنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

- آف شور کمپنیوں اور بینک اکاؤنٹس کے علاوہ سوئٹزرلینڈ میں سرمایہ کاری اور نیویارک کے بینکوں میں 70 ملین ڈالر بھیجے گئے۔
- نواز شریف کے دور حکومت میں ان کی جائیداد میں خوفناک حد تک اضافہ ہوا۔ ان کی فیملی 110 ملین ڈالر کی نادہندہ ہے۔
- نواز شریف نے روسی ساختہ ہیلی کاپٹر ایک عرب شیخ پرنس شیخ عبدالرحمان بن ناصر الثانی سے نومبر 96ء میں ایک ملین ڈالر کا ہیلی کاپٹر خریدا اور نواز شریف کے نام سے اس کی رجسٹریشن ہوئی لیکن اس کی ملکیت کا ذکر اثاثوں کے گوشواروں میں نہ کیا گیا۔
- یو کے ٹرسٹ کے ذریعے 100 ملین ڈالر سوئٹزرلینڈ اور دوسرے بیرونی ملکوں میں بھیجے گئے۔
- ایٹمی دھماکوں کے بعد بجٹ میں لگژری کاروں پر امپورٹ ڈیوٹی 325 فیصد

سے کم کر کے 125 فیصد کی گئی پھر ایک ہفتہ بعد بحال کی گئی اس دوران ان کے ایک دوست نے 80 کاریں خرید لیں۔

- 96ء میں بنکرز ایکویٹی سے نواز شریف اور ان کے قریبی ساتھی کو 10 ملین پونڈ کا قرضہ دیا گیا گذشتہ سال یہ بینک دیوالیہ ہو گیا۔ قرصہ ابھی واجب الاداد ہے۔
- 97ء کے الیکشن کے بعد شریف فیملی اور ان کے کاروباری ساتھیوں نے 8 بینکوں سے 100 ملین پونڈ کے قرضے ری شیڈول کرائے۔
- نواز شریف کی ایماء پر بااثر شخصیات نے حکومت کے صرف آخری دو ماہ میں بڑے صنعتی یونٹوں کو بیمار ڈیکلیئر کر کے کروڑوں روپے کے قرضے ہضم کر لئے۔ بیمار صنعتی یونٹوں کی بحالی کے لئے قائم کردہ بینکرز کمیٹی میں ملی بھگت سے صنعتی یونٹوں کو بیمار ڈیکلیئر کیا جاتا تھا یا ان کی بحالی کی سفارش کی جاتی تھی۔
- کرگل کے مسئلے کے دوران نوار شریف خاندان نے افواج پاکستان کے خلاف سازشوں کی غرض سے بھارتی انتہا پسند رہنماؤں سے رابطے کر کے انہیں بھاری رقوم دیں۔
- شریف خاندان کی بزنس پارٹنر فرم ”ڈائیو“ نے بھارتی فوج کے حق میں اشتہار چھپوائے اور کرگل میں ہلاک ہونے والے بھارتی فوجیوں کو معاوضہ دینے کے لئے فنڈز فراہم کئے۔
- برطانیہ میں ”انڈین لیگ“ نامی تنظیم نے پاک فوج کو بدنام کرنے کی غرض سے 16 سے زائد معروف اخبارات میں جو اشتہار شائع کروائے ان کے لئے رقم نواز شریف کے صاحبزادے حسین نواز نے دی برطانیہ اور امریکہ میں مقیم تارکین وطن نے ان اشتہارات کا جواب دینے اور فارن ایکسچینج فراہم کرنے کی پیش کش کی لیکن لندن میں مقیم حسین نواز اور سیف الرحمٰن کے بھائی مجیب

الرحمٰن نے ان لوگوں کو ایسا کرنے سے سختی سے منع کر دیا۔

- نواز حکومت کے دور میں 97ء سے 99ء تک صرف 2 سالو میں 2 کھرب روپے بیرون ملک بینکوں میں منتقل کئے گئے۔
- نواز شریف کے قریبی ساتھی اور احتسابی ڈرامے کے انچارج سیف الرحمٰن کی کمپنی "ریڈکو" نے یو بی ایل کے 97 کروڑ روپے دبا لئے۔
- لاہور میں واقع سٹیٹ گیسٹ ہاؤس جو مال روڈ پر واقع ہے جہاں ایک مرلہ جگہ کی قیمت 2 کروڑ روپے کے قریب ہے 132 کنال پر محیط عمارت صرف 24,50,000 روپے سالانہ کے عوض لاہور کے سکول آف آرٹ اینڈ فیشن ڈیزائن کو 24 جون 1999ء کو 25 سال کی لیز پر دے دی گئی۔ اس طرح اس 132 کنال وسیع و عریض عمارت کا کرایہ 2 لاکھ 4 ہزار ماہانہ بنتا ہے جبکہ مال روڈ پر آدھ مرلہ کی دکان کا کرایہ جو دوسرے یا تیسرے فلور پر واقع ہو آٹھ دس ہزار سے کم نہیں اور اس مد میں 8 سے 10 لاکھ تک پگڑی کی مد میں بھی وصول کئے جاتے ہیں۔
- وزیراعظم ہاؤسنگ سکیم کے تحت سارے ملک میں دس مقامات پر دس ہزار مکانات کی تعمیر کا ٹھیکہ 3 ارب روپے میں "ریڈکو" کو دے دیا گیا۔ "ریڈکو" نے یہ ٹھیکہ حکومت سے حاصل کیا اور اسے آگے جرمنی کی ایک ایمرسن (Emerson) نامی کمپنی کو 21 ارب پر دے دیا یعنی اس طرح "ریڈکو" نے جو ٹھیکہ صرف 3 ارب میں حاصل کیا وہ چند لمحوں میں ہی 18 ارب کا منافع کما کر آگے دے کر حکومتی خزانے کو 18 ارب کا نقصان پہنچایا۔
- ایمرسن کمپنی کو کہا گیا کہ مکان بنانے کے لئے جو زمین پسند آئے اس پر قبضہ کر لیں اسلام آباد میں ہاؤسنگ سکیم کے نام پر جو اراضی خریدی گئی اس کی مارکیٹ ویلیو 12 ارب روپے تھی جبکہ یہ اراضی سی ڈی اے سے صرف 6 ارب

روپے میں لی گئی' سی ڈی اے کے چیئرمین نے اس سودے کی مخالفت کی یہ قومی نقصان مت کریں تو انہیں ٹرانسفر کر دیا گیا اور زمین حاصل کر لی گئی۔ باہمی مقامات کے لئے واپڈا اور ریلوے کو سیف الرحمٰن نے ایک خط لکھا کہ اپنی اپنی خالی اراضی بتائیں اور ہمیں مارکیٹ سے آدھی قیمت پر دیں ورنہ ہم قبضہ کر لیں گے۔ 400 ارب کے اس ایشیاء کے سب سے بڑی اور ایک غریب ملک کی معیشت کو تباہ کرنے والی یہ سکیم صرف اربوں روپے کا کمیشن لینے کے لئے شروع کیا گیا۔

- نواز شریف پر یہ بھی الزام ہے کہ برطانیہ میں ان کی جائیدادوں کی قیمت 300 ملین سے زیادہ ہے اس کے علاوہ 3000 ہزار ملین روپے (Wwgmullar Hans) اور (URS SPRCKER) کے ذریعے شریف خاندان کے لئے جائیدادیں اور کاروبار خریدے جا رہے ہیں۔
- نواز شریف خاندان نے اپنی "صنعتی سلطنت" انکم ٹیکس چرا کر صنعتی اداروں کی مرکزی اور امپورٹڈ ڈیوٹیاں بچا کر' خام مال اور مشینری کے درآمد ٹیرف میں کمی کر کے نج کاری کے عمل میں کمیشن حاصل کر کے اثر رسوخ کے ذریعے قرضے جاری کروائے اور بعد ازاں معاف کروا کے قائم کی ہے۔
- یہ بھی الزام لگایا جاتا ہے کہ ایٹمی دھماکوں کے بعد ایمرجنسی کے نفاذ سے فارن کرنسی اکاؤنٹ کا انجماد بھی نواز شریف اور ان کے ساتھیوں کا منصوبہ تھا جس سے انہوں نے کروڑوں ڈالر کمائے اور یہی وجہ تھی کہ ایٹمی دھماکوں سے قبل انتہائی مختصر عرصہ میں اربوں روپے غیر ملکی اکاؤنٹس سے رقوم نکلوا لی گئیں۔
- نواز شریف نے سیاسی حیثیت سے درج ذیل قرضے حاصل کئے۔

1983ء میں کل قرضے کی رقم	25ء30 کروڑ روپے

1985ء میں کل قرضے کی رقم	30ء84 کروڑ روپے
1989ء میں کل قرضے کی رقم	10ء225 کروڑ روپے
اپریل 93ء میں کل قرضے کی رقم	50ء570 کروڑ روپے
دسمبر 93ء میں کل قرضے کی رقم	84ء614 کروڑ روپے
اس وقت کل قرضے کی رقم	15,200,000,004 ارب روپے

- گندم کی پاکستانی درآمد کے بہت سارے معاہدے جاوید کیانی کی (Startraing marineshipping) کمپنی کے ساتھ معاہدوں سے نواز شریف کو بھاری کمیشن ملا۔
- کمیشن اور دیگر طریقوں سے کمائے گئے 20,810,38 لاکھ ڈالر نواز شریف نے سلیمان ضیاء کے اکاؤنٹ میں منتقل کر دیئے۔
- نواز شریف پر الزام ہے کہ انھوں نے اپنی الیکشن مہم مرزا اسلم بیگ سے حاصل کردہ 35 لاکھ روپے کی خطیر رقم سے چلائی جو مرزا اسلم بیگ نے مہران بنک کے پروانشل چیف یونس حبیب سے حاصل کردہ 14 کروڑ روپے سے ان کو ادا کی۔
- شریف فیملی نے سوئٹرز لینڈ کے بینکوں سے اپنے سرمایئے کی منتقلی کے لئے اصغر علی سلیمان ضیاء اور قاضی کاشف مسعود کے بے نامی بینک اکاؤنٹ کھلوائے اور دھوکہ دہی سے بھاری تعداد میں کالا دھن پاکستان منتقل کیا۔ جس کو بنیاد بنا کر فراڈ کے ذریعے منتقل کرایا گیا ان کی تصدیق امریکی تحقیقاتی رپورٹوں سے واضح ہو جاتی ہے۔ جن کے تحت نواز شریف دنیا بھر میں اول نمبر کے لانڈررز (Money Laynderey) ثابت ہوئے۔
- نواز شریف فیملی نے 6 ارب روپے کا سرمایہ اپنی صنعتی سلطنت کو بام عروج پر

پہنچانے کے لئے استعمال کیا جس کی بنیاد انہوں نے 1979ء میں جنرل ضیاء الحق مرحوم کی خدمات سے رکھی تھی چنانچہ 1972ء میں شریف خاندان کے قومیائے گئے اکلوتے صنعتی یونٹ "اتفاق فونڈریز" کو نہ صرف سرکاری کنٹرول سے واگزار کرالیا گیا بلکہ اس کے ذمے واجب الادا کروڑوں روپے کی رقم بھی معاف کردی گئی۔

- نواز شریف کے وزیر خزانہ پنجاب بعد ازاں وزیراعلیٰ پنجاب بننے کی وجہ سے ان کی اکلوتی صنعت پھیل کر 9 صنعتی یونٹوں کی شکل اختیار کر گئی جو کہ ان کے وزیراعظم پاکستان بنائے جانے کے بعد پھلتی پھولتی رہی اور وزیراعظم صاحب کی خصوصی عنایات اور نوازشات کی وجہ سے بڑھ کر 28 سے زائد بڑے صنعتی یونٹوں میں تبدیل ہو گئی۔
- پشاور سے چند کلو میٹر دور خزانہ شوگر ملز کو شہباز شریف کے ایک دست راست کے ہاتھ انتہائی کم قیمت پر فروخت کیا گیا جس نے حکومت سے 70 کروڑ روپے کا قرضہ لیا اور مارک اپ معاف کرایا نئے مالکوں نے ساڑھے گیارہ سو مزدوروں کو برطرف کر کے دوبارہ بھرتی کی ہے کارکنوں کو بارہ گھنٹے کی مزدوری پر صرف 1200 سے 1800 ماہانہ تنخواہ مقرر کی گئی مذکورہ ملز کی اصلی قیمت 90 کروڑ روپے تھی مگر اسے گٹھ جوڑ کر کے صرف 36 کروڑ روپے میں بیچا گیا۔
- نواز شریف پر الزام ہے کہ انہوں نے کسانوں کو فی ٹریکٹر میں ایک لاکھ روپیہ سبسڈی دے کر 25 کروڑ روپے کمیشن وصول کیا اور اس کے بدلے میں نہ صرف ملت ٹریکٹرز فیکٹری جو کہ بند ہونے کے قریب تھی کے مزدور لیڈر مصطفیٰ سکندر جو کہ بورڈ آف ڈائریکٹرز کے چیئرمین ہیں نہ صرف ان کی فیکٹری کو بند ہونے سے بچالیا بلکہ ان کو اسسٹنٹ ٹو پرائم منسٹر اور ملک بھر کے فنی و تکنیکی

اداروں کے سربراہ کے عہدوں سے نواز کیا گیا جبکہ اس سکیم سے حکومتی خزانے کو نصف ارب روپے کا نقصان اٹھانا پڑا۔

○ نواز شریف پر الزام ہے کہ انہوں نے 440 ایکڑ سے زائد رقبے پر قائم کی گئی "رائے ونڈ سٹیٹ" پر حکومتی خزانے سے کروڑوں روپے خرچ کئے اور رائے ونڈ کے محلات میں چپے چپے پر بے انتہا دولت لٹائی گئی جس کے حوالے سعودی شیخ بھی صرف خواب ہی دیکھ سکتے ہیں۔ اتنی دولت نواز شریف خاندان کے پاس کیسے آئی؟ کیا نواز شریف خاندان نے اس کے حساب سے ٹیکس ادا کیا؟

○ رائے ونڈ میں 600 لائنوں کی ڈیجیٹل ٹیلی فون ایکسچینج' سوئمنگ پول۔ ڈیری اور فش فارم سکول' ہسپتال بنائے گئے اور کارپٹ روڈز بنائی گئیں جبکہ آؤٹ فال روڈز پر بھی کروڑوں روپیہ خرچ حکومتی خزانہ کو برداشت کرنا پڑا۔

○ شریف فیملی نے رائے ونڈ میں پہلا پلاٹ 1984ء میں 233,500 روپے کا خرید ابعد ازاں مزید 130 ملین روپے لگائے گئے۔

○ پاکستانی قانون کے مطابق وزیراعظم اپنے آبائی گھر اور وزیراعظم ہاؤس کی تزئین و آرائش پر 1.52 ملین پونڈ خرچ کر سکتا ہے۔ مگر وزیراعظم نے دو مرتبہ یہ فائدہ اٹھایا۔ انہوں نے اپنے پہلے دور حکومت میں ماڈل ٹاؤن لاہور میں اپنی رہائش گاہ کے علاوہ فیملی کے دیگر چودہ گھروں کی تزئین و آرائش کروائی اور 1997ء میں رائے ونڈ کو کیمپ آفس قرار دے کر 76 ملین کے تعمیراتی منصوبے شروع کئے۔

○ ایٹمی دھماکوں کے بعد دوسروں کو گھاس کھانے اور پیٹ پر پتھر باندھنے کا واعظ کرنے والے وزیراعظم نے رائے ونڈ میں محلات تعمیر کئے۔

یہ بات کتنی عجیب ہے کہ جب ملک کی برآمدات گھٹ رہی تھی' افراط زر بڑھ

رہا تھا' مہنگائی میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا' سمندر پار پاکستانیوں کی جانب سے رقوم کی ترسیل میں خوف ناک حد تک کمی واقع ہو رہی تھی جس ملک کا روپیہ دن بدن بے قیمت ہوتا جا رہا تھا' ملک کے بے شمار صنعتی یونٹ بند ہو رہے تھے۔ لیکن ملک کے چند مخصوص سرمایہ داروں کے سرمائے میں کمی ان کے اثاثے مسلسل بڑھتے چلے جا رہے ہوں۔ ملک کے عوام غریب سے غریب تر ہوتے جا رہے تھے اور امیر امیر سے امیر تر ہوتے جا رہے تھے ایسے ملک کی بدحالی کا ذمہ دار کسے ٹھہرایا جائے گا؟



نواز دور میں ایک تاجر کے ساتھ پولیس کا "شریفانہ" سلوک

ماخذ

کتابیات

"لاہور سے لانڈھی جیل تک"	خالد کاشمیری
"اس نے کہا" (انٹرویو اقبال احمد خان)	منیر احمد منیر
"رائیونڈ سازش"	رائے اسد خان کھرل
نواز شریف جیتی بازی ہار گیا!	حافظ شفیق الرحمٰن
ماڈل ٹاؤن کا بیٹا (نواز شریف کی خود نوشت)	
"شیر اور احمق"	اختر حمید خاں

پاکستانی اخبارات و جرائد

دی نیوز	جنگ
خبریں	اوصاف
مشرق	انصاف
مساوات	سیاسی لوگ
وجود	ندائے ملت
آتش فشاں	افتخار ایشیا

غیر ملکی اخبارات و جرائد

واشنگٹن پوسٹ	نیشنل ہیرالڈ
دی ایشین ایج	ہند سماچار
انڈیا ٹائمز	پریس آف انڈیا
قومی آواز	لباس انٹرنیشنل

خبر رساں ادارے

بی بی سی
یو این آئی

این این آئی
جی این این

متفرق

"زوال" (کالم) ہارون الرشید

"عبدالقادر حسن کے ساتھ ایک شام کی کارروائی"

"اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین اور غیر مسلم جج صاحبان" (کالم) جسٹس (ر) محمد رفیق تارڑ

"ناصر احمد بنام سرکار" سپریم کورٹ میں دائر ایک کیس سے اقتباس



اس کتاب میں.........

- پاکستان پر گذشتہ باون برسوں سے راج کرنے والے "سیاسی رانجھوں" اور "

مقدس ہستیوں" کے "روشن کرداروں" کے "سنہری کارنامے"، جن کو پڑھ کر پڑھنے والے کو بھی شرمندگی ہوتی ہے، مگر ان معزز ہستیوں کو کوئی شرمندگی نہیں ہوتی۔

- اقتدار کے ایوانوں سے حسن کے بالاخانوں تک......... باون سالوں پر پھیلی ہوئی ہوش ربا داستانیں۔
- کبھی اسلام اور کبھی روٹی کپڑا اور مکان کے نام پر منتخب ہونے والے قومی رہنماؤں کے شرمناک سکینڈلز پہلی بار منظر عام پر
- "شریف" حکمرانوں کی "بے نظیر" جنسی غنڈہ گردیوں کی دل دہلا دینے والی داستانیں۔
- یہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں آپ اپنے محبوب رہنماؤں اور "معزز سیاسی ہستیوں" کی عریاں تصویریں دیکھ سکتے ہیں۔

○ ○

INTELLIGENCE PUBLISHERS
HASSAN MARKET, URDU BAZAR, LAHORE - (PAKISTAN.) PH: 092-42-7122973

U.K. £ 08.99 net
U.S. $ 12.99*
AUS.$ 11.95*
N.Z. $ 15.99*
(inc-GST)
*

ISBN. 969 8544 09 7
00135>
9 789698 544094